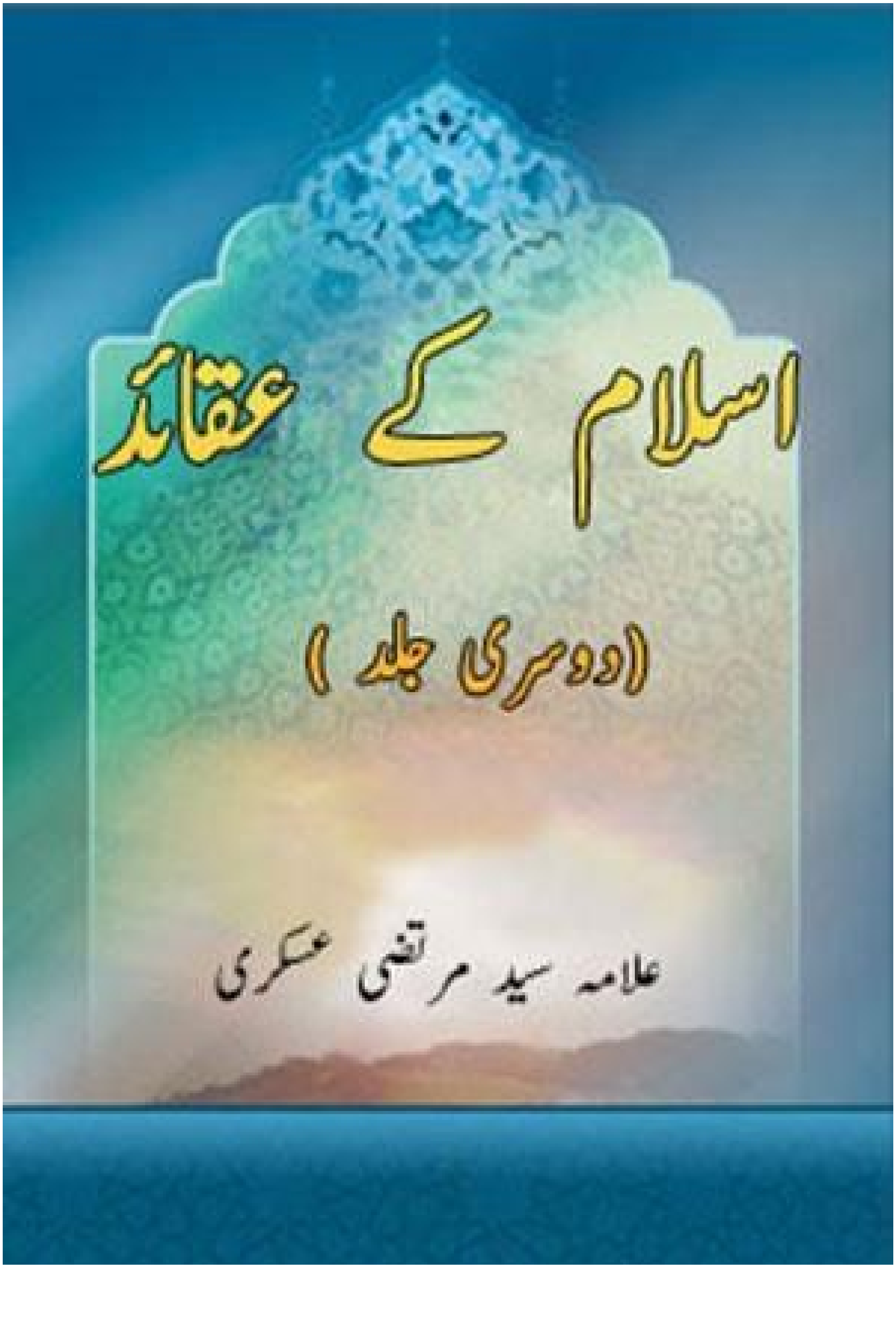
اسلام کے عقائد
(دوسری جلد)
علامہ سید مرتضی عسکری

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

نام کتاب : اسلام کے عقائد(دوسری جلد)

مؤلف : علامہ سید مرتضی عسکری

مترجم : اخلاق حسین پکھناروی

تصحیح : سید اطہر عباس رضوی (الٰہ آبادی)

نظر ثانی: ہادی حسن فیضی

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت

کمپوزنگ : وفا

طبع اول : 1428ھ ۔ 2007ئ

تعداد : 3000

قال اللہ تعالی:

(اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا)

ارشاد رب العزت ہے:

اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیت سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ :

"انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ، وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا ابدا وانهما لن یفترقا حتّیٰ یردا علیّ الحوض"

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(اختلاف عبارت کے ساتھ: صحیح مسلم: 1227، سنن دارمی: 4322، مسند احمد: ج3، 14، 17، 26، 59. 3664 و 371. 1825 اور 189، مستدرک حاکم: 1093، 148، 533. وغیرہ.)

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے 23 برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب

اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت ﷺ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علّام سید مرتضی عسکری کی گرانقدر کتاب" عقائد اسلام در قرآن کریم "کو فاضل جلیل مولانا اخلاق حسین پکھناروی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

مقدمہ:

اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں [1]

علاّمہ سید مرتضی عسکری نے جو کچھ نصف صدی کے زیادہ سے عرصہ میں تحریر کیا ہے، مباحث کے پیش کرنے اور اس کی ارتقائی جہت گیری میں ممتاز اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں، ان کی تحقیقات اور ان کے شخصی تجربے اس طولانی مدت میں ان کے آثار کے خلوص وصفا میں اضافہ کرتے ہیں، وہ انھیں طولانی تحقیقات کی بنیاد پر اپنے اساسی پروگرام کو اسلامی معاشرہ میں بیان اور اجراء کرتے ہیں، ایسے دقیق اور علمی پروگرام جو ہمہ جہت استوار اور متین ہیں، روزافزوں ان کے استحکام اور حسن میں اضافہ ہوتا رہتاہے اور مباحث کا دائرہ وسیع تر اور ثمر بخش ہو جاتا ہے نیز افراط وتفریط اور اساسی نقطہ نگاہ سے عقب نشینی اور انصراف سے مبرا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو مباحث کے مضمون اور اس کے وسیع اور دائمی نتائج سے مکمل واضح ہے۔

علامہ عسکری کا علمی اور ثقافتی پروگرام واضح ہدف کا مالک ہوتا ہے: ان کی کوشش رہتی ہے کہ اسلامی میراث کو تحریفات اور افتراپردازیوں سے پاک وصاف پیش کریں، جن تحریفات اور افتراپردازیوں کا دشوار اور پیچیدہ حالات میں پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات کے بعد اسلام کو سامنا ہوا، ان کی کوشش ہے کہ اسلام کی حقیقت واصالت نیز اس کے خالص اور پاک وصاف منبع تک رسائی حاصل کریںؔاور اس کے بعد اسلام کو جیسا تھا نہ کہ جیسا ہوگیا پاک وصاف اور خالص انداز سے امت اسلامیہ کے سامنے پیش کریں۔

اسلامی تہذیب میں اس طرح کا ہدف لے کر چلنا ابتدائے امر میں کوئی نئی اور منحصر بہ فرد چیز نہیں تھی، کیونکہ ایسی آرزو اور تمنا بہت سارے اسلامی مفکرین ماضی اور حال میں رکھتے تھے اور رکھتے ہیں، لیکن جو چیز علاّمہ عسکری کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے اور انھیں خاص حیثیت کی مالک بناتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جزئی اور محدود اصلاح کی فکر میں نہیں ہیں تاکہ ایک نظر کو دوسری نظر سے اور ایک فکر کو دوسری فکر سے موازنہ کرتے

---

(1) "سلیم الحسنی" کے مقالے کا ترجمہ کچھ تلخیص کے ساتھ جو عربی زبان کے "الوحدة" نامی رسالہ میں شائع ہوا ہے، نمبر 176، شوال 1415ھ، ص 38.

ہوئے تحقیق کریں، نیز اپنے نقد و تحلیل کی روش کو دوسروں کو قانع کرنے کے لئے محدود قضیہ کے ارد گرد استعمال کریں بلکہ وہ اسلام اور اسلامی میراث میں تحریف اور کجروی کے اصل سرچشمے کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ شناخت کے بعد اس کا علاج کرنے کے لئے کما حقہ قدم اٹھائیں؛ اور چونکہ تحریف اور انحراف وکجروی کو قضیہ واحدہ کی صورت میں دیکھتے ہیں لہٰذا اصلی اور خالص اسلام تک رسائی کو بھی بغیر ہمہ جانبہ تحقیق و بررسی کے جوکہ تمام اطراف وجوانب کو شامل اورحاوی ہو، بعید اور غیر ممکن تصور کرتے ہیں؛یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام جوانب اور فروعات کی تحقیق و بررسی کیلئے کمربستہ نظر آتے ہیں، نیز خود ساختہ مفروضوں اور قبل از وقت کی قضاوت سے اجتناب کرتے ہیں، اسی لئے تمام تاریخی نصوص جیسے روایات، احادیث اور داستان وغیرہ جو ہم تک پہنچی ہیں ان سب کے ساتھ ناقدانہ طرز اپناتے ہیں اور سب کو قابل تحقیق موضوع سمجھتے ہیں اور کسی ایک کو بھی بے اعتراض اور نقص و اشکال سے مبرا نہیں جانتے وہ صرف علمی اور سالم بحث و تحقیق کو قرآن کریم اور قطعی اور موثق سنت کے پرتو میں ہر کھوٹے کھرے کے علاج اور تشخیص کی تنہا راہ سمجھتے ہیں تاکہ جھوٹ اور سچ اور انحراف کے مقابل اصالت کی حدو مرز مشخص ہوجائے۔

علاّمہ عسکری نے اپنے تمام علمی کارناموں، مشہور تالیفات اور شہرہ آفاق مکتوبات کی اسی روش پر بنیاد رکھی ہے اور ان کو رشتۂ تحریر میں لائے ہیں، ایسی تالیفات جو مختلف علمی میدانوں میں ہیں لیکن اصلی و اساسی مقصد میں ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور اس ہدف کے تحقق کی راہ میں سب ہم آواز ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر علاّمہ عسکری کو تاریخ نگار یا تاریخ کا محقق کہیں تو ہماری یہ بات دقیق اور صحیح نہیں ہوگی، جبکہ یہ ایک ایسا عنوان ہے جو بہت سارے قارئین کے اذہان میں (ان کی عبد اللہ ابن سبانامی کتاب کے وجود میں آنے کے بعد چالیس سال پہلے سے اب تک) راسخ اور جاگزیں ہو چکا ہے۔

ہاں علامہ عسکری مورخ نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک ایسے پروگرام کے بانی اور مؤسس ہیں جو جامع اور وسیع ہے جس کی شاخیں اور فروعات، اسلامی میراث کے تمام جوانب کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں، وہ جہاں بھی ہوں انحراف و کجروی اور اس کے حدود کے خواہاں اور اس کی چھان بین کرنے والے ہیں، تاکہ اصلی اور خالص اسلام کی شناسائی اور اس کا اثبات کرسکیں، شاید یہ چیزاسی کتاب (عقائد اسلام در قرآن کریم) میں معمولی غور وفکر سے حاصل ہو جائے گی، ایسی کتاب جس کی پہلی جلد تقریبا 500 صفحات پر مشتمل عربی زبان میں منتشر ہو چکی ہے۔

یہ کتاب اسلام کے خالص اور صاف ستھرے عقائد کو قرآن کریم سے پیش کرتی ہے،چنانچہ جناب علاّمہ عسکری خود اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ قرآن کریم اسلامی عقائد کو نہایت سادگی اور کامل انداز میں بیان کرتا ہے، اس طرح سے کہ ہر عاقل عربی زبان سے ایسا آشنا جو سن رشد کو پہونچ چکا ہے اسے بخوبی سمجھتا اور درک کرتا ہے "علامہ عسکری اس کتاب میں نرم اور شگفتہ انداز میں علماء پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلامی عقائد میں یہ پیچیدگی، الجھاؤ اور اختلاف وتفرقہ اس وجہ سے ہے کہ علماء نے قرآن کی تفسیر میں فلسفیوں کے فلسفہ، صوفیوں کے عرفان، متکلمین کے کلام، اسرائیلیات اور رسول خدا ﷺ کی طرف منسوب دیگر غیر تحقیقی روایات پر اعتماد کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی ان کے ذریعہ تاویل اور توجیہ کی ہے اور اپنے اس کارنامہ سے اسلام کے عقائد میں طلسم، معمے اور پہیلیاں گڑھ لی ہیں کہ جسے صرف فنون بلاغت، منطق، فلسفہ اور کلام میں علماء کی علمی روش سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں اور یہی کام مسلمانوں کے (درمیان) مختلف گروہوں، معتزلہ، اشاعرہ، مرجئہ وغیرہ میں تقسیم ہونے کا سبب بن گیا ہے۔

لہٰذا یہ کتاب اپنی ان خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے یقینا یہ بہت اچھی کتاب ہے جو اسلامی علوم کے دوروں کے اعتبار سے بہترین درسی کتاب ہو سکتی ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں کو محسوس ہوگا کہ ہمارے استاد علاّمہ عسکری نے عقائد پیش کرنے میں ایک خاص ترتیب اور انسجام کی رعایت کی ہے اس طرح سے کہ گزشتہ بحث، آئندہ بحث کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، نیز اس تک پہونچنے اور درک کرنے کا راستہ ہے اور قارئین محترم کو قدرت عطا کرتی ہے کہ عقائد اسلام کو دقت نظر اور علمی گہرائی کے ساتھ حاصل کریں، چنانچہ قارئین عنقریب اس بات کو درک کرلیں گے کہ آئندہ مباحث کو درک کرنے کے لئے لازمی مقدمات سے گزر چکے ہیں۔

اس کتاب میں مصنف کی دیگر تالیفات کی طرح لغوی اصطلاحوں پر خاص طرسے تکیہ کیا گیا ہے، وہ سب سے پہلے قارئین کو اصطلاح لغات کی تعریفوں کے متعلق لغت کی معتبر کتابوں سے آشنا کراتے ہیں، پھر مورد بحث کلمات اور لغات نیز ان کے اصل مادوں کی الگ الگ توضیح و تشریح، اسلامی اور لغوی اصطلاح کے اعتبار سے کرتے ہیں تاکہ اسلامی اور لغوی اصطلاح میں ہر ایک کے اسباب اختلاف اور جہات کو آشکار کریں اور ان زحمتوں اور کلفتوں کو اس لئے برداشت کرتے ہیں تاکہ بحث کی راہ ہموار کریں اور صحیح اور اساسی استفادہ اور نتیجہ اخذ کرنے کا امکان فراہم کریں۔

اس وجہ سے قارئین کتاب کے مطالعہ سے احساس کریں گے کہ اسلامی عقیدے کو کامل اور وسیع انداز میں جدید اور واضح علمی روش کے ساتھ نیز کسی ابہام وپیچیدگی کے بغیر حاصل کرلیا ہے؛ اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد دیگر اعتقادی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے خود کو بے نیاز محسوس کریں گے اور یہ ایسی خوبی ہے جو دیگر کتابوں میں ندرت کے ساتھ پائی جاتی ہے، با لخصوص اعتقادی کتابیں جو کہ ابہام، پیچیدگی اور تکرار سے علمی واسلامی سطح میں مشہور ہیں، اسی طرح قارئین اس کتاب میں اسلام کے ہمہ جانبہ عقائد کو درک کرکے قرآن کریم اور اس کی نئی تفسیری روش کے سمجھنے کیلئے خود کو نئی تلاش کے سامنے دیکھتے ہیں، یہ سب اس خاص اسلوب اور روش کا مرہون منت ہے جسے علاّمہ عسکری نے قرآنی آیات سے استفادہ کے پیش نظر استعمال کیا ہے۔

علاّمہ سید مرتضیٰ عسکری کی کتاب قرآنی اور اعتقادی تحقیقات میں مخصوص مرتبہ کی حامل ہے، انھوں نے اس کتاب کے ذریعہ اسلام کے اپنے اصلی پروگراموں کو نافذ کرنے میں ایک بلند قدم اٹھایا ہے۔

مباحث کی سرخیاں

1۔ حضرت آدم کے بعد: حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفی صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعتوں میں نسخ:

الف۔ حضرت آدم، نوح اور ابراہیم کی شریعت میں یگانگت اور اتحاد.

ب۔ نسخ و آیت کے اصطلاحی معنی.

ج۔ آیۂ کریمہ "ما ننسخ من آیۃ" اور آیہ کریمہ " اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ" کی تفسیر.

د۔ حضرت موسیٰ کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص تھی اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت کے بعد ختم ہو گئی.

ھ۔ ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی.

2۔ رب العالمین انسان کو آثار عمل کی جزا دیتا ہے.

الف۔ دنیوی جزا.

ب۔ اخروی جزا.

ج۔ موت کے وقت.

د۔ قبر میں.

ھ ۔ محشر اور قیامت میں.

و۔بہشت ودوزخ میں.

ز۔ صبر کی جزا.

عمل کی جزاء آئندہ والوں کی میراث.

شفاعت، بعض اعمال کی جزا ہے.

عمل کا حبط ہونا بعض اعمال کی سزا ہے.

جن اور انسان عمل کی جزاء پانے میں برابر ہیں.

3۔"رب العالمین "کے اسماء اور صفات.

الف ۔اسم کے معنی.

ب ۔رحمان.

ج۔ رحیم.

د۔ذوالعرش اور رب العرش.

4۔"وللہ الاسماء الحسنیٰ "کے معنی.

الف ۔اللہ.

ب ۔کرسی.

5۔ اللہ رب العالمین کی مشیت.

الف۔ مشیت کے معنی.

ب۔ رزق وروزی.

د: رحمت و عذاب.

ج ۔ہدایت وراہنمائی.

6۔بدا یا محو و اثبات(یمحواللہ ما یشاء و یثبت)

الف۔بدا کے معنی.

ب۔ بدا علمائے عقائد کی اصطلاح میں .

ج۔ بداَ قرآن کریم کی روشنی میں.

د۔ بدا مکتب خلفاء کی روایات میں.

ھ۔ بدا مکتب اہل بیت (ع) کی روایات میں.

7۔جبر و تفویض اور اختیار نیزان کے معنی.

8۔ قضا و قدر.

الف۔ قضا و قدر کے معنی.

ب۔ ائمہ اہل بیت کی روایات قضا و قدر سے متعلق.

ج ۔سوال وجواب.

(1)

1۔صاجبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ

الف: حضرت آدم اور نوح کی شریعتیں.

ب: نسخ و آیت کی اصطلاح اور ہر ایک کے معنی.

ج: آیۂ کریمہ "ما ننسخ من آیۃ"اور آیۂ کریمہ: "واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ..."کی تفسیر

د: موسی کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص تھی اور خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد ختم ہوگئی.

(1)

انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں

اس بحث میں قرآن کریم اور اسلامی روایات کی جانب رجوع کرتے ہوئے صرف ان امور کو بیان کرینگے جن سے صاجبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں (نسخ) کا موضوع واضح اور روشن ہو جائے، اسی لئے ہود، صالح، شعیب جیسے پیغمبروں کا تذکرہ نہیں کریں گے جن کی امتیں نابودہوچکی ہیں، بلکہ ہماری گفتگوان پیغمبر وں سے مخصوص ہے جنکی شریعتیں ان کے بعد بھی زندہ رہیں، جیسے حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اس کو ہم زمانے کی ترتیب کے ساتھ ذکر کریں گے۔

حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور محمد ﷺ کی شریعتوںمیں اتحاد و یگانگت

اوّل: حضرت آدم ابو البشر

روایات میں منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: روز جمعہ تمام ایاّم کا سردار ہے اور خدا کے نزدیک ان میں سب سے عظیم دن ہے، خداوندعالم نے حضرت آدم کو اسی دن خلق فرمایا اور وہ اسی دن باغ (جنت) میں داخل ہوئے اور اسی دن زمین پر اترے[1] اور حجر الاسود ان کے ہمراہ نازل کیا گیا۔[2] دوسری روایات میں اس طرح آیا ہے: خداوندعالم نے پیغمبروں، اماموں اور پیغمبروں کے اوصیاء کو جمعہ کے دن خلق فرمایا۔ اسی طرح روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ جبرائیل حضرت آدم کو حج کیلئے لے گئے اور انہیں مناسک کی

---

(1) صحیح مسلم، ج5، ص5 کتاب الجمعۃ باب فضل الجمعۃ، طبقات ابن سعد، ج1، طبع یورپ. (2) مسند احمد، ج2، ص 232، 327 اور 540۔ اخبار مکہ ازرقی (ت 223ھج) طبع، 1275ھج ص 31.

انجام دہی کا طریقہ سکھایا اور بعض روایات میں مذکور ہے:

بادل کے ٹکڑے نے بیت اللہ پر سایہ کیا، جبرائیل نے سات بار آدم کو اس کے ارد گرد طواف کرایا پھر انہیں صفا و مروہ کی طرف لے گئے اور سات بار ان دونوں کے درمیان سعی (رفت و آمد) کی، پھر اسکے بعد 9 ذی الحجہ کو عرفات میں لے گئے حضرت آدم نے عرفہ کے دن عصر کے وقت خداوندعالم کی بارگاہ میں تضرع و زاری کی اور خداوندعالم نے ان کی توبہ قبول کر لی، اسکے بعد دسویں کی شب کو مشعر الحرام لے گئے تو وہاں آپ صبح تک خداوندعالم سے راز و نیاز اور مناجات میں مشغول رہے اور دسویں کے دن منیٰ لے گئے تو وہاں پر توبہ کے قبول ہونے کی علامت کے عنوان سے سر منڈوایا پھر دوبارہ انھیں مکّہ واپس لائے اور سات بار کعبہ کا طواف کرایا، اسکے بعد خدا کی خوشنودی کی خاطر نماز پڑھی پھر نماز کے بعد صفا و مروہ کی سمت روانہ ہوئے اور سات بار سعی کی، خداوندعالم نے حضرت آدم و حوا کی توبہ قبول کرنے کے بعد دونوں کو آپس میں ملا دیا اور دونوں کو یکجا کر دیا اور حضرت آدم کو پیغمبری کے لئے برگزیدہ فرمایا۔[1]

دوم: ابو الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام

خداوندسبحان نے سورۂ نوح میں ارشاد فرمایا:

(اِنَّآ رْسَلْنَا نُوحًا ِلَی قَوْمِهِ نْ نذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ نْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابَ لِیمٌ★ قَالَ یَاقَوْمِ نِّی لَکُمْ نَذِیر مُبِینٌ★ انْ اعْبُدُوا اللهَ وَاتَّقُوهُ وَاَطِیعُونِی★وَقَالُوا لاَتَذَرُنَّ آلِهَتَکُمْ وَلاَتَذَرُنَّ وَدًّا وَلاَسُوَاعًا وَلاَیَغُوث وَیَعُوقَ وَنَسْرًا) ⁕[2]

بیشک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی قوم کو ڈرائو، نوح نے کہا: اے قوم! میں آشکارا ڈرانے والا ہوں تاکہ خدا کی بندگی کرو اور اس کی مخالفت سے پرہیز کرو نیز میری اطاعت کرو۔

ان لوگوں نے کہا: اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کو نہ چھوڑو۔

قرآن کریم میں حضرت نوح کی داستان کا جو حصہ ہماری بحث سے تعلق رکھتا ہے، وہ سورۂ شوریٰ میں خداوند متعال کا یہ قول ہے کہ فرماتا ہے:

---

(1) طبقات ابن سعد، طبع یورپ، ج،1 ص 12، 15، 36، مسند احمد، ج،1۔5 ص 178 اور 265، مسند طیالسی (حدیث 479) بحار الانوار ج11، ص 167 اور 197 حضرت آدم کی کیفیت حج سے متعلق متعدد اور مختلف روایات پائی جاتی ہیں.

(2) نوح:23321.

(شَرَعَ لَکم مِّن الدِّ ینِ مَا وَصَّیٰ بِهِ نُوحَاً وَ الَّذِی اَوحینَا اِلیکَ وَ مَا وَ صَّیناَ بِه اِبراهِیمَ وَ موَسیٰ وَ عِیسیٰ اَن اَقِیمُواا لدِّینَ وَ لاَ تَتَفَرَّقُوا فیه) [1]

وہی آئین و قانون تمہارے لئے تشریع کیا جس کا نوح کو حکم دیا اور جس کی تم کو وحی کی اورابراہیم ، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا ، وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ کرو۔

کلمات کی تشریح

1۔ودّ، سواع، یغوث اور نسر: علاّمہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق سے بحارالانوار میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسکا مضمون ابن کلبی کی کتاب الاصنام اور صحیح بخاری میں بھی آیا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے :

ودّ، سواع، یغوث اور نسر ، نیکو کار، مومن اور خدا پرست تھے جب یہ لوگ مر گئے تو انکی موت قوم کے لئے غم واندوہ کا باعث اور طاقت فرسا ہوگئی ،ابلیس ملعون نے ان کے ورثاء کے پاس آکر کہا: میں ان کے مشابہ تمھارے لئے بت بنا دیتا ہوں تاکہ ان کو دیکھو اور انس حاصل کر وخدا کی عبادت کرو ،پھر اس نے ان کے مانند بت بنا ئے تو وہ لوگ خدا کی عبادت کرتے اور بتوں کا نظارہ بھی اورجب جاڑے اور برسات کا موسم آیا تو انھیں گھروں کے اندر لے گئے اور مسلسل خدا وند عزیز کی عبادت میں مشغول رہتے ،یہاں تک کہ انکا زمانہ ختم ہوگیا اور ان کی اولاد کی نوبت آگئی وہ لوگ بولے یقینا ہمارئے آباء و اجداد ان کی عبادت کرتے تھے ، اس طرح خدا وندکی عبادت کے بجائے انکی عبادت کرنے لگے، اسی لئے خداوند عالم ان کے قول کی حکایت کرتا ہے:

(وَلاَتَذَرُنَّ وداًّ وَ لا سُواعاً)[2]

2۔ وصیت : انسان کا دوسرے سے وصیت کرنا یعنی ، ایسے مطلوب اور پسندیدہ کاموں کے انجام دینے کی سفارش اور خواہش کرنا جس میں اس کی خیر و صلاح دیکھتا ہے۔

خدا وندعالم کا کسی چیزکی وصیت کرنا یعنی حکم دینا اور اس کا اپنے بندوں پر واجب کرنا ہے۔[3]

---

(1)شوری ۱۳:

(2) بحار الانوار۔ج3،ص 248 اور 252؛ صحیح بخاری،ج3 ص 139 سورہ نوح کی تفسیر کے ذیل میں.

(3) معجم الفاظ القرآن الکریم مادۂ وصی.

آیات کی مختصر تفسیر

خدا وندعالم نے گزشتہ آیات میں خبر دی ہے کہ نوح کو انکی قوم کے پاس بھیجا تاکہ انھیں ڈرائیں نوح نے ان سے کہا: میں تمہیں ڈرانے والا(پیغمبر) ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم سے کہوں: خدا سے ڈرو اور صرف اسی کی بندگی اور عبادت کرو اور خداوندا عالم کے اوامر اور نواہی کے سلسلے میں میری اطاعت کرو، ان لوگونّنے انکار کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے جواب میں کہا: اپنے خدا کی عبادت سے دستبردار نہ ہونا! خدا وند عالم نے آخری آیتوں میں بھی فرمایا:

اے امت محمد! خداوند عالم نے تمہارے لئے وہی دین قرار دیا ہے جو نوح کے لئے مقرر کیا تھا اور جو کچھ تم پر اے محمد ﷺ وحی کی ہے یہ وہی چیز ہے جس کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا، پھر فرمایا اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ اندازی نہ کرو۔[1]

اورجو کچھ اس مطلب پر دلالت کرتا ہے وہی ہے جو خدا وند عالم سورۂ (صافّات) میں ارشاد فرماتا ہے:

(سَلام عَلَیٰ نُوحِ فِی العَالَمِینَ اِنّاَ کَذٰلِکَ نَجزِی المحسِنِینَ اِنَّه مِن عِبَادِنَا المؤمِنِینَ ثُمَّ اَ غرَقنَا ا لآ خرِینَ وَاِنَّ مِن شِیعتِہ لاَ بِراھِیمَ اِذ جَا ئَ رَبَّهُ بِقلبٍ سَلِیم)[2]

عالمین کے درمیان نوح پر سلام ہو ہم اسی طرح نیکو کارونکو جزا دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں تھے، پھر دوسروں کو غرق کردیا اور ابراہیم ان کے شیعوں میں سے تھے، جبکہ قلب سلیم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں آئے۔

شیعہ یعنی ثابت قدم اور پائدار گروہ جو اپنے حاکم و رئیس کے فرمان کے تحت رہے، شیعہ شخص، یعنی اسکے دوست اور پیرو۔[3]

اس لحاظ سے، آیت کے معنی: (ابراہیم نوح کے شیعہ اور پیرو کار تھے) یہ ہونگے کہ ابراہیم حضرت نوح کی شریعت کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔

خدا وندعالم کی توفیق و تائید سے آئندہ مزید وضاحت کریں گے۔

---

(1)آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر تبیان اور مجمع البیان میں ملاحظہ ہو.

(2) آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر "تبیان" ملاحظہ ہو(3) لسان العرب مادہ: شیع.

سوم: خلیل خدا حضرت ابراہیم

ہماری بحث میں حضرت ابراہیم سے مربوط آیات درج ذیل ہیں:

الف۔ سورہ حج:

(وَ اِذ بَوّ انا لِابراهیم مکان البیتِ ان لا تشرک بی شیئا وطهر بیتی للطا ئفین و القائمین والرکع السجودؑ واذن فی الناس بالحج یأ توک رجالا و علیٰ کل ضامر یأ تین من کلّ فج عمیق٭ لیشهدوا منافع لهم و یذکروا اسم الله فی أیام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الا نعام) [1]

اورجب ہم نے ابراہیم کیلئے گھر (بیت اللہ) کو ٹھکانا بنایا تو ان سے کہا: کسی چیز کو میرے برابر اور میرا شریک قرار نہ دو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوںکے لئے پاک و پاکیزہ رکھو اور لوگوں کو حج کی دعوت دو تا کہ پیادہ اور لاغر سواریوں پر سوار دور دراز راہ سے تمہاری طرف آئیں، تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور خداوند عالم کا نام معین ایام میں ان چوپایوں پر جنھیں ہم نے انکا رزق قرار دیا ہے اپنی زبان پر لائیں:

ب۔ سورۂ بقرہ:

(و اِذ جعلنا البیت مثابةً للناس و امناً و اتّخذ وا من مقام اِبراهیم مصلی و عهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طهرابیتی للطائفین و العا کفین و الرکع السجود... واذ یرفع أبراهیم القواعد من البیت و اسماعیل ربّنا تقبّل منا اِنک اَنت السمیع العلیم ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا أمة مسلمة لک و أرنا منا سکنا وتب علینا اِنّک اَنت التوّاب الرحیم) [2]

اورجب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا ٹھکانہ اور ان کے امن و امان کا مرکز بنایا اور ان سے فرمایا مقام ابراہیم کو اپنا مصّلیٰ قرار دو اور ابراہیم و اسماعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کوطواف کرنے والوں، مجاورں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوںکے لئے پاک و پاکیزہ رکھو اورجب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی

---

(1) حج 26۔28

(2) بقرہ 125۔128

دیواریں بلند کر رہے تھے تو کہا: خدایا ہم سے اسے قبول فرما اس لئے کہ تو سننے اور دیکھنے والا ہے، خدایا! ہمیں اپنا مسلمان اور مطیع و فرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت سے بھی ایک فرمانبردار، مطیع و مسلمان امت قرار دے نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا اور ہماری توبہ قبول کر اس لئے کہ تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

ج۔ سورۂ بقرہ:

(و قالو ا کونوا هوداً او نصاریٰ تهتدوا قل بل ملّة ابراهيم حنيفاً و ما کان من المشرکين قولو ا آمنّا با لله و ما أنزل الينا و ما أنز ل ا لیٰ اِبراهيم واِسماعيل و اسحٰق ويعقوب و الأِسباط وما أوتی موسیٰ وعيسیٰ و ما أوتیٰ النبيّون من ربّهم لا نفرق بين أحد منهم و نحن له مسلمون)[1]

اور انھوں نے کہا: یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تاکہ ہدایت پاؤ؛ ان سے کہو: بلکہ حضرت ابراہیم کے خالص اور محکم آئین کا اتباع کرو کیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے ان سے کہو ہم خدا پر ایمان لائے، نیز اس پر بھی جو ہم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ ابراہیم ،اسماعیل، اسحق ،یعقوب اور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوا ہے، نیز جو کچھ موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء پر خداوندا عالم کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ہم ان میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں جانتے اور ہمصرف خدا کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہیں۔

د۔ سورۂ آل عمران:

(ما کان اِبراهيم يهودياً ولانصرانياً و لکن کان حنيفاً مسلماً و ما کان من المشرکين) [2]

ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ ایک خالص خدا پرست اور مسلمان تھے اور وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

نیز اسی سورہ میں:

(قل صدق الله فاتبعوا ملّة ابراهيم حنيفاً وما کا ن من المشرکين)[3]

کہو! خداوند عالم نے سچ کہا ہے، لہٰذا براہیم کے خالص آئین کی پیروی کرو کیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

---

(1) بقرہ 135 و 136 (2) آل عمران 68 (3) آل عمران 95

ہ۔ سورۂ انعام:

(قل انّنی هدانی ربّی الی صراط مستقیم دیناً قیماً ملّة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین)[1]

کہو! ہمارے خدانے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے استوار و محکم دین اور ابراہیم کے خالص آئین کی وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

ز۔سورۂ نحل:

(ثمّ أوحینا الیک ان اتّبع ملّة اِبراهیم حنیفاًو ما کان من المشرکین)[2]

پھر ہم نے تم کو وحی کی کہ ابراہیم جو کہ خالص اور استوار ایمان کے مالک تھے نیز مشرکوں میں نہیں تھے ان کے آئین کی پیروی کرو۔

کلمات کی تشریح:

1۔ بوّانا: هیّأنا : ہم نے آمادہ کیا ،جگہ دی اور اسے تمکن بخشا۔

2۔ اَذِن: اعلان کرو ، دعوت دو ، صدا دو ، لفظ اذان کا مادہ یہی کلمہ ہے۔

3۔ رجالاً: پا پیادہ ، جو سواری نہ رکھتا ہو، راجل یعنی پیادہ (پیدل چلنے والا)

4۔ البھیمۃ: ہر طرح کے چوپائے۔

5۔ ضامر: دبلا پتلا لاغر اندام اونٹ۔

6۔فجّ: پہاڑوں کے درمیان درّہ کو کہتے ہیں۔

7۔ مثابۃ: اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ رجوع کرتے ہیں:

(و أِذجعلنا البیت مثابة للناس)

یعنی ہم نے گھر کو حجاج کے لئے رجوع اور باز گشت کی جگہ قرار دی تاکہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف آئیں، نیز ممکن ہے ثواب کی جگہ مراد ہو ، یعنی لوگ مناسک حج و عمرہ کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ثواب و

---

(1) انعام 161

(2) نحل 123

جزا کے بھی مالک ہوں، نیز ان کے امن و امان کی جگہ ہے۔

8۔ (مناسکنا،عبادادتنا)"نُسک "خدا کی عبادت اور وہ عمل جو خدا سے نزدیکی اور تقرب کا باعث ہو ، جیسے حج میں قربانی کرنا کہ ذبح شدہ حیوان کو " نسیکہ"کہتے ہیں ؛ منسک عبادت کی جگہ اور مناسک: عرفات ، مشعر اور منیٰ وغیرہ میں اعمال حج اور اس کے زمان و مکان کو کہتے ہیں۔

9۔ مقام ابراہیم :کعبہ کے مقابل روئے زمین پر ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔

10۔ حنیف : استوار، خالص ، ضلالت و گمراہی سے راہ راست اور استقامت کی طرف مائل ہونے والا ؛ حضرت ابراہیم کی شریعت کا نام "حنیفیہ" ہے۔

11۔قِیماً، قِیماو رقَیِّم:ثابت مستقیم اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے دور۔

12۔ ملة۔ دین، حق ہو یا باطل ، اس لحاظ سے جب بھی خدا ، پیغمبر اور مسلمان کی طرف منسوب ہو اس سے مراد دین حق ہے۔

آیات کی مختصر تفسیر:

خدا وندا عالم فرماتا ہے: اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ سے آگاہ کیا تاکہ اس کی تعمیر کریں اور جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو وہ دونوںؐ اپنے پروردگار کو آواز دیتے ہوئے کہہ رہے تھے : خدایا ! ہم سے اس عمل کو قبول کر اور ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار مسلمان بندہ قرار دے، نیز ہماری ذریت سے ایک سراپا تسلیم رہنے والی مسلمان امت قرار دے، نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا ، خدا وند سبحان نے انکی دعا قبول کر لی ، ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے اسماعیل کو راہ خدا میں قربان کر رہے ہیں[(1)] اس وقت اسماعیل سن رشد کو پہنچ چکے تھے اور باپ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے، ابراہیم نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا اسماعیل کو اس سے آگاہ کر دیا، انھوں نے کہا : بابا آپ جس امر پر مامور ہیںؐ اسے انجام دیجئے، آپ مجھے عنقریب صابروں میں پائیں گے، لہٰذا جب دونوں فرمان خدا وندی کے سامنے سراپا تسلیم ہو گئے اور ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کو زمین پر لٹا دیا تاکہ راہ خدا

---

(1) پیغمبر جو خواب میں دیکھتا ہے وہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔

میں قربان کریں تو خدا وند عالم نے آواز دی : اے ابراہیم !تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا!کیونکہ اسمٰعیل کو ذبح کرنے میں مشغول ہو گئے تھے اور یہ وہی چیز تھی جس کا انھوںنے خواب میں مشاہدہ کیا تھا ، انھوں نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر چکے ہیں اسی اثنا میں خدا نے دنبہ کو اسماعیل کا فدیہ قرار دیا اور ابراہیم کے سامنے فراہم کردیا اور انھوں نے اسی کی منیٰ میں قربانی کی ۔

خدا وند عالم نے ابراہیم کو حکم دیا کہ حج کا اعلان کردیں کہ عنقریب لوگ پاپیادہ اورسواری سے دور دراز مسافت طے کر کے حج کے لئے آئیں گے اور خدا وندعالم نے اس گھر کو امن و امان کی جگہ اورثواب کا مقام قرار دیا اور حکم دیا کہ لوگ مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ(نماز کی جگہ) بنائیں۔

خدا وند عالم دیگرآیات میں ابراہیم کے دین اور ملت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے :

ابراہیم خالص اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے ، وہ نہ تو مشرک تھے اور نہ یہودی اور نصرانی ، جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے ، خداوندعالم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آئین ابراہیم کی پیروی کریں اور پیغمبر ﷺ کو اس کام کے لئے مخصوص فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں سے کہیں:

ہمارے خدا نے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے ، جواستوار دین اور حضرت ابراہیم کی پاکیزہ ملت جوکہ شرک سے رو گرداں اور اسلام کی طرف مائل تھے منجملہ حضرت خاتم الانبیاء کا اپنے جد ابراہیم کی شریعت کی پیروی میں مناسک حج بجا لانا بھی ہے اس طرح کہ جیسے انہوں نے حکم دیا تھا ، رسول ﷺ خدا کی امت بھی ایسا ہی کرتی ہے اور مناسک حج اسی طرح سے بجا لاتی ہے جس طرح ابراہیم خلیل الرحمن نے انجام دیا تھا۔

بحث کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدم اور ان تمام لوگوں کے لئے جوان کے زمانے میں زندگی گزار رہے تھے مبارک دن تھا، یہ دن حضرت خاتم الانبیاء اور ان کی امت کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے مبارک ہے۔

خانہ خدا کا حج آدم ، ابراہیم اور خاتم الانبیاء نیزان کے ماننے والے آج تک بجا لاتے ہیں اور اسی طرح ابد الآبادتک بجا لاتے رہیں گے، خدا وند عالم نے حضرت خاتم الانبیاء اوران کی امت کے لئے وہی دین اور آئین مقرر فرمایا جو نوح کے لئے تھا اور حضرت ابراہیم حضرت نوح کے پیرو اور ان کی شریعت کے تابع تھے ،اسی لئے خدا وند عالم نے خاتم الانبیا ﷺ اور ان کی امت کو حکم دیا کہ شریعت ابراہیم اور ان کے محکم اور پائدار دین کے تابع ہوں۔

پیغمبروں کی شریعتوں میں حضرت آدم سے پیغمبر خاتم ﷺ تک کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ گزشتہ شریعت کی آئندہ شریعت کے ذریعہ تجدید ہے اور کبھی اس کی تکمیل ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت آدم نے حج کیا اور حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرکے حج کی بعض علامتوں کی تجدید کی اور خاتم الانبیائ ﷺ نے احرام کے میقاتوں کی تعیین کی مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنایا اور تمام نشانیوں کی وضاحت کرکے اس کی تکمیل کی۔

خداوند سبحان نے اسلامی احکام کو اس وقت کے انسانوں کی ضرورت کے مطابق حضرت آدم کے لئے ارسال فرمایا جو انسان اپنی کھیتی باڑی اور جانورں کے ذریعہ گزر اوقات کرتا تھا اور شہری تہذیب و تمدن سے دور تھا ،جب نسل آدمیت کا سلسلہ آگے بڑھا اور حضرت نوح کے زمانے میں آبادیوںکا وجود ہوا اور بڑے شہروں میں لوگ رہنے لگے تو انھیں متمدن اور مہذب افراد کے بقدر وسیع تر قانون کی ضرورت محسوس ہوئی ، (انسان کی تجارتی ، سماجی اور گوناگوں مشکلات کو دیکھتے ہوئے جن ضرورتوں کا بڑے شہروں میں رہنے والوں کو سامنا ہوتا ہے) تو خداوندعالم نے اسلامی احکام کی جتنی ضرورت تھی حضرت نوح پر نازل کیا ،تاکہ ان کی ضرورتوں کی تکمیل ہوسکے جس طرح خاتم الانبیاء ﷺ پرزمانے کی ضرورت کے مطابق احکام نازل فرمائے

گزشتہ امتیں عام طور پر اپنے نبیوں کے بعد منحرف ہوکر شرک کی پجاری ہو گئیں جیسا کہ اولاد آدم کا کام حضرت نوح کے زمانے میں بت پرستی تھا ، ایسے ماحول میں پیغمبر ﷺ نے سب سے پہلے خالق کی توحید کی دعوت دی اور بتوں کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت نوح ، ابراہیم اور حضرت خاتم الانبیاء تک تمام نبیوں کا یہی دستور اور معمول رہا ہے چنانچہ آنحضرت عرب کے بازاروں اور حجاج کے خیموں میں رفت و آمد رکھتے اور فرماتے تھے (لاالہ الا اللہ) کہو !کامیاب ہو گے! کبھی بعض امتوں کے درمیان ان کے سرکش اور طاغوت صفت رہبر نے "ربوبیت" کا دعوی کیا جیسے نمرود ملعون نے حضرت ابراہیم کے ساتھ ان کے پروردگار کے بارے میں احتجاج کیا اور سرکش اور طاغی فرعون نے (انا ربّکم الا علیٰ) کی رٹ لگائی ، ایسے حالات میں خدا کے پیغمبر سب سے پہلے اپنی دعوت کا آغاز توحید ربوبی سے کرتے تھے ، جیسا کہ ابراہیم نے نمرود سے کہا: (ربّی الذی یحیی و یمیت) میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔

اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا :

(ربّنا الذی اعطیٰ کلّ شیئٍ خلقه ثمّ هدیٰ) ۔[1]

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کی خلقت کے تمام لوازم عطا کئے، اس کے بعد ہدایت فرمائی۔

حضرت موسیٰ کی فرعون سے اس گفتگو کی تشریح سورۂ اعلی میں موجود ہے:

(سبّح اسم ربّک الأعلیٰ ۔ الذی خلق فسوّیٰ ۔ و الذی قدّر فهدیٰ ۔ و الذی أخرج المرعیٰ ۔ فجعله غثاء أحویٰ)[2]

اپنے بلند مرتبہ اور عالی شان پروردگار کے نام کو منزہ سمجھو، وہی جس نے زیور تخلیق سے منظم و آراستہ فرمایا، وہی جس نے تقدیر معین کی ہے اور پھر ہدایت فرمائی، وہ جس نے چراگاہ کو وجود بخشا پھر اسے خشک اور سیاہ بنادیا۔

سورۂ اعراف میں بیان ہوتا ہے :

(اِنّ ربّکم الله الذی خلق السّموات و الأرض)[3]

بیشک تمہارا ربّ وہ خدا ہے جس نے آسمان و زمین خلق کیا ہے۔

اس بنا پر بعض گزشتہ امتیں بنیادی عقیدہ توحید سے منحرف ہوجاتی تھیں جیسے حضرت نوح اور ابراہیم وغیرہ کی قومیں اور بعض عمل کے اعتبار سے اسلام سے منحرف ہو جاتی تھیں جیسے قوم لوط اور شعیب کے کرتوت.

اگر قرآن کریم، پیغمبروں کی روایات، انبیاء کے آثار اور اخبار اسلامی مدارک میں بغور مطالعہ اور تحقیق کی جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ بعد والے پیغمبر خدا وند عالم کی جانب سے پہلے والے پیغمبروں پر نازل شدہ شریعت کی تجدید کرنے والے رہے ہیں، ایسی شریعت جو امتوں کی طرف سے محو اور تحریف ہو چکی تھی، اس لئے خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کہیں:

(آمنّا بالله و ما أنزل الینا و ما أنزلِ الیٰ ابراهیم و اِسما عیل و اِسحق و یعقوب و الأسباط و ما أوتی موسیٰ و عیسیٰ و ما أوتیٰ النبیّون من ربّهم لا نفرّق بین أحد منهم ونحن له مسلمون)[4]

کہو کہ ہم خدا اور جو کچھ خدا کی طرف سے ہم پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائے ہیں نیز ان تمام چیزوں پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحق، یعقوب اور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں، نیز جو کچھ

---

(1) طہ 50 (2) اعلی 1 ۔ 5 (3) اعراف 54 (4) بقرہ 136

موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء کو خدا کی جانب سے دیا گیا ، ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی سے جدا تصوّر نہیں کرتے ہم تو صرف اور صرف فرمان خدا وندی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں ۔

سوال:

ممکن ہے کوئی سوال کرے: اگر پیغمبروں کی شریعتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں تو انبیاء کی شریعتوں میں نسخ کے معنی کیا ہوں گے کہ خدا و ندعالم ارشاد فرماتا ہے :

(ما ننسخ من آیةٍ أوننسها نات بخیر منها أو مثلها الم تعلم أنّ الله علی کلّ شیئٍ قدیر)[1]

(کوئی حکم ہم اس وقت تک نسخ نہیں کرتے یا اسکے نسخ کو تاخیر میں نہیں ڈالتے جب تک کہ اس سے بہتر یا اس جیسا نہ لے آئیں کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے)۔

نیز خدا وند عالم کی اس گفتگو میں "تبدیل" کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے:

(و اِذا بدّلنا آیة مکان آیة و الله اعلم بما ینزّ ل قالو اِنّما أنت مفتر بل أکثرهم لا یعلمون)[2]

(اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں (کسی حکم کو نسخ کرتے ہیں) تو خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے ، کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو ، بلکہ ان میں زیادہ تر لوگ نہیں جانتے)

جواب:

ہم اسکے جواب میں کہیں گے: یہاں پر بحث دو موضوع سے متعلق ہے:

1۔ اصطلاح "نسخ" اور اصطلاح "آیت".

2۔مذکورہ آیات کے معنی.

انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کے متعلق چھان بین اور تحقیق کریں گے۔

---

(1)سورہ بقرہ 106

(2)سورہ نحل 101.

نسخ وآیت کی اصطلاح اور ان کے معنی

اوّل۔ نسخ:

نسخ؛ لغت میں ایک چیز کو بعد میں آنے والی چیز کے ذریعہ ختم کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں: "نسخت الشمس الظل" سورج نے سایہ ختم کردیا۔

نسخ؛ اسلامی اصطلاح میں : ایک شریعت کے احکام کو دوسری شریعت کے احکام کے ذریعہ ختم کرنا ہے، جیسے گزشتہ شریعتوں کے بعض احکام کا خاتم الانبیاء کی شریعت کے احکام سے نسخ یعنی ختم کرنا ہے، اسی طرح خاتم الانبیاء کی شریعت میں وقتی حکم کا دائمی حکم سے نسخ کرنا ، جیسے مدینہ میں فتح مکہ سے پہلے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت کی بنیاد پر میراث پانا رائج تھا جو فتح مکہ کے بعد اعزاء و اقارب کے میراث پانے کے حکم سے منسوخ ہوگیا۔[1]

دوم ۔ آیت:

آیت؛ اسلامی اصطلاح میں تین معنی کے درمیان ایک مشترک لفظ ہے:

1۔ انبیاء کے معجزہ کے معنی میں جیسا کہ موسیٰ ابن عمران سے سورۂ نمل میں خدا ارشاد فرماتا ہے :

(وأدخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوءٍ فی تسع آیاتٍ الیٰ فرعون و قومهِ)[2]

---

(1) تفسیر طبری، ج10، ص26،27، تفسیر ابن کثیر ج،2، ص328 اور 221 اور تفسیر الدر المنثور، ج2، ص207.

(2) نمل12.

اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرو تاکہ سفید درخشاں اور بے عیب باہر آئے یہ انھیں نُہ گانہ معجزوں میں شامل ہے جن کے ہمراہ فرعون اور اس کے قوم کی جانب مبعوث کئۓ جا رہے ہو۔

2۔ قرآنی الفاظ کی ترکیب جس کی تعیین شمارہ کے ذریعہ کی گئی ہے، جیساکہ سورۂ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:

(طٰس تلک آیات القرآن وکتاب مبین)

طٰس، یہ قرآنی آیتیں اور ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔

3۔ کتاب الٰہی کے ایک یا چند حصّے جس میں شریعت کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو۔[1]

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصّوں کا آیت نام رکھنے سے مقصود اسکا مدلول اور معنی ہے یعنی وہ حکم جو اس حصّہ میں آیاہے اور" نسخ" اسی حکم سے متعلق ہے اور قرآن کے ان الفاظ کو شامل نہیں ہے جو کہ اس حکم پر دلالت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشترک الفاظ کے معنی، کلام میں موجود قرینے سے جو کہ مقصود پر دلالت کرتا ہے معین ہوتے ہیں۔

یہ نسخ اور آیت کے اسلامی اصطلاح میں معنی تھے اوراب موضوع بحث دو آیتوں کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

---

(1) اس بات کی بسوط اور مفصل شرح ((القرآن الکریم و روایات المدرستین)) کی دوسری جلد کی مصطلحات کی بحث میں مذکور ہوئی ہے۔

3

آیۂ نسخ اور آیۂ تبدیل کی تفسیر

آیۂ نسخ:

نسخ کی آیت سورۂ بقرہ میں (40 سے 152)آیات کے ضمن میں آئی ہے اس ضمن میں جو کچھ ہماری بحث سے متعلق ہوگا اسے ذکر کررہے ہیں:

(یَابَنِی سْرَائِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِی الَّتِیَ نْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَوْفُوا بِعَهْدِیُ وفِ بِعَهْدِکُمْ وَیَّایَ فَارْهَبُونِی (40) وَآمِنُوا بِمَا نزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَکُمْ وَلاَتَکُونُوا وَّلَ کَافِرٍ بِهِ وَلاَتَشْتَرُوا بِآیَاتِی ثَمَنًا قَلِیلًا وَیَّایَ فَاتَّقُونِی (41) وَلاَتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (42) یَابَنِی سْرَائِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِی الَّتِیَ نْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِینَ (47) وَاتَّقُوا یَوْمًا لاَتَجْزِی نَفْس عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَلاَیُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَة وَلاَیُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْل وَلاَهُمْ یُنصَرُونَ (48) وَذْ خَذْنَا مِیثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمْ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَیْنَاکُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْکُرُوا مَا فِیهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ)[1]

اے بنی اسرئیل !ان نعمتو ں کو یاد کرو، جو ہم نے تمہارے لئے قرار دی ہیں؛ اورجو تم نے ہم سے عہد و پیمان کیا ہے اس کو وفا کرو ،تا کہ میں بھی تمہارے عہد و پیمان کو وفا کروں اور صرف مجھ سے ڈرو اور جو کچھ میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، جو تمہا ری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور تم لوگ سب سے پہلے اس کے انکار کرنے والے نہ بنو، نیز میری آیات کو معمولی قیمت پر فروخت نہ کرو اور صرف مجھ سے ڈرو اور حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اورجو حقیقت تم جانتے ہو اسے نہ چھپاؤ اے بنی اسرائیل !جو تم پر میں نے اپنی نعمتیں نازل کی

---

(1)سورۂ بقرہ 40 ۔ 63

ہیں اور تمہیں عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے اسے یاد کرو نیز اس دن سے ڈرو ، جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی کی کسی کے بارے میں شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی کا کسی سے تاوان لیا جائے گا اور کسی صورت مدد نہیں کی جائے گی ، اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا تھا نیز کوہِ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیزگار ہو جاؤ۔

(وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَ ۪يَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَائَكُمْ رَسُول بِمَا لاَتَهْوَىٰ نفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (87) وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْف بَلْ لَعَنَهُمْ اللهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ (88) وَلَمَّا جَائَهُمْ كِتَاب مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّق لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَائَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (89) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ نفُسَهُمْ ۨنْ يَكْفُرُوا بِمَا نزَلَ اللهُ بَغْيًا ۨنْ يُنَزِّلَ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَائُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَائُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَاب مُهِين (90) وَ ۪ذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا نزَلَ اللهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا نزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَائَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ نبِيَائَ اللهِ مِنْ قَبْلُ ۨنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (91) وَلَقَدْ جَائَكُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَ ۪نْتُمْ ظَالِمُونَ)[1]

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اوران کے بعد بلا فاصلہ پیغمبروں کو بھیجا ؛ اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح و روشن دلائل دئے اور اس کی روح القدس کے ذریعہ تائید کی ، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیز لایا، تم نے سرکشی اور طغیانی دکھائی اور ایک گروہ کو جھٹلایا اور کچھ کو قتل کر ڈالا ؟ تو ان لوگوں نے کہا : ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ! نہیں ، بلکہ خداوند عالم نے انھیں ان کے کفر کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور رکھا ہے پس بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں اور جب خدا کی طرف سے ان کے پاس کتاب آئی جو کہ ان کے پاس موجود کتاب میں نشانیوں کے مطابق تھی اور اس سے پہلے اپنے آپ کو کافروں پر کامیابی کی نوید دیتے تھے ، ان تمام باتوں کے باوجود جب یہ کتاب اور شناختہ شدہ پیغمبر ان کے پاس آیا تو اسکا انکار کر گئے لہٰذا کافروں پر خدا کی لعنت ہو ، بہت برے انداز میں انھوں نے اپنا سودا کیا کہ

---

(1)بقرہ 87۔92

ناحق خدا کی نازل کردہ آیات کا انکار کر گئے اور اس بات پر کہ خدا وندعالم اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہے اپنی آیات ارسال کرے اعتراض کرنے لگے! لہٰذا دوسروں کے غیظ و غضب سے کہیں زیادہ غیظ و غضب میں گرفتار ہو گئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے: جو خدا نے بھیجا ہے اس پر ایمان لے آؤ، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے اور اسکے علاوہ کے منکر ہوجاتے ہیں جب کہ وہ حق ہے اور انکی کتاب کی بھی تصدیق کرتاہے، کہو: اگر تم لوگ ایمان دار ہو تو پھر کیوں خدا کے پیغمبروں کو اس کے پہلے قتل کرتے تھے؟اور موسیٰ نے ان تمام معجزات کو تمہارے لئے پیش کیا لیکن تم نے ان کے بعد ظالمانہ انداز میں گو سالہ پرستی شروع کردی۔

(وَلَقَدْ نَزَلْنَا لَیْکَ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَمَا یَکْفُرُ بِهَا لاَّ الْفَاسِقُونَ (99) وَلَوْ نَّهُمْ آمَنُوا واتَّقَوْا لَمَثُوبَة مِنْ عِنْدِ اللهِ خَیْرٌ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُونَ (103) مَا یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْ هْلِ الْکِتَابِ وَلاَالْمُشْرِکِینَ نْ یُنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِنْ خَیْرٍ مِنْ رَبِّکُمْ وَاللهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ یَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ (105) مَا نَنسَخْ مِنْ آیَةٍ وْ نُنسِهَا نَ ْتِ بِخَیْرٍ مِنْهَا وْ مِثْلِهَا لَمْ تَعْلَمْ نَّ اللهَ عَلَی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیر)[1]

ہم نے تمہارے لئے روشن نشانیاں ارسال کیں اور بجز کفار کے کوئی ان کا انکار نہیں کرتا اور اگر وہ لوگ ایمان لاکر پرہیز گار ہو جاتے تو خدا کے پاس جو ان کے لئے جزا ہے وہ بہتر ہے اگر وہ علم رکھتے کافر اہل کتاب اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے خدا کی طرف سے تم پر خیر وبرکت نازل ہو، جبکہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت کو اس سے مختص کردے اور خدا وند عالم عظیم فضل کا مالک ہے، جب بھی ہم کوئی حکم نسخ کرتے ہیں یا تاخیر میں ڈالتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مانند پیش کرتے ہیں کیا تمھیں نہیں معلوم کہ خدا وندعالم ہر چیز پر قادر ہے؟

(وَدَّ کَثِیر مِنَ هْلِ الْکِتَابِ لَوْ یَرُدُّونَکُمْ مِنْ بَعْدِ یمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ َ نفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ الْحَقُّ ... وَقَالُوا لَنْ یَدْخُلَ الْجَنَّةَ لاَّ مَنْ کَانَ هُودًا َ وْ نَصَارَی تِلْکَ َمَانِیُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَکُمْ نْ کُنتُمْ صَادِقِینَ (111) بَلَی مَنَ سْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِن فَلَهُ جْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلاَخَوْف عَلَیْهِمْ وَلاَهُمْ یَحْزَنُونَ (112)وَلَنْ تَرْضَی عَنْکَ الْیَهُودُ وَلاَالنَّصَارَی)

---

(1) بقرہ99۔106

(حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللهِ هُوَ الْهُدَی وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ هْوَائَهُمْ بَعْدَ الَّذِی جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِیٍّ وَلاَنَصِیرٍ)[1]

بہت سارے اہل کتاب از روئے کفر و حسد(جو کہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرچکا ہے) آرزومندہیں کہ تمہیں اسلام اور ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں جبکہ ان پر حق مکمل طورپر واضح ہو چکا ہے...۔ اور کہتے ہیںکوئی بھی یہود و نصاریٰ کے علاوہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا ، یہ انکی آرزوئیں ہیں ان سے کہو : اگر سچ کہتے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو ، یقینا جو کوئی اپنے آپ کو خدا کے سامنے سراپا تسلیم کردے اورپرہیزگار ہو جائے تو خدا کے نزدیک اس کی جزا ثابت ہے نہ ان پر کسی قسم کا کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ محزون و مغموم ہوگا ،یہود و نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے ، مگر یہ کہ تم ان کے آئین کا اتباع کرو ، ان سے کہو: ہدایت صرف اور صرف اللہ کی ہدایت ہے اور اگر آگاہ ہونے کے باوجودان کے خواہشات کا اتباع کرو گے تو خدا کی طرف سے کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہ ہوگا :

(یَابَنِی سْرَائِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِی الَّتِی َ نْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ ِنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِینَ (122) وَاتَّقُوا یَوْمًا لاَتَجْزِی نَفْس عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَلاَیُقْبَلُ مِنْهَا عَدْل وَلاَتَنفَعُهَا شَفَاعَة وَلاَهُمْ یُنصَرُونَ)[2]

اے بنی اسرائیل! جو نعمتیں ہم نے تمھیں عطا کی ہیں اور تم کوتمام عالمین پر فضیلت و برتری عطا کی ہے اسے یاد کرو اوراس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا اورکوئی شفاعت اسے فائدہ نہیں دے گی اور کسی صورت مدد نہیں ہوگی۔

خدا وندعالم نے ان آیات کے ذکرکے بعد ایک مقدمہ کی تمہید کے ساتھ جس کے بعض حصّے کو اس سے قبل حضرت ابراہیم اور اسماعیل کے خانہ کعبہ بنانے کے سلسلے میں ہم نے ذکر کیا ہے، فرمایا:

الف: (وِاذ یرفع أبراهیم القواعدمن البیت و أِسماعیل)[3]

اورجبکہ حضرت ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے ۔

ب:(وِاذ جعلنا البیت مثابة للنّاس و أمناً)[4]

اورجب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے رجوع کا مرکز اور امن و امان کی جگہ قرار دی۔

---

(1) بقرہ119۔120 (2) بقرہ122،123 (3) بقرہ 127 (4) بقرہ 125

ج:(و عهدنا الیٰ أبراهیم و أسماعیل أن طهرا بیتی للطّا ئفین و العاکفین و الرّکّع السجود)[1]

اورہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں، مجاورں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھیں۔

خدا وند عالم ایسی تمہید کے ذریعہ" نسخ "کا موضوع معین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(قَدْ نَرَی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَائِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا کُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَکُمْ شَطْرَهُ وَ ِنَّ الَّذِینَ وتُوا الْکِتَابَ لَیَعْلَمُونَ نَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا الله بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُونَ (144) وَلَئِنْ تَیْتَ الَّذِینَ وتُوا الکِتَابَ بِکُلِّ آیَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَکَ وَمَا َ نْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ...(145) الَّذِینَ آتَیْنَاهُمْ الْکِتَابَ یَعْرِفُونَهُ کَمَا یَعْرِفُونَ َبْنَائَهُمْ وَ ِنَّ فَرِیقًا مِنْهُمْ لَیَکْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُونَ)[2]

ہم آسمان کی جانب تمھاری انتظار آمیز نگاہوں کو دیکھتے ہیں یقینا ہم تمہیںاس قبلہ کی جانب جسے تم دوست رکھتے ہو واپس کردیں گے لہٰذا اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لو اور جہاں کہیں بھی رہو اپنا رخ اسی جانب رکھو، یقینا جن لوگوں کو آسمانی کتاب دی گئی ہے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فرمان حق ہے جو کہ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور خدا وند عالم جو وہ کرتے ہیںاس سے غافل نہیں ہے اور اگر اہل کتاب کیلئے تمام آیتیں لے آؤ تب بھی وہ تمہارے قبلہ کا اتباع نہیں کریں گے اور تم بھی ان کے قبلہ کا اتباع نہیں کروگے، جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے اس (پیغمبر) کو وہ اپنے فرزندوں کی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں، یقینا ان میں سے کچھ لوگ حق کو دانستہ طور پر چھپاتے ہیں۔

خداوندعالم اہل کتاب کی مسلمانوں سے (تعویض قبلہ کے سلسلہ میں) جنگ وجدال کی بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(سَیَقُولُ السُّفَهَائُ مِنْ النَّاسِ مَا وَلاَّهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمْ الَّتِی کَانُوا عَلَیْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِی مَنْ یَشَائُ َلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ (142)...وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِی کُنتَ عَلَیْهَا ِلاَّ لِنَعْلَمَ مَنْ یَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ یَنقَلِبُ عَلَی عَقِبَیْهِ وَ ِنْ کَانَتْ لَکَبِیرَةً ِلاَّ عَلَی الَّذِینَ هَدَی الله وَمَا

---

(1) بقرہ125

(2) بقرہ144تا146

(کَانَ اللهُ لِيُضِيعَ ِيمَانَكُمْ نَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَئُ وف رَحِيم) [1]

عنقریب نا عاقبت اندیش اور بیوقوف لوگ کہینگے: کس چیز نے انھیں اس قبلہ سے جس پروہ تھے پھیردیا ہے؟ کہو؛ مغرب و مشرق سب خدا کے ہیں خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، ہم نے اس (پہلے) قبلہ کو جس پر تم تھے صرف اس لئے قرار دیا تھا تاکہ وہ افراد جو پیغمبر کا اتباع کرتے ہیں ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف لوٹ سکتے ہیں ممتاز اور مشخص ہو جائیں یقینا یہ حکم ان لوگوں کے علاوہ جن کی خدا نے ہدایت کی ہے دشوار تھا اور خدا کبھی تمہارے ایمان کو ضایع نہیں کرے گا، کیوں کہ خداوند عالم لوگوں کی نسبت رئوف و مہربان ہے۔

آیۂ تبدیل:

آیۂ تبدیل سورۂ نحل میں 101 سے 124 آیات کے ضمن میں ذکر ہوئی ہے، [2] ہم اس بحث سے مخصوص آیات کا ذکر کریں گے، خداوند عالم فرماتا ہے:

(وَ ِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللهُ َعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا نَّمَا َنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ َكْثَرُهُمْ لاَيَعْلَمُونَ (101) قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (102) نَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِينَ لاَيُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَ ُوْلَئِكَ هُمْ الْكَاذِبُونَ (105) فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللهُ حَلاَلاً طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ ِنْ كُنْتُمْ ِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (114) نَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا ُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَعَادٍ فَ ِنَّ اللهَ غَفُور رَحِيم (115) وَلاَتَقُولُوا لِمَا تَصِفُ َلْسِنَتُكُمْ الْكَذِبَ هَذَا حَلاَل وَهَذَا حَرَام لِتَفْتَرُوا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ ِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لاَيُفْلِحُونَ (116) وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ...(118) ثُمَّ َوْحَيْنَا ِلَيْكَ َنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ ِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ (123) نَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ..) [3]

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں (ایک حکم کو کسی حکم کی جگہ قرار دیتے ہیں) خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو! نہیں بلکہ اکثریت ان کی نہیں جانتی، کہو: اسے روح القدس نے تمہارے پروردگار کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ با ایمان

---

(1) بقرہ 142، 143 (2) بحث کی مزید شرح و تفصیل نیز اس کے مدارک و ماخذ "قرآن کریم اور مدرستین کی روایات": ج 1، بحث: اسلامی اصطلاحات کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے۔ (3) نحل: 101 102 105 1 14 115 116 118 123 124.

افراد کو ثابت قدم رکھے نیز مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہو ، صرف وہ لوگ افترا پردازی کرتے ہیں جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں ، لہٰذا جو کچھ تمہارے لئے خدا نے روزی معین کی ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور نعمت خدا وندی کا شکریہ ادا کرو ، اگر اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہو ۔ خداوندعالم نے تم پر صرف مردار ، خون ، سور کا گوشت اور وہ تمام اشیاء جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو حرام کیا ہے، لیکن جو مجبور و مضطر ہو جائے (اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں) جبکہ حد سے زیادہ تجاوز و تعدی نہ کرے خدا وند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس جھوٹ کی بنا پر جو کہ تمہاری زبان سے جاری ہوتا ہے نہ کہو: "یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے" تاکہ خدا پر افتراء اور بہتان نہ ہو، یقینا جو لوگ خدا پر افتراء پردازی کرتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے ، جو کچھ اس سے پہلے ہم نے تمہارے لئے بیان کیا ہے، یہود پر حرام کیا ہے، پھر تم پر وحی نازل کی کہ ابراہیم کے آئین کی پیروی کرو جو کہ خالص اور محکم ایمان کے مالک تھے اور مشرکوں میں نہیں تھے ، سنیچر کا دن صرف ان لوگوں کے برخلاف اور ضرر میں قرار دیا گیا ، جو لوگ اس دن کے بارے میں اختلاف ونزاع کرتے تھے۔

لیکن جن چیزوں کی خدا وندعالم نے گزشتہ زمانہ میں پیغمبر ﷺ کے لئے حکایت کی ہے اور اس سورہ کی 118 ویںآیت میں اس کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے:

الف:۔ سورہ آل عمران کی 93 ویں آیت:

(کل الطعام کان حلاًّ لِبنی أسرائیل ألا ما حرّم أسرائیل علی نفسه)

تمام غذائیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جز ان چیزوںکے جسے اسرائیل (یعقوب) نے اپنے آپ پر حرام کرلیا تھا۔

ب: ۔ سورۂ انعام کی 146 ویں آیت:

(وماعلی الذین هادواحرّمنا کلّ ذی ظفر و من البقر و الغنم حرّمنا علیهم شحومهما اِلا ما حملت ظهور هما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلک جزیناهم ببغیهم و اِنّا لصادقون) [1]

---

(1) اسرائ2

اور ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا (وہ حیوانات جن کے کھر ملے ہوتے ہیں) گائے، بھیڑ سے صرف چربی ان پر حرام کی، جز اس چربی کے جو ان کی پشت پر پائی جاتی ہے اور پہلوؤں کے دونوں طرف ہوتی ہے، یا وہ جو ہڈیوں سے متصل ہوتی ہے، یہ کیفر و سزا ہم نے ان کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے دی ہے اور ہم سچّے ہیں۔

کلمات کی تشریح:

1۔ (مصدقاً لما معکم) یعنی قرآن اور پیغمبر کے صفات، پیغمبر کے مبعوث ہونے اور آپ پر قرآن نازل ہونے کے بارے میں توریت کے اخبار کی تصدیق کرتے ہیں، جیسا کہ توریت کے سفر تثنیہ کے 33 ویں باب (میں طبع ریچارڈ واٹس لندن 1831ء عربی زبان میں) آیا ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

یہ ہے وہ دعائے خیر جسے مرد خدا حضرت موسیٰ نے اپنی موت سے پہلے بنی اسرائیل پر پڑھی تھی اور فرمایا تھا: خداوندعالم سینا سے نکلا اور ساعیر سے نور افشاں ہوا اور کوہ فاران سے آشکار ہوا اور اس کے ہمراہ ہزاروں پاکیزہ افراد ہیں، اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے، لوگوں کو دوست رکھتا ہے، تمام پاکیزہ لوگ اس کی مٹھی میں ہیں جو لوگ ان سے قریب ہیں اس کی تعلیم قبول کرتے ہیں، موسیٰ نے ہمیں ایسی سنت کا فرمان دیا جو جماعت یعقوب کی میراث ہے۔یہی نص (ریچارڈ واٹس لندن 1839ء ،فارسی زبان میں) اس طرح ہے:

33واں باب

1۔ یہ ہے وہ دعائے خیر جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے قبل بنی اسرائیل پر پڑھی تھی۔

2۔ اور کہا: خداوندعالم سینا سے برآمد ہوا اور سعیر سے نمودار ہوا اور کوہ فاران سے نور افشاں ہوا اور دس ہزار مقرب اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ وارد ہوا اور اس کے داہنے ہاتھ سے آتش بار شریعت ان لوگوں تک پہنچی۔

3۔بلکہ قبائل کو دوست رکھا اور اس کے تمام مقدسات تیرے قبضہ اور اختیار میں ہیں اور مقربین درگاہ تیری قدم بوسی کرتے ہوئے تیری تعلیم قبول کریں گے

4۔ موسیٰ نے ہمیں ایسی شریعت کا حکم دیا جو بنی یعقوب کی میراث ہے.....

یہی نص طبع آکسفورڈیونیورسٹی [1] لندن میں (بغیر تاریخ طباعت) صفحہ نمبر184 پر اس طرح آئی ہے:

یہ انگریزی نص فارسی زبان میں مذکورہ نص سے یکسانیت اور یگانگت رکھتی ہے:

CHAPTER 33

And this the blessing, wherewith moses the man of God
blessed the children of israel before his death
and he said, the LORD came from sinai and rose up from 2
seir unto them, he shined forth from mount paran and he
came with ten thousands of saints; from his right hand
.went, a fiery law for them
yea, he loved the people, all his saints are in thy 3
hand :and they sat down at thy feet ; every one shall
.receive of thy words
moses commanded us a law.even the inheritance of the 4
(congregation of jacob(1

اس نص میں مذکور ہے کہ (وہ دس ہزار مقرب افراد کے ساتھ آیا)یعنی ہزاروں کی عدد معین کیہے ، خواہ پہلی نص میں بغیر اس کے کہ ہزاروں کی تعداد معین کرے آیا ہے: "اس کے ساتھ ہزاروں پاکیزہ افراد"کیونکہ جس نے غار حرا سے فاران میں ظہور کیا پھر دس ہزارافراد کے ہمراہ مکّہ کی سرزمین پر قدم رکھا وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں، اہل کتاب نے عصر حاضر میں اس نص میں تحریف کر دی ہے

---

(1) یہ طباعت سرخ اور سیاہ رنگ کے ساتھ (فقط) عہد جدید کے حصّہ میں مشخص ہو گی.

تاکہ نبی کی بعثت کے متعلق توریت کی بشارتوں کو چھپا دیں اور ہم نے (ایک سو پچاس جعلی صحابی) نامی کتاب کی دوسری جلدکی پانچویں تمہید میں اس بات کی تشریح کی ہے۔

''مصدقا لما معکم''کی تفسیر میں بحث کا نتیجہ:

توریت کا یہ باب واضح طورپر یہ کہتا ہے: موسیٰ ابن عمران نے اپنی موت سے قبل اپنی وصیّت میں بنی اسرائیل سے کہا ہے: پروردگار عالم نے توریت کو کوہ سینا پر نازل کیا اور انجیل کو کوہِ سعیرپر اور قرآن کو کوہِ فاران (مکّہ) پر پھر تیسری شریعت کی خصوصیات شمار کرتے ہوئے فرمایا:

جب وہ مکہ میں آئے گا دس ہزار لوگ اس کے مقربین میں سے اس کے ہمراہ ہوں گے، یہ وہی دس ہزار رسول خدا ﷺ کے سپاہی ہیں جو فتح مکّہ میں تھے اور یہ تیسری شریعت ، شریعت جہاد ہے۔

اور یہ کہ اس کی امت اس کی تعلیمات کو قبول کرے گی، اس تصریح میں بنی اسرائیل کے موقف کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے منحرف ہوکر گوسالہ پرستی شروع کردی اور اپنے پیغمبر موسیٰ اور تمام انبیاء کرام سے جنگ و جدال کرتے رہے... قرآن اور توریت میں اس کا تذکرہ ہوا ہے۔

ہم یہاں پر نہایت ہی اختصار سے کام لیں گے، کیونکہ اگر ہم چاہیں کہ وہ تمام بشارتیں جو خاتم الانبیاء کی بعثت سے متعلق ہیں(ان تمام تحریفات کے باوجود جسکے وہ مرتکب ہوئے ہیں) جوکہ باقی ماندہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں اور وہ آسمانی کتابیں جو حضرت خاتم الانبیاء کے زمانے میں اہل کتاب کے پاس تھیں ، اگر ہم ان تمام بشارتونکو پیش کرنے لگیںتو بحث طولانی ہو جائے گی، البتہ انھیں بشارتوں کے سبب خداوند سبحان چندآیات کے بعد فرماتا ہے:

(الذين أتينا هم الكتاب يعرفونه كما يعرفون ابناء هم و أن فريقاً منهم ليكتمون الحقّ و هم يعلمون)[1]

جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ لوگ اس (پیغمبر) کو اپنے فرزندوں کی طرح پہچانتے ہیں یقینا ان کے بعض گروہ حق کو دانستہ طور پر چھپاتے ہیں۔

بنابر این مسلم ہے کہ خاتم الانبیاءؐ ﷺ کی قرآن کے ساتھ بعثت، پیغمبر ﷺ اور ان کی امت کے مخصوص صفات

---

(1)سورہ بقرہ146.

ان چیزوں کی تصدیق ہیں جو اہل کتاب کے نزدیک توریت اورانجیل میں ہیں(عالمین کے پروردگار ہی سے حمدوستائش مخصوص)

2۔(لاتلبسواالحقّ بالباطل)

حق کوباطل سے مخلوط نہ کروکہ حقیقت پوشیدہ ہو جائے یا یہ کہ حق کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤکہ اسے مشکوک بنا کرپیش کرو۔

3۔"عدل":فدیہ، رہائی کے لئے عوض دینا۔

4۔"قفّینا":لگاتار ہم نے بھیجا یعنی ایک کے بعد دوسرے کو رسالت دی۔

5۔"غلف"جمعِ اغلف جو چیز غلاف اورپوشش میں ہو۔

6۔"یستفتحونَ"کامیابی چاہتے تھے،جنگ میں دشمن پرفتح حاصل کرنے کیلئے،یعنی اہل کتاب پیغمبرخاتم ﷺ کانام لے کر اور انہیں شفیع بناکر خدا کے نزدیک کامیابی چاہتے تھے۔[1]

7۔"ننسٔھا:نُوخّرھا:"اُسے تاخیر میں ڈال دیا، ننسٔھا، ننسِئھاکامخفف اورنسأ کے مادہ سے ہے،یعنی ہروہ حکم جسے ہم نسخ کریں یا اس کے نسخ میں تاخیرکریں تواس سے بہتریااس کے مانند لاتے ہیں۔

"نُنسِھا، نُنسِیھا"کامخفف مادۂ نسی سے جس کے معنی نسیان اور فراموشی کے ہیں، نہیں ہو سکتا تاکہ اس کے معنی یہ ہونگے جس آیت قرآن کی قرائت لوگوں کے حافظہ سے بھلا دیتے ہیں تواس سے بہتریا اس کے مانند لے آئیں گے،جیساکہ بعض لوگوں نے اسی طرح کی تفسیرکی ہے[2]کیونکہ:

الف۔خداوندمتعال نے خود ہی قرآن کی فراموشی اور نسیان سے حفاظت کی ضمانت لی ہے اور فرمایا ہے:(سنقرئک فلا تنسیٰ)ہم تم پر عنقریب قرآن پڑھیں گے اورتم کبھی اسے فراموش نہیں کروگے۔

ب۔اس بات میں کسی قسم کی کوئی مصلحت نہیں ہے کہ اس کو لوگوں کے حافظہ سے مٹا دیا جائے،جب کہ خداوندعالم نے خودآیات لوگوں کے پڑھنے کے لئے نازل کی ہیں پھرکیوں ان کے حافظہ سے مٹادے گا؟

8۔ھادوا وھودا، ھادوا:یہودی ہوگئے،ھودا جمع ہے ھائدکی یعنی یہودی لوگ۔

9۔"(فضلتکم علی العا لمین") :یعنی خداوندعالم نے تم کو اس زمانے میں مصر کے فرعونیوں ،قوم عمالقہ اوردیگر شام والوں پرفوقیت دی ہے۔

---

(1)تفسیر طبری آیہ مذکورہ

(2) آیت کی تفسیر سے متعلق تفسیر قرطبی، طبری اور سعد ابن ابی وقاص سے ان دونوں کی روایت کی طرف مراجعہ ہو۔

10۔ شطر: شطر کے کئی معنی ہیں کہ منجملہ "جہت" اور "طرف" ہیں۔

11۔ ("ماکان الله لیضیع ایمانکم") : خدا وند عالم ہرگز ان نمازوں کو جو تحویل قبلہ سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی ہیں ضائع نہیں کرے گا۔

12۔ "اِذا بدّلنا ": جب بھی جا گزیں کریں، ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کردیں ، عوض اوربدل کے درمیان یہ فرق ہے کہ: عوض جنس کی قیمت ہوتا ہے اوربدل اصل کا جا گزیں اور قائم مقام ہوتا ہے۔

13۔ "روح القدس" : ایک ایسا فرشتہ جس کے توسط سے خدا وندعالم قرآن، احکام اور اس کی تفسیر پیغمبر پر نازل کرتا تھا ۔

14۔ " ذی ظفر": ناخن داریہاں پر مرادہر وہ حیوان ہے جس کے سم میں شگاف نہیں ہوتا جیسے اونٹ، شترمرغ ، بطخ، غاز، واللہ عالم بالصواب۔

15۔ "الحوایا": آنتیں.

16۔ "ما اختلط بعظم": وہ چربی جو ہڈی سے متصل ہو ۔

تفسیر آیات

1۔ آیۂ تبدیل:

وہ آیت جو سورۂ نحل کی مکی آیات کے ضمن میں آئی ہے: خدا وند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے : جب کبھی ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ قرار دیتے ہیںیعنی گزشتہ شریعت کا کوئی حکم اٹھا کر کوئی دوسرا حکم جو قرآن میں مذکور ہے اس کی جگہ رکھ دیتے ہیں تو ہمارے رسول سے کہتے ہیں: تم جھوٹ بولتے ہو۔

اے پیغمبر ﷺ ! کہو : قرآنی احکام کو مخصوص فرشتہ خدا کی جانب سے حق کے ساتھ لاتا ہے تاکہ مومنین اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہو، تم جھوٹ بولنے والے یا گڑھنے والے نہیں ہو، جھوٹے وہ لوگ ہیں جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے، یعنی مشرکین، وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں۔

خدا وندعالم اس کے بعد محل اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے: جو کچھ ہم نے تم کو روزی دی ہے جیسے اونٹ کا گوشت اور حیوانات کی چربی اور اسکے مانند جس کو بنی اسرائیل پر ہم نے حرام کیا تھا، حلال و پاکیزہ طور پر کھاؤ، کیونکہ خدا وندا عالم نے اسے تم پر حرام نہیں کیا بلکہ صرف مردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو ان کا کھانا تم پر حرام کیا ہے، سوائے مضطر اور مجبور انسان کے جو کہ اس کے کھانے پر مجبور ہو، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں تم لوگ اپنے پاس سے نہ کہو: "یہ حرام ہے اور وہ حلال ہے" جیسا کہ مشرکین کہتے تھے اور خدا وندعالم نے سوٴرہ انعام کی 138 سے140ویں آیات میں اس کی خبر دی ہے کہ یہ سب مشرکوں کا کام ہے، رہا سوال یہود کا تو خدا وندعالم نے ان لوگوں پر مخصوص چیزوں کو حرام کیا تھا جس کا ذکر سورۂ انعام میں آیا ہے۔

رہے تم اے پیغمبر ﷺ ! تو ہم نے تم پر وحی کی: حلال و حرام میں ملّت ابراہیم کے پیرو رہو اور شریعت ابراہیم کے تمام امور میں سے یہ ہے کہ جمعہ کا دن ہفتہ میں آرام کرنے کا دن ہے، لیکن سنیچر تو صرف بنی اسرائیل کے لئے تعطیل کا دن تھا ان پر اس دن کام حرام تھا جیسا کہ سورۂ اعراف کی 163 ویں آیت میں مذکور ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی بنیاد پر تبدیل آیت کے معنی یہاں پر یہ ہیں کہ صرف توریت کے بعض احکام کو قرآن کے احکام سے تبدیل کرنا ہے اور شریعت اسلامی کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شریعت کی طرف بازگشت ہے ۔

جو چیز ہمارے بیان کی تاکید کرتی ہے، خدا وندسبحان کا فرمان ہے کہ ارشاد فرماتا ہے:

(و اِذا بد لنا آیة مکان آیة قالوانما مفتر قل نزّله روح القدس)

کیونکہ لفظ "نزلہ" میں مذکر کی ضمیر آیت کے معنی یعنی "حکم" کی طرف پلٹتی ہے اور اگر بحث اس آیت کی تبدیل کے محور پر ہوتی جو کہ سورہ کا جز ہے تو مناسب یہ تھا کہ خدا وندسبحان فرماتا: "قل نزلھا روح القدس" یعنی مونث کی ضمیر ذکر کرتا نہ مذکر کی (خوب دقت اور غور و خوص کیجئے)۔

2۔آیۂ نسخ:

یہ آیت سورہ بقرہ کی مدنی آیات کے درمیان آئی ہے، خداوندمتعال ان آیات میں فرماتا ہے:

اے بنی اسرائیل؛خداوندعالم کی نعمتوں کو اپنے اوپریادکرو اور اس کے عہد وپیمان کووفا (پورا) کروایسا پیمان جو توریت بھیجنے کے موقع پر ہم نے تم سے لیا تھا اور تم سے کہا تھا: جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم انداز میں لے لواور جو کچھ اس میں ہے اسے یادرکھو۔

اس میں خاتم الانبیائ ﷺ کی بعثت سے متعلق بشارت تھی خدا سے اپنے عہد وپیمان کو وفا کروتا کہ خدا بھی اپنے پیمان کو جو تم سے کیاہے وفا کرے اور اپنی نعمتوں کادنیا واخرت میں تم پر اضافہ کرے اور جو کچھ خاتم الانبیاء پرنازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ کہ وہ یقینا جو کچھ تمہارے پاس کتاب خدامیں موجود ہے سب کا اثبات کرتا ہے، حق کو نہ چھپاؤ اور اسے دانستہ طورپر باطل سے پوشیدہ نہ کرو، خدا وند عالم نے موسیٰ کو کتاب دی اوران کے بعد بھی رسولوں کو بھیجا کہ انھیں میں سے عیسیٰ ابن مریم بھی تھے وہی جن کی خدانے روشن دلائل اور روح القدس کے ذریعہ تائید کی، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی پیغمبر نے تمہارے نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیزپیش کی تو تم لوگوں نے تکبر سے کام لیا کچھ لوگوں کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کرڈالا؟ اور کہا ہمارے دلوں پرپردے پڑے ہوئے ہیں اوران چیزوں کو ہم نہیں سمجھتے ہیں، اب بھی قرآن خدا کی جانب سے تمہارے لئے نازل ہوا ہے اور جو خبریں تمہارے پاس پہلے سے بھی ثابت ہے پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو جبکہ تم اس سے پہلے کفار پر کامیابی کے لئے اس کے نام کو اپنے لئے شفیع قرار دیتے تھے اور اب توپیغمبر ﷺ آگئے ہیں اور تم لوگ پہچانتے بھی ہو پھر بھی اس کا اور جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے ان سب کا انکار کرتے ہو، تم نے خود کو ایک بری قیمت پربیچ ڈالاکہ جو خدا نے نازل کیا اس کا انکار کرتے ہو، اس بات پر انکار کرتے ہو کہ کیوں خدا نے حضرت اسماعیل کی نسل میں پیغمبر بھیجا حضرت یعقوب کی نسل میں یہ شرف پیغمبری کیوں عطا نہیں کیا؟ لہٰذا وہ غضب خدا وندی کا شکار ہوگئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

اور جب یہود سے کہا گیا : جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ، تو انھوں نے کہا : جو کچھ ہم لوگوں پر نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم پر نازل نہیں ہوا ہے ہم اس کے منکر ہیں، جب کہ وہ جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا حق ہے اور انبیاء کی کتابوں میں موجود اخبار کی تصدیق اور اثبات کرتا ہے یعنی وہ اخبار جو بعثت خاتم الانبیاء سے متعلق ہیں اور ان کے پاس ہیں، اے پیغمبر! ان سے کہہ دو! اگر تم لوگ خود کو مومن خیال کرتے ہو تو پھر کیوں اس سے پہلے آنے والے انبیاء کو قتل کر ڈالا ؟ کس طرح کہتے ہو کے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ہم ایمان لائے ہیں جب کہ حضرت موسیٰ روشن علامتوںاور آیات کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور تم لوگ خدا پر ایمان لانے کے بجائے گوسالہ پرست ہوگئے؟! اس وقت بھی خداوندعالم نے جس طرح حضرت موسیٰ پر روشن آیات نازل کی تھیں اسی طرح خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر بھی نازل کی ہیں اور بجز کافروں کے اس کا کوئی منکر نہیں ہوگا۔

اگر یہود ایمان لے آئیں اور خدا سے خوف کھائیں یقینا خدا انھیں جزا دے گا ، لیکن کیا فائدہ کہ اہل کتاب کے کفار اور مشرکین کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم مسلمانوںپر کسی قسم کی کوئی آسمانی خبر یا کتاب نازل ہو، جب کہ خداوندعالم جسے چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کر دے ۔

خداوندعالم اگر کوئی حکم نسخ کرے یا اسے تاخیر میں ڈالے تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لے آتا ہے خدا ہر چیز پر قادر اور توانا ہے۔ بہت سارے اہل کتاب اس وجہ سے کہ وحی الٰہی بنی اسرائیل کے علاوہ پر نازل ہوئی ہے حاسدانہ طور پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کے بجائے کفر کی طرف پھیر دیںاور ایسا اس حال میں ہے کہ حق ان پر روشن اور آشکار ہو چکا ہے! یہ تم لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کے علاوہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا یعنی تم لوگ اپنے اسلام کے باوجود بہشت سے محروم رہو گے؛ کہو: اپنی دلیل پیش کرو ! البتہ جو بھی اسلام لے آئے اور نیک اور اچھا عمل انجام دے اسکی جزا خدا کے یہاں محفوظ ہے اور یہود ونصاری تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تم ان کے دین کا اتباع کرو۔

اُس کے بعد یہود کو مخاطب کر کے فرمایا : اے بنی اسرائیل ؛جن نعمتوں کو ہم نے تم پر نازل کیا ہے اور تم لوگوں کو تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت وبرتری دی ہے اسے یاد کرو اور روز قیامت سے ڈرو۔

اس کے بعد یہود اور پیغمبر کے درمیان نزاع ودشمنی وعداوت کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ہم بیت المقدس سے تحویل قبلہ کے سلسلے میں آسمان کی طرف تمہاری انتظار آمیز نگاہوں سے باخبر ہیں ابھی اس قبلہ کی طرف تمھیں لوٹا دیں گے جس سے تم راضی وخوشنود ہو جاؤ گے۔

(اے رسول!) تم جہاں کہیں بھی ہو اور تمام مسلمان اپنے رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیں اہل کتاب ،یہود جو تم سے دشمنی کرتے ہیں اور نصاریٰ یہ سب خوب اچھی طرح جانتے ہیں قبلہ کا کعبہ کی طرف موڑنا حق اور خدا وندکی جانب سے ہے اور تم جب بھی کوئی آیت یا دلیل پیش کرو تمہاری بات نہیں مانیں گے اور تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔

عنقریب بیوقوف کہینگے : انھیں کونسی چیز نے سابق قبلہ بیت المقدس سے روک دیا ہے؟ کہو حکم ، حکم خدا ہے مشرق و مغرب سب اسکا ہے جسے چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، بیت المقدس کو اس کا قبلہ بنانا اور پھر مکّہ کی طرف موڑنا لوگوں کے امتحان کی خاطر تھا مکّہ والوں کو کعبہ سے بیت المقدس کی طرف اور یہود کو مدینہ میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ کر امتحان کرتا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ آیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ یہ موضوع حق اور خدا وندعالم کی جانب سے ہے اپنے قومی وقبائلی اور اسرائیلی تعصب سے باز آتے ہیں یا نہیں اور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں یا نہیں اوراس گروہ کا امتحان اس وجہ سے ہوا تاکہ رسول ﷺ کے ماننے والے ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف پھر جائیں گے مشخص اور ممتاز ہو جائیں ، انکی نمازیں جو اس سے قبل بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں خدا کے نزدیک برباد نہیں ہوں گی۔

اس طرح واضح ہوجاتا ہے کہ تبدیلی آیت سے مراد، جس کا ذکر سورۂ نحل کی مکی آیات میں قریش کی نزاع اور اختلاف کے ذکر کے تحت آیا ہے، خدا کی جانب سے ایک حکم کا دوسرے حکم سے تبدیل ہونا ہے، اس نزاع کی تفصیل سورۂ انعام کی 138تا146ویں آیات میں آئی ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ (یہود مدینہ کی داستان میں) نسخ آیت اور اس کی مدت کے خاتمہ سے مقصود و مراد موسیٰ کی شریعت میں نسخ حکم یا ایک خاص شریعت کی مدت کا ختم ہونا ہے (اس حکمت کی بناء پر جسے خدا جانتا ہے)

راغب اصفہانی نے لفظ (آیت) کی تفسیر میں صحیح راستہ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں : کوئی بھی جملہ جو کسی حکم پر دلالت کرتا ہے آیت ہے، چاہے وہ ایک کامل سورہ ہو یا ایک سورہ کا بعض حصّہ (سورہ میں آیت کے معنی کے اعتبار سے) یا اس کے چند حصّے ہوں ۔

لہٰذا مذکورہ دو آیتوں میں ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرنے اور آیت کے نسخ اور اس کے تاخیر میں ڈالنے سے مراد یہی ہے کہ جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے ، اب آئندہ بحث میں حضرت موسیٰ کی شریعت میں نسخ کی حیثیت اور اس کی حکمت (خدا کی اجازت اور توفیق سے) تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰ کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص ہے

حضرت موسیٰ کی شریعت جس کا تذکرہ توریت میں آیا ہے بنی اسرائیل سے مخصوص ہے ،جیسا کہ سفر تثنیہ کے 33 ویں باب کے چوتھے حصہ میں آیا ہے:

"موسیٰ نے ہم کو ایک ایسی سنت کا حکم دیا ہے جو کہ جماعت یعقوب کی میراث ہے"

یعنی موسیٰ نے ہمیں ایک ایسی شریعت کا حکم دیا ہے جو کہ جماعت یعقوب یعنی بنی اسرائیل سے مخصوص ہے، گزشتہ آیات میں بھی اس خصوصیت کا ذکر ہوا ہے، آئندہ بحث میں انشاء اللہ امر نسخ کی بسط و تفصیل کے ساتھ تحقیق و بررسی کریں گے۔

حضرت موسیٰ کی شریعت میں نسخ کی حقیقت

اس بحث میں ہم سب سے پہلے قرآن سے (زمانے کے تسلسل کا لحاظ کرتے ہوئے) بنی اسرائیل کی داستان کا آغاز کریں گے، پھر ان کی شریعت میں نسخ کے مسئلہ کو بیان کریں گے ۔

اوّل:بنی اسرائیل کو نعمت خدا وندی کی یاد دہانی

1۔خدا وندعالم سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:(یا بنی اسرائیل أذکر وانعمتی التی أنعمت علیکم و أنی فضّلتکم علی العالمین..و اِذ نجّیناکم من آل فرعون یسومو نکم سوء العذاب یذ بحون أبناءکم و یستحیون نساءکم و فی ذلکم بلاء من ربکم عظیم) (و أذفرقنا بکم البحر فانجیناکم وأغرقنا آل فرعون و نتم تنظرون و أذ واعدناموسیٰ أربعین لیلة ثم أتخذتم العجل من بعده و أنتم ظالمون)[1]

اے بنی اسرائیل! جو نعمتیںہم نے تم پر نازل کی ہیں انھیں یاد کرو اور یہ کہ ہم نے تم کو عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے...اورجب ہم نے تم کو فرعونیوں کے خونخوارچنگل سے آزادی دلائی وہ لوگ تمہیں بری طرح شکنجہ میں ڈالے ہوئے تھے تمہارے فرزندوں کے سر اڑا دیتے اور تمہاری عورتوں کوزندہ رکھتے تھے اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے عظیم امتحان تھا اورجب ہم نے تمہارے لئے دریا کو شگاف کیا اور تمھیں نجات دی اور فرعونیوں کوغرق کرڈالا ،درانحالیکہ یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوںسے دیکھ رہے تھے اورجب موسیٰ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا پھر تم لوگوں نے اس کے بعد گو سالہ کا انتخاب کیا جب کہ تم لوگ ظالم وستم گر تھے۔

2۔سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:(وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علیٰ أصنام لهم قالوا یا موسیٰ اجعل لنا اِلٰهاً کما لهم آلهة قال انکم قوم تجهلون)[2]

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کرایا راستے میں ایسے گروہ سے ملاقات ہوئی جو خضوع خشوع کے ساتھ اپنے بتوں کے ارد گرد اکٹھا تھے، تو ان لوگوں نے کہا : اے موسیٰ !ہمارے لئے بھی ان کے خداؤں کے مانند کوئی خدا بنا دو ،انہوں نے فرمایا:سچ ہے تم لوگ ایک نادان اورجاہل قوم ہو۔

3۔ سورۂ طہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:(و اضلّهم السامری فکذٰلک القی السّامریفاخرج لهم عجلًا جسداً له خوار فقالو هذا اِلٰهکم واِلٰه موسیٰ و لقد قال لهم هارو ن من قبل یا قوم اِنّما فتنتم به و اِنَّ ربّکم الرحمن فا تبعونی وأُطیعوا أُمریقالو لن نبرح علیه عاکفین حتّیٰ یرجع اِلینا موسیٰ)

اورسامری نے انھیں گمراہ کر دیا ...اور سامری نے اس طرح ان کے اندر القاء کیا اور ان کے لئے گوسالہ کا ایسا مجسمہ جس میں سے گو سالہ کی آواز آتی تھی بنادیا تو ان سب نے کہا :یہ تمہارا اورموسیٰ کا خداہے... اور اس سے پہلےہارون نے ان سے کہا : اے میری قوم والو! تم لوگ اس کی وجہ سے امتحان میں بتلا ہو گئے ہو ، تمہارا رب خدا وند رحمان ہے میری پیروی کرو اور میرے حکم و فرمان کی اطاعت کرو ،کہنے لگے :

---

(1)بقرہ47،49،50،51(2) اعراف138

ہم اسی طرح اس کے پابند ہیں یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ کر آجائیں۔[1]

4۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا:

(وإذْ قال موسیٰ لقومه یا قوم أنّکم ظلمتم انفسکم باتّخاذکم العجل فتو بوا ألی بارئکم فاقتلوا أنفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم أنّه هو التوّاب الرّحیم)[2]

اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے گوسالہ کا انتخاب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہٰذا توبہ کرو اور اپنے خالق کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے نفسوں کو قتل کرڈالو کیونکہ یہ کام تمہارے ربّ کے نزدیک بہتر ہے پھر خدا وند عالم نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

دوم: توریت اور اس کے بعض احکام:

1۔ خدا وند عالم سورہ ٔبقرہ میں فرماتا ہے:

(وإذ أخذنا میثاقکم و رفعنا فوقکم الطّور خذوا ما آتیناکم بقوّة و اذکروا ما فیه لعلّکم تتقون)[3]

اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا (اور تم سے کہا) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم طریقے سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

2۔ سورۂ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے:

(وآتینا موسیٰ الکتاب وجعلناه هُدیً لبنی اسرائیل..) .[4]

اورہم نے موسیٰ کو آسمانی کتاب عطا کی اوراسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا وسیلہ قرار دیا۔

3۔سورۂ آل عمران میں ارشادہوتا ہے:

(کلّ الطعام کان حلّا لبنی اسرائیل اِلّا ما حرم اسرائیل علیٰ نفسه من قبل أن تنزّل التوراة...)[5]

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جزان اشیاء کے جنہیںخوداسرائیل (یعقوب)

---

(1)طہ 85، 91.(2)بقرہ 54 (3)بقرہ63،اس مضمون سے ملتی جلتی آیتیں سورہ بقرہ کی 93 ویں آیت اور سورۂ اعراف کی 171ویں آیت میں بھی آئی ہیں)

(4)اسرائ2(5)آل عمران 93

نے توریت کے نزول سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

4۔ سورۂ انعام میں فرمایا :

(و ماعلی الذین ھادوا حرّمنا کلّ ذی ظفر من البقر و الغنم حرّمنا علیھم شحومھما الا ماحملت ظھور ھما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلک جزیناھم ببغیھم و انّا لصاد قون)[1]

یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا ، گائے اور گوسفند سے ان کی چربی ان پر حرام کی جزاس چربی کے جو ان کی پشت پر ہویا جو پہلو میں ہویا جو ہڈیوں سے متصل اور مخلوط ہو یہ ان کی بغاوت و سرکشی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے انھیں اور سزا کا مستحق قرار دیا اور ہم سچ کہتے ہیں۔

5۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

(و علٰی الذین ھادوا حرّمنا ما قصصنا علیک من قبل و ما ظلمنا ھم و لکن کانوا أنفسھم یظلمون)[2]

اورہم نے جن چیزوں کی اس سے پہلے تمہارے لئے تفصیل بیان کی ہے ، ان چیزوں کویہود پر حرام کیا؛ ہم نے ان پر ظلم و ستم نہیں کیا ،بلکہ ان لوگوں نے خود اپنے نفوس پر ظلم کیا ہے۔

6۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

(یسْ۔لُکَ ۔ھْلُ الْکِتَابِ ۔نْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتَابًا مِنْ السَّمَائِ فَقَدْ سَ۔لُوا مُوسَیٰ ۔کْبَرَ مِنْ ذَلِکَ فَقَالُوا۔رِنَا اﷲ جَھْرَةً ... فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِکَ... (153) وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمْ الطُّورَ بِمِیثَاقِھِم.... وَقُلْنَا لَھُمْ لاَتَعْدُوا فِی السَّبْتِ وَ۔خَذْنَا مِنْھُمْ مِیثَاقًا غَلِیظًا (154) فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِیثَاقَھُمْ وَکُفْرِھِمْ بِآیَاتِ اﷲ وَقَتْلِھِمْ الْ۔نْبِیَائَ ... (155) وَبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلَی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیمًا (156) فَبِظُلْمٍ مِنْ الَّذِینَ ھَادُوا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبَاتٍ ُحِلَّتْ لَھُمْ وَبِصَدِّھِمْ عَنْ سَبِیلِ اﷲ کَثِیرًا (160) وَ۔خْذِھِمْ الرِّبَا وَقَدْ نُھُوا عَنْہُ وَ۔کْلِھِمْ ۔مْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ....)[3]

اہل کتاب تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو؛ انھوں نے توحضرت موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیزکی خواہش کی تھی اور کہا تھا : خدا کو واضح اور آشکار طور سے ہمیں دکھا ؤ لیکن ہم نے انھیں در گزر کر دیا ...اور ہم نے ان کے عہدکی خلاف ورزی کی بنا پر ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کردیا .

---

(1)انعام146(2) نحل 118

(3)نسائ154153 156155 161160.

اوران سے کہا: سنیچر کے دن تجاوز اور تعدی نہ کرو اوران سے محکم عہد وپیمان لیا ، ان کی پیمان شکنی ، آیات خداوندی کا انکار ،پیغمبروں کے قتل اور ان کے کفر کی وجہ سے نیزاس عظیم تہمت کی وجہ سے جو حضرت مریم پر لگائی، نیزاس ظلم کی وجہ سے جویہود سے صادر ہوا اور بہت سارے لوگوں کو راہ راست سے روکنے کی وجہ سے بعض پاکیزہ چیزوں کو جو ان پرحلال تھیںّان کے لئے ہم نے حرام کر دیا اور ربا اور سود خوری کی وجہ سے جب کہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے اموال کو باطل انداز سے خرد برد کرنے کی بنا پر۔

7۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

(و سئلھم عن القریة التی کانت حاضرة البحراذ یعدون فی السبت اِذ تأ تیھم حیتانھم یوم سبتھم شُرّعاً ویوما لایسبتون لاتاتیھم کذٰلک نبلوھم بما کانوایفسقون)[1]

دریا کے ساحل پر واقع ایک شہر کے بارے میں ان سے سوال کرو؛ جب کہ سنیچر کے دن تجاوزکرتے تھے،اس وقت سنیچر کو دریا کی مچھلیاں ان پر ظاہر ہو جاتی تھیں اوراس کے علاوہ دوسرے دنوںمیں اس طرح ظاہر نہیں ہو تی تھیں ، اس طرح سے ہم نے ان کا اس چیز سے امتحان لیا جس کے نتیجہ میں وہ نافرمانی کرتے تھے ۔

8۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

(انّما جعل السبت علی الذین اختلفو فیه)[2]

سنیچر کا دن صرف اور صرف ان کے مجازات اور سزا کے عنوان سے تھاان لوگوں کے لئے جو اس میں اختلاف کرتے تھے۔

سوم:خدا وند عالم کی بنی اسرائیل پر نعمتیں اور ان کی سرکشی و نا فرمانی

1۔خدا وند عالم سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

(وَقَطَّعْنَاهُمْ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ سْبَاطًا مَمًا وَ ِوْحَیْنَا لَی مُوسَی ذْ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ نْ اضْرِب بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ کُلُّ نَاسٍ مَشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمْ الْغَمَامَ وَ ِنزَلْنَا عَلَیْهِمْ الْمَنَّ وَالسَّلْوَی کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَکِنْ کَانُوا نفُسَهُمْ یَظْلِمُونَ (160) وَ ِذْ قِیلَ لَهُمْ اسْکُنُوا هَذِهِ الْقَرْیَةَ وَکُلُوا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ

---

(1)اعراف 163۔بقرہ 65۔ نساء 48، 154.(2) نحل 124

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ (161) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِی قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ)[1]

اورہم نے بنی اسرائیل کو ایک نسل کے بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ان کو ہم نے وحی کی: اپنے عصا کو پتھر پر مارو! اچانک اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اس طرح سے کہ ہر گروہ اپنے گھاٹ کو پہچانتا تھا اور بادل کو ان پر سائبان۔ قرار دیا اور ان کے لئے من و سلویٰ بھیجا (اور ہم نے کہا) جو تمھیں پاکیزہ رزق دیا ہے اسے کھاؤ انھوں نے ہم پر ستم نہیں کیا ہے بلکہ خود پر ستم کیا ہے اور جس وقت ان سے کہا گیا: اس شہر (بیت المقدس) میں سکونت اختیار کرو اور جہاں سے چاہو وہاں سے کھاؤ اور کہو: خدایا ہمارے گناہوں کو بخش دے! اور اس در سے تواضع و انکساری کے ساتھ داخل ہو جاؤتا کہ تمہارے گناہوں کو ہم بخش دیں اور نیکو کاروں کو اس سے بڑھ کر جزا دیں، لیکن ان ستمگروں نے جو ان سے کہا گیا تھا اس کے علاوہ بات کہی یعنی اس میں تبدیلی کردی اور ہم نے اس وجہ سے کہ وہ مسلسل ظالم و ستمگر رہے ہیں ان کے لئے آسمان سے بلا نازل کردی ہے۔

1۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

(وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنْ الْعَالَمِينَ (20) يَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِی كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَلاَتَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ (21) قَالُوا يَامُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ (22) قَالَ رَجُلاَنِ مِنْ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمْ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (23) قَالُوا يَامُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَإِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (24) قَالَ رَبِّ إِنِّی لاَأَمْلِكُ إِلاَّ نَفْسِی وَأَخِی فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (25) قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِی الْأَرْضِ فَلاَتَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، جبکہ اس نے تمہارے درمیان پیغمبروں کو بھیجا اور تمھیں حاکم بنایا اور تمہیں ایسی چیزیں عطا کیں کہ دنیا والوں میں کسی کو

---

(1) اعراف 160، 162

ویسی نہیں دی ہیں، اے میری قوم! مقدس سرزمین میں جسے خدا وند عالم نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے داخل ہو جاؤ اور الٹے پاؤں واپس نہ ہونا ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگے، ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہاں ستمگر لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہر گز نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہیں جاتے اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے، خدا ترس دومردوں نے جن پر خدا نے نعمت نازل کی تھی کہا: تم لوگ ان کے پاس شہر کے دروازہ سے داخل ہو جاؤ اگر تم دروازہ میں داخل ہوگئے تو یقیناً ان پر کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا پر بھروسہ کرو، ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہ لوگ جب تک وہاں ہیں ہم لوگ ہرگز داخل نہیں ہوں گے! تم اور تمہارا رب جائے اور ان سے جنگ کرے ہم یہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں، کہا: پروردگارا! میں صرف اپنا اور اپنے بھائی کا ذمہ دار ہوں، میرے اور اس گناہ گار جماعت کے درمیان جدائی کر دے، فرمایا: یہ سرزمین ان کے لئے چالیس سال تک کے لئے ممنوع ہے وہ لوگ ہمیشہ سرگرداں اور پریشان رہیں گے اور تم اس گناہ گار قوم پر غمگین مت ہو۔[1]

کلمات کی تشریح

1۔"اسرائیل": یعقوب، آپ ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند حضرت اسحق کے بیٹے ہیں، ان کا لقب اسرائیل ہے بنی اسرائیل ان ہی کی نسل ہے جو ان کے بارہ بیٹوں سے ہے۔

2۔"یسومونکم": تمکو عذاب دیتے تھے، رسوا کن عذاب۔

3۔"یستحیون": زندہ رکھتے تھے۔

4۔"یعکفون": خاضعانہ طور پر عبادت کرتے تھے، پابند تھے۔

5۔"خوار": گائے اور بھیڑ کی آواز۔

6۔"لن نبرح": ہم ہرگز جدا نہیں ہوں گے، آگے نہ بڑھیں گے۔

7۔"فتنتم": تمھارا امتحان لیا گیا، آزمائش خداوندی، بندوں کے امتحان کے لئے ہے اور ابلیس اور لوگوں کا فتنہ، گمراہی اور زحمت میں ڈالنے کے معنی میں ہے، خدا وند عالم نے لوگوں کو فتنہ ابلیس سے خبردار کیا ہے اور فرمایا ہے:

---

(1) مائدہ20، 26

(یا بنی آدم لا یفتنّنکم الشیطان)

اے آدم کے بیٹو! کہیں شیطان تمھیں فتنہ اور فریب میں بتلا نہ کرے: اور لوگوں کے فتنہ کے بارے میں فرمایا:

(اِنّ الذّین فتنوا المومنین و المومنات ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق)

بیشک جن لوگوں نے با ایمان مردوں اور عورتوں کو زحمتوں میں بتلا کیا ہے پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کیلئے جہنم کا عذاب اور جھلسا دینے والی آگ کا عذاب ہے۔

8۔"باری": خالق اور ہستی عطا کرنے والا.

9۔ "أسباطاً" : اسباط یہاں پر قبیلہ اور خاندان کے معنی میں ہے۔

10۔"فانجست": ابلنے لگا، پھوٹ پڑا۔

11۔"المن والسلوی" : المن؛جامد شہد کے مانند چپکنے والی اور شیریں ایک چیز ہے اور السلوی ؛ بٹیر، ایسا پرندہ جس کا شمار بحر ابیض کے پرندوں میں ہوتا ہے، جو موسم سرما میں مصر اور سوڈان کی طرف ہجرت اختیار کرتا ہے۔

12۔"حِطّۃ": ہمارے گناہ کو جھاڑ دے،دھو دے، ہمارے بوجھ کو ہلکا کردے۔

13۔"رفعنا": ہم نے بلند کیا، رفعت عطا کی۔

14۔"یثاقکم": تمہارا عہد وپیمان، یثاق : ایسا عہد وپیمان جس کی تاکید کی گئی ہو، عہد وپیمان کا پابند ہونا۔

15۔"رجز": عذاب، رجز الشیطان... اس کا وسوسہ۔

16۔"یتیھون": حیران و پریشان ہوتے ہیں، راستہ بھول جاتے ہیں۔

17۔"لاتأس": غمزدہ نہ ہو، افسوس نہ کرو۔

18۔"لا تعدوا": تجاوز نہ کرو، ظلم وستم نہ کرو۔

19۔"یثاقاً غلیظاً": محکم و مظبوط عہد وپیمان ۔

20۔"الحوایا": آنتیں

21۔"شرعًا": آشکار اور نزدیک۔

22۔جعل لھم: ان کے لئیقانون گزاری کی، قانون مقرر و معین کیا۔

آیات کی تفسیر

خدا وند عالم نے گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل سے فرمایا: اُن نعمتونکو یاد کرو جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور تمہارے درمیان پیغمبروں اور حکّام کو قرار دیا نیز من وسلویٰ جیسی نعمت جو کہ دنیا میں کسی کو نہیں دی ہے تمہیںدی، خدا وند سبحان نے انھیں فرعون کی غلامی، اولاد کے قتل اور عورتوں کو کنیزی میں زندہ رکھنے کی ذلت سے نجات دی، فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا اور انہیں دریا سے عبور کرا دیا، اس کے باوجود جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بتوں کی عبادت اور پوجا میں مشغول ہیں، تو موسیٰ سے کہا: ہمارے لئے بھی انہی کے مشابہ اور مانند خدا بنادو تاکہ ہم اس کی عبادت اور پرستش کریں! اور جب حضرت موسیٰ کوہِ طورپر توریت لینے گئے تو یہ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے اور جب موسیٰ نے انھیں حکم دیا کہ اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جائیںجو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہے تو ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہاں ظالم اور قدرت مند گروہ (عمالقہ) ہے جب تک وہ لوگ وہاں سے خارج نہیں ہوں گے ہم وہاں داخل نہیں ہوسکتے"یشوع"یا "یسع" اور ان کی دوسری فرد نے ان سے کہا: شہر میں داخل ہو جاؤ بہت جلدی کامیاب ہو جاؤ گے،تو انھوں نے سرکشی اور نا فرمانی کی اور بولے:اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جائے اور عمالقہ سے جنگ کرے ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں! موسیٰ نے کہا: پروردگارا! میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا مالک و مختار ہوں میرے اور اس گناہ گار قوم کے درمیان جدائی کردے! خداوند سبحان نے فرمایا: یہ مقدس اور پاکیزہ سرزمین ان لوگوں پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دی گئی ہے اتنی مدت یہ لوگ سینا نامی صحرا میں حیران و سرگرداں پھرتے رہیں گے تم ان گناہ گاروں کی خاطر غمگین نہ ہو۔

خدا وندعالم ان لوگوں کے بارے میں سورۂ اعراف میں فرماتا ہے: بنی اسرائیل کو بارہ خاندان اور قبیلوں میں تقسیم کیا اورانہوں نے جب موسیٰ سے پانی طلب کیا تو ہم نے موسی پر وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، اُس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ، نیزبادل کو ان کے سروں پر سایہ فگن کر دیا تاکہ خورشید کی حرارت وگرمی سے محفوظ رہیں، شہد کے مانند شرینی اور پرندہ کا گوشت ان کے کھانے کے لئے فراہم کیا، پھر کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ان سے کہا گیا: اس شہر میں جو کہ تمہارے رو برو ہے سکونت اختیار کرو اور اس کے محصولات سے کھاؤ

اور شہر کے دروازے سے داخل ہوتے وقت خدا کا شکر ادا کرو اور اس کا سجدہ ادا کرتے ہوئے کہو !"حطة" یعنی خدا وندا ! ہمارے گناہوں کو بخش دے ستمگروں نے اس لفظ کو بدل ڈالا اور "حطة" کے بجائے "حنطة" کہنے لگے ، [1] یعنی ہم گندم (گیہوں) کے سراغ میں ہیں! خداوندعالم نے ان کے اس اعمال کے سبب آسمان سے عذاب نازل فرمایا۔

خدا وند عالم نے سورۂ نساء میں فرمایا: اے پیغمبر ﷺ ! تم سے اہل کتاب کی خواہش ہے کہ تم کوئی کتاب ان کے لئے آسمان سے نازل کرو، یہ لوگ تو اس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰ سے مطالبہ کرچکے ہیں کہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھلادو تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیا اور کوہِ طور کو ان کے اوپر جگہ دی۔

اسرائیل(یعقوب) کی پسندیدہ اور مرغوب ترین غذا دودھ اور اونٹ کا گوشت تھی ، یعقوب ایک طرح کی بیماری میں بتلا ہوئے اورخدا نے انھیں شفا بخشی ،تو انھوں نے بھی خدا وند عالم کے شکرانے کے طورپر محبوب ترین کھانے اورپینے کی چیزوں کو جیسے دودھ اور اونٹ کا گوشت وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اسی طرح انھوں نے جگر اور گردے کی مخصوص چربی نیز دیگر چربی کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیا کیونکہ اس چربی کو ماضی میں قربانی کے لئے لے جاتے تھے اور آگ اسے کھا جاتی تھی ۔[2]

قوم یہود کا خدا سے جو عہد وپیمان تھا منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ جن کے مبعوث ہونے کی موسیٰ ابن عمران نے بشارت دی ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی بعثت،ان پر ایمان لائیں، اس بشارت کو اس سے پہلے ہم نے توریت کے سفر تثنیہ سے نقل کیا ہے۔

احکام کے بارے میں بھی انھوں نے عہدوپیمان کیا کہ شنبہ یعنی سنیچر کے دن تجاوز نہیں کرینگے (کام کاج چھوڑدیں گے) خدا نے اس سلسلے میں محکم اور مضبوط عہدوپیمان لیا تھا، ان لوگوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد وپیمان کو توڑ ڈالا اورآیات خدا وندی کا انکار کر گئے اور پاک وپاکیزہ خاتون مریم پر عظیم بہتان

---

(1)آیت کی تفسیر کے ذیل میں بحارالانوار اور مجمع البیان میں اسی طرح مذکور ہے

(2) سیرۂ ابن ہشام ، طبع حجازی قاہرہ ، ج2 ، ص 168 ،169 جو کچھ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے تفسیر طبری اور سیوطی سے ماخوذ ہے میرے خیال میں جو کچھ سیرۂ ہشام میں ہے وہ متن میں مذکور عبارت سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے.

باندھا اور زبردست الزام لگایا اسی لئے تو خداوند عالم نے تادیب کے عنوان سے بہت سی پاکیزہ چیزوں کو جو ان پر حلال تھیں حرام کردیا اور جب وہ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے تو انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں یعنی جس نے بھی گوسالہ پر ایمان نہیں رکھا گوسالہ پرستوں قتل کرے اسی طرح جب یہ لوگ خدا پر ایمان لانے سے مانع ہوئے اور سود کا معاملہ کرنے لگے اور سود کھانے لگے، باوجودیکہ سود (ربا) سے انھیں منع کیا گیا تھا تو اُن پر حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی حرام کردی گئیں۔

ان کی دوسری مخالفت اس پیمان کا توڑنا تھا جو انھوں نے خدا سے کیا تھا کہ شنبہ کے دن مچھلی کا شکار نہیں کرینگے اور اس کے لئے انھیں سخت تاکید کی گئی تھی، سنیچر کے دن مچھلیاںساحل کے کنارے سطح آب پر آجاتی تھیں لیکن دیگر ایام میں ایسا نہیں کرتی تھیں اور یہ ان کا مخصوص امتحان تھا سنیچر کے دن چھٹی کرنا صرف اور صرف بنی اسرائیل سے مخصوص تھا، وہی لوگ کہ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا، اس امتحان میں گرفتار ہوئے۔

خداوندعالم سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

اہل کتاب یہودی تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے لئے آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو، یہ لوگ تو اس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰ سے مطالبہ کر چکے ہیںکہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھاؤ تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیا اور کوہِ طور کو ان کے سروں پر لٹکادیا اور ان سے سخت اور محکم عہد وپیمان لیا کہ جو کچھ موسیٰ ابن عمران ان کے لئے لائے ہیںاس پر ایمان لاکر عمل کریں گے، ہمارے پیمان کا بعض حصّہ خدا کے پیغمبر بالخصوص حضرت عیسیٰ ابن مریم اور محمد ابن عبد اللہ پر ایمان لانا تھا، لیکن ان لوگوں نے مریم عذرا پر نا روا تہمت لگائی اور توریت کے احکام کو کذب پر محمول کیا، خدا کے نبیوں کا انکار کیا اور بہت سوں کو قتل کرڈالا اور راہ خدا سے روکا، سود لیا، لوگوں کے اموال کو ناجائز طور پر خورد و برد کیا تو ہم نے بھی ان تمام ظلم و ستم کے باعث ان پاکیزہ چیزوں کو جو اس سے پہلے ان کے لئے حلال تھیں حرام کردیا، ان پر حرام ہونے والی اشیاء میں سنیچر کے دن ساحل پر رہنے والوں کے لئے مچھلی کا شکار کرنا بھی تھا جہاں اس دن مچھلیاں آشکار طور پر ان سے نزدیک ہو جاتی تھیں اور خود نمائی کرتی تھیں۔

بحث کا نتیجہ

خدا وندعالم نے بنی اسرائیل کو مصر کے "فرعونیوں" اور شام کے "عمالقہ" اور اس عصر کی تمام ملتوں پر فضیلت اور برتری دی تھی بہت سے انبیاء جیسے موسیٰ، ہارون، عیسیٰ اور ان کے اوصیاء کوان کے درمیان مبعوث کیا اوراس سے بھی اہم یہ کہ توریت ان پرنازل کی، ان سے سخت اور محکم پیمان لیا تاکہ جو کچھ ان کی کتابوں میں مذکور ہے اس پر عمل کریں، "من وسلویٰ" جیسی نعمت کا نزول، پتھر سے ان کے لئے پانی کا چشمہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ نعمتوںسے سرفراز فرمایا، لیکن ان لوگوں نے تمام نعمتوں کے باوجودآیات الٰہی کا انکار کیا اور گوسالہ کے پجاری ہو گئے، سود لیا، لوگوں کے اموال ناجائز طورپر کھائے اور اس کے علاوہ ہر طرح کی نافرمانی اور طغیانی کی، ایسے لوگوں کے اپنے آلودہ نفوس کی تربیت کی سخت ضرورت تھی اس لئے خدا وند عالم نے ان پر خود کو قتل کرنا واجب قراردیا نیز سنیچر کے دن دنیاوی امورکی انجام دہی ان پر حرام کردی، لیکن ان لوگوں نے سنیچر کے دن ترک عمل پر اختلاف کیا، جیسا کہ اس ساحلی شہر کے لوگوں نے بھی اس سلسلے میں حیلے[1] اور بہانے سے کام لیا ! خدا وندسبحان نے ان چیزوں کو جو کچھ اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کیا تھا(چربی، اونٹ کا گوشت اور اس جیسی چیزوں کا کھانا) ان کی جان کی حفاظت کی غرض سے ان پر بھی حرام کردیا، اس کے علاوہ چونکہ بنی اسرئیل ہمیشہ قبائلی اتحاد ویکجہتی اور اٹوٹ رشتہ کے محتاج تھے تاکہ ان سرکش وطاغی عمالقہ اور قبطیوں کا مقابلہ کر سکیں جو ان کو چاروں طرف سے اپنے محاصرہ میں لئے ہوئے تھے، لہٰذا خداوندعالم نے بھی قبل اس کے کہ ہیکلِ سلیمان نامی معروف مسجد کی تعمیر کریں، ان پر واجب قرار دیا کہ سب ایک ساتھ عبادت کے لئے "خیمہ اجتماع" کے پاس جمع ہوں اور اپنی دینی رسومات کو ہارون کے فرزندوں کی سرپرستی میں بجا لائیں جس طرح عیسیٰ ابن مریم کواور ان کی مادر گرامی مریم کو جو کہ حضرت داؤدکی نسل (جوبنی اسرائیل کے یہودا کی نسل) سے تھیںان کی طرف روانہ کیااور بعض وہ چیزیں جوان پر حرام تھیں حلال کر دیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی زبانی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(1) مادہ "سبت" کے سلسلے میں کتاب قاموس کتاب مقدس، تفسیر طبری، ابن کثیر اور سیوطی ملاحظہ ہو۔

(اِنّی قد جئتکم بآیة من ربّکم... و مصدقاً لما بین یدیّ من التوراة و لأحلّ لکم بعض الذی حرّم علیکم...) [1]

میں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے لئے ایک نشانی لایا ہوں اور جو کچھ مجھ سے پہلے توریت میں موجود تھا اس کی تصدیق اور اثبات کرتا ہوں اور آیا ہوں تاکہ بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں حلال کر دوں۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے واضح ہو گیا کہ انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ ابن عمران سے لے کر عیسیٰ ابن مریم تک بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، نیز توریت میں بعض شرعی احکام بھی صرف بنی اسرائیل کی مصلحت کے لئے نازل ہوئے ہیں اس بنا پر ایسے احکام موقت یعنی وقتی ہوتے ہیں اور یہ ان چیزوں کے مانند ہیں جنہیں اسرائیل (یعقوب) نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا لہٰذا ان میں بعض کی مدت عیسیٰ ابن مریم کی بعثت سے تمام ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن محرمات میں سے کچھ کو ان کے لئے حلال کر دیا اور کچھ باقی بچے ہوئے تھے جن کی مدت حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی بعثت تک تھی وہ بھی تمام ہو گئی لہٰذا ایسے میں آنحضرت ﷺ آئے اور ان سب کی مدت تمام ہونے کو بیان فرمایا۔

خداوند عالم اس موضوع کو سورۂ اعراف میں اس طرح بیان کرتا ہے:

(الذین یتبعون الرسول النّبی الأمیّ الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوارة و الأنجیل یا مرهم با لمعروف و ینها هم عن المنکر ویحلّ لهم الطیّبات و یحرّم علیهم الخبائث و یضع عنهم أِصر هم و الأغلال التی کانت علیهم) [2]

جو لوگ اس رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کے صفات توریت اور انجیل میں جو خود ان کے پاس موجود ہے، لکھا ہوا ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی اور منکر سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان کے سنگین بار کو ان پر سے اٹھا دیا ہے اور جن زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے انھیں اس سے آزاد کر دیتا ہے۔

"اِصر ھم": ان کے سنگین بوجھ یعنی وہ سخت تکالیف و احکام جو ان کے ذمّہ تھے۔

نسخ کی یہ شان حضرت موسیٰ کی شریعت میں ان سے پہلے شرائع کی بنسبت تھی، اسی طرح بعض وہ چیزیں جو موسیٰ کی شریعت میں تھیں حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی شریعت میں نسخ ہو گئیں۔

"نسخ" کی دوسری قسم یہ ہے کہ یہ نسخ صرف ایک پیغمبر کی شریعت میں واقع ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

---

(1) آل عمران 49۔ 50

(2) اعراف 157

ایک پیغمبر ﷺ کی شریعت میں نسخ کے معنی

ایک پیغمبرکی شریعت میں نسخ کے معنی کی شناخت کے لئے ، اس کے کچھ نمونے جو حضرت خاتم الانبیاء کی شریعت میں واقع ہوئے ہیں.بیان کررہے ہیں:

یہ نمونہ وجوب صدقہ کے نسخ ان لوگوں کے لئے تھا جو چاہتے تھے کہ پیغمبر سے نجویٰ اورراز ونیاز کی باتیں کریں .جیسا کہ سورۂ "مجادلہ "میں ذکر ہوا ہے:

(یَاَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ذَا نَاجَیْتُمْ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَةً ذَلِکَ خَیْرٌ لَکُمْ وَطْهَرُ فَنْ لَمْ تَجِدُوا فَنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِیمٌ (12) َشْفَقْتُمْ نْ تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَاتٍ فَذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللهُ عَلَیْکُمْ فَقِیمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّکَاةَ وَطِیعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَاللهُ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (13))[1]

اے صاحبان ایمان! جب رسول اللہ سے نجویٰ کرنا چاہو تواس سے پہلے صدقہ دو ، یہ تمہارے لئے بہتر اورپاکیزہ ہے اور اگرصدقہ دینے کو تمھارے پاس کچھ نہ ہو تو خدا وندعالم بخشنے والا اور مہربان ہے، کیا تم نجویٰ کرنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈرتے ہو ؟ اب جبکہ یہ کام تم نے انجام نہیں دیا اور خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی، تو نماز قائم کرو ، زکوۃ ادا کرو اور خدا و پیغمبر کی اطاعت کرو کیونکہ تم جو کام انجام دیتے ہو اس سے خدا آگاہ اور باخبر ہے۔

اس داستان کی تفصیل تفاسیر میں اس طرح ہے:

بعض صحابہ حدسے زیادہ پیغمبر ﷺ سے نجویٰ کرتے تھے اور اس کام سے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ پیغمبر ﷺ کے خاص الخاص اور نزدیک ترین افراد میں سے ہیں ،رسول اکرم کا کریمانہ اخلاق بھی ایسا تھا کہ کسی ضرورتمند کی درخواست کو رد نہیں کرتے تھے ، یہ کام رسول اکرم ﷺ کے لئے بسا اوقات دشواری کا باعث بن جاتا تھااس کے باوجود آپ اس پر صبر و تحمل کرتے تھے ۔

---

(1) مجادلہ 12، 13،(اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں تفسیر طبری اور دیگر روائی تفاسیر دیکھئے)

اس بنا پر جو لوگ پیغمبر سے نجوی کرنا چاہتے تھے ان کے لئے صدقہ دینے کا حکم نازل ہوا پھر اس گروہ نے پیغمبر ﷺ سے نجویٰ کرنا چھوڑ دیا لیکن حضرت امام علی بن ابی طالب نے ایک دینار کو دس درہم میں تبدیل کر کے دس مرتبہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم ﷺ سے اہم چیزوں کے بارے میں نجویٰ و سرگوشی فرمائی. اس ہدف کی تکمیل اور اس حکم کے ذریعہ اس گروہ کی تربیت کے بعد اس کی مدت تمام ہو گئی اور صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہو گیا (اٹھا لیا گیا)۔

نسخ کی بحث کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدم سے لیکر انبیاء بنی اسرائیل کے زمانے تک یعنی موسیٰ ابن عمران سے عیسیٰ بن مریم تک بنی آدم کے لئے ایک مبارک اور آرام کا دن تھا۔

اسی طرح حضرت آدم اور ان کے بعد حضرت ابراہیم کے زمانے تک سارے پیغمبروں نے مناسک حج انجام دئے، میدان عرفات، مشعر اور منیٰ گئے اور خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا، اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس کے بعد اپنے تابعین اور ماننے والوں کے ہمراہ حج میں خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

حضرت نوح نے بھی حضرت آدم کے بعد ان کی شریعت کی تجدید کی اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت کے مانند شریعت پیش کی اور ان کے بعد تمام انبیاء نے ان کی پیروی کی کیونکہ خدا وند متعال فرماتا ہے:

1۔ (شرع لکم من الد ین ما وصّیٰ به نوحاً) ...)[1]

تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا۔

2۔(وِ أن من شیعة لأِبراهیم)

ابراہیم ان کے پیروکاروں اور شیعوں میں تھے۔[2]

3۔ خاتم الانبیاء ﷺ اور ان کی امت سے بھی فرماتا ہے:

الف۔(اتبع ملّة ابراهیم حنیفاً)

ابراہیم کے خالص اور محکم دین کا اتباع کرو۔

ب ۔(فاتّبعوا ملّة أِبراهیم حنیفاً)

---

(1)شوری 13(2)،صافات 83

پھر ابراہیم کے خالص اور محکم و استوار دین کا اتباع کرو۔ [1]

اس لحاظ سے رسولوں کی شریعتیں حضرت آدم کے انتخاب سے لے کر حضرت خاتم ﷺ کے چناؤ اور انتخاب تک یکساں ہیں مگر جو کچھ انبیاء بنی اسرائیل کی ارسالی شریعت میں موسیٰ ابن عمران سے عیسیٰ بن مریم تک وجود میں آیا اس میں خاص کر اس قوم کی مصلحت کا لحاظ کیا گیا تھا، خداوند عالم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

1۔ (كلّ الطّعام كان حلاً لبنى أسرائيل اِلاّ حرّم اِسرائيل علىٰ نفسه) [2]

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، بجز اس کے جسے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

2۔ (و علىٰ الذين هادوا حر منا ما قصصنا عليک من قبل) [3]

اور اس سے پہلے جس کی تم سے ہم نے شرح و تفصیل بیان کی وہ سب ہم نے قوم یہود پر حرام کردیا۔

3۔ (اِنّما جعل السبت علىٰ الذين اختلفوا فيه) [4]

سنیچر کے دن کی تعطیل صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

توریت کے سفر تثنیہ کے 33 ویں باب کے چوتھے حصّہ میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے:"موسیٰ نے ہمیں بالخصوص اولاد یعقوب کی شریعت کا حکم دیا ہے"

اس تغییر کی بھی حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل ایک ہٹ دھرم، ضدی، جھگڑالو اور کینہ ور قوم تھی اس قوم کے لوگ اپنے انبیاء سے عداوت و دشمنی کرتے اور نفس امارہ کی پیروی کرتے تھے اور دشمنوں کے مقابلہ میں سستی، بے چارگی اور زبوں حالی کا مظاہرہ کرتے، یہ لوگ اس کے بعد کہ خدا نے ان کے لئے دریا میں راستہ بنایا اور فرعون کی غلامی جیسی ذلت و رسوائی سے نجات دی، گوسالہ پرست ہو گئے اور مقدس سرزمین جسے خدا نے ان کے لئے مہیا کیا تھا، عمالقہ کے ساتھ مقابلہ کی دہشت سے اس میں داخل ہونے سے انکار کر گئے؛ اس طرح کی امت کے نفوس کی از سر نو تربیت اور تطہیر کے لئے شریعت میں ایک قسم کی سختی درکار تھی لہٰذا وہ مومنین جو خود گوسالہ پرست نہیں تھے انہیںگوسالہ پرست مرتدین کو قتل کرڈالنے کا حکم دیا گیا، نیز ان پر سنیچر کے دن کام کرنا حرام کردیا گیا اور انھیںصحرائے سینا میں چالیس سال تک حیران و سرگرداں بھی رہنا پڑا۔

---

(1) آل عمران 95 (2) آل عمران 93 (3) نحل 118 (4) نحل 124

دوسری طرف ، اس لحاظ سے کہ وہ اپنے زمانہ کے تنہا مومن تھے اور ان کے گرد ونواح کا ، تجاوز گر کافروں اور طاقتور ملتوں نے احاطہ کر رکھا تھا لہٰذا انھیں آپس میں قوی و محکم ارتباط و اتحاد کی شدید ضرورت تھی تا کہ اپنے کمزوریوں کی تلافی کرتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور دوسروں سے خود کو جدا کرتے ہوئے اپنی مستقل شناخت بنائیں اور اپنے درمیان اتحاد و اتفاق قائم رکھیں ، لہٰذا خداوند عالم نے ان اہداف تک پہنچنے کے لئے ان کے لئے ایک مخصوص قبلہ معین فرمایا ،جس میں وہ تابوت رکھا تھا کہ جس میں الواح توریت ، ان سے مخصوص کتاب شریعت اور آل موسیٰ اورہارون کاتمام ترکہ تھا ۔[1]نیز بہت سے دیگر قوانین جو ان کے زمان ومکان کے حالات اور ان کی خاص ظرفیت کے مطابق تھے ان کے لئے نازل فرمائے ۔

حضرت عیسی بن مریم کے زمانہ میں بعض حالات کے نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض قوانین ختم ہوگئے اور عیسیٰ نے ان میں سے بعض محرمات کو خدا کے حکم سے حلال کر دیا ۔

حضرت خاتم الانبیاء کے زمانہ میں بنی اسرائیل شہروں میں پھیل گئے اور تمام لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے ، وہ لوگ جن ملتوں کے درمیان زندگی گزار رہے تھے اس بات سے کہ ان کی حقیقت جدا ہے اور دوسرے لوگ یہ درک کر لیں کہ یہ لوگ ان لوگوں کی جنس سے نہیں ہیں اور ان کا رہن و سہن پڑوسیوں اور دیگر ہم شہریوں سے الگ تھلگ ہے ، وہ لوگ آزردہ خاطر رہتے تھے خاص کر شہر والے اسرائیلیوں کو اپنوں میں شمار نہیں کرتے تھے اورانھیں ایک متحد سماج و معاشرہ کے لئے مشکل ساز اور بلوائی سمجھتے تھے، اسی لئے جو احکام انھیں دیگر امتوں سے جدا اور ممتاز کرتے تھے ان کے لئے وبال جان ہو گئے سنیچر کے دن کی تعطیل جیسے امور جو کہ تمام امتوں کے بر خلاف تھے ان کے لئے بار ہو گئے جیسا کہ سفر تثنیہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے ۔

حضرت خاتم الانبیاء محمد ابن عبد اللہ ﷺ نے خداوند عالم کے حکم سے ان کی مشکل بر طرف کر دی اور گزشتہ زمانوں میں جو چیزیںان پرحرام ہو گئی تھیںان سب کو حلال کر دیا ، خداوندعالم نے سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا :

(الذین یتبعون الرسول النبّی الأمّی الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراة و الأنجیل یأمرهم بالمعروف وینها هم عن المنکر ویحلّ لهم الطیّبا ت و یحرّم علیهم الخبائث و یضع عنهم إِصر هم والأغلال الّتی کا نت علیهم)[2]

---

(1) سورۂ بقرہ 284

(2)اعراف157

وہ لوگ جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیںجس کے صفات اپنے پاس موجود توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ پیغمبران لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہوئے منکر اور برائیوں سے روکتا ہے پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور گندگیوں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے؛ اور ان کے سنگین باران سے اٹھاتے ہوئے ان کی گردن میں پڑی زنجیر کھول دیتا ہے۔

خداوندعالم نے اس طرح سے ان احکام کو جو گزشتہ زمانوں میں ان کے فائدہ کیلئے تھے اور بعد کے زمانے میں جب یہ لوگ عالمی سطح پر دوسرے لوگوں سے مخلوط ہوتے تو یہی احکام ان کے لئے وبال جان بن گئے، خدا نے ایسے احکام کو ان کی گردن سے اٹھا لیا، لیکن جو احکام حضرت موسیٰ ابن عمران کی شریعت میں تمام لوگو ںکے لئے تھے اور بنی اسرائیل بھی انھیں میں سے تھے نہ وہ احکام اٹھائے گئے اور نہ ہی نسخ ہوئے جیسے کہ توریت میں قصاص کا حکم، خداوندعالم سورۂ مائدہ میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(اِنّا انزلناالتوراة فیها هدیً و نور یحکم بها النبیّون الذین أسلموا للذین هادوا...) (و کتبنا علیهم فیها أنّ النفس با لنفس و العین با لعین والأنف بالأنف و الاذن بالاذن و السّن با لسّن و الجروح قصاص فمن تصدّق به فهو کفّارة له و من لم یحکم بما انزل الله فأولائک هم الظالمون) [1]

ہم نے توریت نازل کی کہ جس میں ہدایت اور نور ہے، خدا کے سامنے سراپا تسلیم پیغمبر ﷺ اسی سے یہود کے درمیان حکم دیا کرتے تھے اوران پر اس (توریت) میں ہم نے یہ معین کیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے عوض کان، دانت کے عوض دانت ہو اور ہر زخم قصاص رکھتا ہے اور جو قصاص نہ کرے یعنی معاف کردے تو یہ اس کے (گناہوں) کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کرے تو وہ ظالم و ستمگر ہے۔

جس حکم قصاص کا یہاں تذکرہ ہے توریت سے پہلے اور اس کے بعد آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے، وہ تمام احکام جن کو خدانے انسان کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہیں مقرر و معین فرمایا ہے وہ کسی بھی انبیاء کے زمانے اور شریعتوں میں تبدیل نہیں ہوئے۔

---

(1)مائدہ 44، 45

آیۂ تبدیل کی شان نزول

جب خداوند سبحان نے شریعت موسیٰ کے بعض احکام کو دوسرے احکام سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت میں تبدیل کردیا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے) تو قریش نے رسول پر شورش کی اور بولے : تم خدا کی طرف جھوٹی نسبت دے رہے ہو!تو خداوند عالم نے اُن کی بات انھیں کی طرف لوٹاتے ہوئے فرمایا:

(وإذا بدّلنا آیة مکان آیة و الله اعلم بما ینزّل قالوا اِنّما أنت مفتر...) (اِنما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بآیات الله ...)(فکلوا ممّا رزقکم الله حلا لاً طیباً)(1)

اور جب ہم کسی حکم کو کسی حکم سے تبدیل کرتے ہیں (اور خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے)تو وہ کہتے ہیں : تم صرف ایک جھوٹی نسبت دینے والے ہو...، صرف وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے لہٰذا جو کچھ خدا نے تمہارے لئے رزق معین فرمایا ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔

یعنی کچھ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت ، حیوانات کے گوشت کی چربی تم پر حرام نہیں ہے ، صرف مردار ، خون ، سؤر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن کے ذبح کے وقت خدا کا نام نہیں لیا گیا ہے، حرام ہیں، نیز وہ قربانیاں جو مشرکین مکّہ بتوں کو ہدیہ کرتے تھے اسکے بعد خداوند عالم نے قریش کو خدا پر افترا پردازی سے روکا اور فرمایا : من مانی اور ہٹ دھرمی سے نہ کہو : یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے !چنانچہ ان کی گفتگو کی تفصیل سورۂ انعام میں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(وقالوا هذه أنعام و حرث حجر لا یطعمها اِلاّ من نشاء بزعنمهم و أنعام حرّمت ظهور ها و أنعام لا یذکرون أسم الله علیها أفترائًً علیه و سیجزیهم بما کانوا یفترون)(و قالوا ما فی بطون هذه الأنعام خالصة لذکورنا و محرّم علیٰ أزواجنا وِ ان یکن میتةً فهم فیه شرکاء سیجز یهم و صفهم أنّه حکیم علیم)(2)

انھوں نے کہا : یہ چوپائے اور یہ زراعت ممنوع ہے، بجزان لوگوں کے جن کو ہم چاہیں(ان کے اپنے گمان میں)کوئی دوسرا اس سے نہ کھائے اور کچھ ایسے چوپائے ہیں جن پر سواری ممنوع اور حرام ہے ! اور وہ

---

(1) نحل 101، 105، 114

(2)انعام 138، 139

چوپائے جن پر خدا کا نام نہیں لیتے تھے اور خدا کی طرف ان سب کی جھوٹی نسبت دیتے تھے عنقریب ان تمام بہتانوں کا بدلہ انہیں دیا جائے گا اور وہ کہتے تھے: جو کچھ اس حیوان کے شکم میں ہے وہ ہم مردوں سے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے! اور اگر مر جائے تو سب کے سب اس میں شریک ہیں خدا وند عالم جلد ہی ان کی اس توصیف کی سزا دے گا وہ حکیم اور دانا ہے۔

سورۂ یونس میں بھی اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(قل أرأیتم ماأنزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماًوحلالاً قل آأللہ أذن لکم أم علیٰ اللہ تفترون)[1]

کہو: جو رزق خدا وند عالم نے تمہارے لئے نازل کیا ہے تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام کر دیا، کیا خدا نے تمھیں اس کی اجازت دی ہے؟ یا خدا پر افترا پردازی کر رہے ہو؟

اس طرح رسول خدا ﷺ اور مشرکین قریش کے درمیان حلال و حرام کا مسئلہ قریش کے خود ساختہ موضوعات سے لے کر شریعت موسیٰ کے احکام تک کہ جنہیں جسے خدا نے مصلحت کی بناء پر حضرت خاتم ﷺ کی شریعت میں دوسرے احکام سے تبدیل کر دیا، سب کے سب موضوع بحث تھے۔

مکہ میں قریش ہر وہ حلال و حرام جسے رسول اکرم ﷺ خدا کے فرمان کے مطابق پیش کرتے تھے اور وہ ان کے دینی ماحول کے اور جو کچھ موسیٰ ابن عمران کی شریعت کے بارے میں جانتے تھے اس کے مخالف ہوتا تو عداوت و دشمی کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے اسی دشمنی کا مدینہ میں بھی یہود کی طرف سے سامنا ہوا، وہ پیغمبر ﷺ سے ان احکام کے بارے میں جو توریت کے بعض حصے کو نسخ کرتے تھے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے خدا وند عالم سورۂ بقرہ میں اس جدال کو بیان کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو خطاب کرکے فرماتا ہے:

(أفکلما جاء کم رسول بما لا تھوی أنفسکم اْستکبرتم ففر یقاً کذبتم و فریقاً تقتلون)[2]

کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی رسول نے تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس کوئی کسی چیز پیش کی، تو تم نے تکبر سے کام لیا، لہٰذا کچھ کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کر ڈالا؟

---

(1)یونس 59

(2)بقرہ 87

(و اِذا قیل لهم آمنوا بما أنزل الله قالوا نؤمن بما أنزل علینا ویکفرون بما ورائه) ...)[1]

اور جب ان سے کہا گیا: جو کچھ خدا نے نازل کیا ہی اسپر ایمان لاؤ!تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو خود ہم پر نازل ہوا ہے اوراس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں۔

اور پیغمبر سے فرماتا ہے:

(ما ننسخ من آیة أو ننسها نأت بخیر منها أومثلها))

ہم اُس وقت تک کوئی حکم نسخ نہیں کرتے یا اسے تاخیر میں نہیں ڈالتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا اس جیسا نہ لے آئیں۔[2]

(ولن ترضیٰ عنک الیهودولا النّصاریٰ حتیٰ تتّبع ملّتهم))[3]

یہود ونصاریٰ ہر گز تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کے ان کے دین کا اتباع نہ کر لو۔

توریت کے نسخ شدہ احکام بالخصوص تبدیلی قبلہ سے متعلق بنی اسرائیل کے رسول خدا ﷺ سے نزاع و جدال کرنے کی خبر دیتے ہوئے خداوندعالم سورئہ بقرہ میں فرماتا ہے:

"ہم آسمان کی جانب تمھاری انتظار آمیز نگاہ کو دیکھ رہے ہیں؛ اب اس قبلہ کی سمت جس سے تم راضی اور خشنود ہو جاؤ گے تمہیں موڑدیں گے ،جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف کر لو، اہل کتاب(یہود و نصاریٰ) خوب جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اوران کے رب کی طرف سے ہے اور تم جیسی بھی آیت اور نشانی اہل کتاب کے سامنے پیش کرو وہ لوگ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔[4]

پس اس مقام پر نسخ آیت سے مراد اس حکم خاص کا نسخ تھا ، جس طرح ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلنے سے مراد کہ جس کے بارے میں قریش رسول اکرم ﷺ سے نزاع کر رہے تھے، مکّہ میں قریش اور غیر قریش کے درمیان بعض حلال و حرام احکام کو تبدیل کرنا ہے ۔بنابراین واضح ہوا کہ خدا کے کلام:" (وإذا بدّلنا آیة مکان آیة) "میں لفظ آیت سے مراد حکم ہے، یعنی:" (إذا بدلنا حکماً مکان حکم') 'جب بھی کسی حکم کو حکم کی جگہ قرار دیں

اور خداوندعالم کے اس کلام "ما ننسخ من آےۃ أو ننسها" سے بھی مراد یہ ہے: جب کبھی کوئی حکم ہم نسخ کرتے یا اسے تاخیر میں ڈالتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا اس کی جگہ لاتے ہیں۔

---

(1)بقرہ91(2)بقرہ106(3)بقرہ120(4) بقرہ144 145

حکم کوتاخیر میں ڈالنے کی مثال : موسی کی شریعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کوتاخیر میں ڈالنا اوراس کا بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم سے تبدیل کرنا ہے کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے لئے مفیداور سود مند تھا۔

نسخ حکم اور اسے اسی سے بہتر حکم سے تبدیل کرنے کی مثال خاتم الانبیاء کی شریعت میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم کا منسوخ کرنا ہے کہ تمام لوگ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں۔پس ایک آیت کے دوسری آیت سے تبدیل کرنے کا مطلب ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہے ، اس طرح واضح ہو گیا کہ خدا وند عالم جو احکام لوگوں کے لئے مقرر کرتا ہے کبھی انسان کی مصلحت اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اسمیں لحاظ کی جاتی ہے ایسے احکام نا قابل تغیرو تبدیل ہوتے ہیں جیسا کہ خداوندعالم نے سورۂ روم میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

(فأ قم وجهک للدین حنیفاً فطرت الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم و لٰکنّ أکثر الناس لا یعلمون) [1]

اپنے رخ کو پروردگار کے خالص اور پاکیزہ دین کی طرف کر لو، ایسی فطرت کہ جس پر خدا وندعالم نے انسان کی تخلیق فرمائی ہے آفرینش خدا وندی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی محکم و استوار دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعنی اُن قوانین میں جنھیں خدا وند عالم نے لوگوں کی فطرت کے مطابق بنائے ہیں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہے ، سورۂ بقرہ میں اسی کے مانندخدا کا کلام ہے:

(والوالدات یرضعن أولا دهنّ حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة) [2]

اور جو مائیں زمانہ رضاعت کو کامل کرنا چاہتی ہیں ، وہ اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔

یہ مائیں کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی زندگی گزارتی ہوں ان میں کوئی فرق نہیں ، خواہ حضرت آدم کی بیوی حواہوں جو اپنے نومولودکو درخت کے سائے میں یا غار میں دودھ پلائیں، یا ان کے بعد کی نسل ہو ، جو غاروں، خیموںاور محلوں میں دودھ پلاتی ہے دو سال مکمل دودھ پلانا ہے۔

اسی طرح بنی آدم کے لئے کسی تبدیلی کے بغیر روزہ ، قصاص اور ربا (سود) کی حرمت کا حکم ہے، جیسا

---

(1)روم 30

(2)بقرہ 233۔

کہ خدا وند سبحان سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

1۔(یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون)[1]

اے صاحبان ایمان! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض تھا شاید پرہیزگار ہو جاؤ۔

2۔ (یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم القِصاص)[2]

اے صاحبان ایمان ! تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

3۔(و أحلّ اللہ البیع وحرّم الرّبا)[3]

خدا وندعالم نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔

یہ اور دیگر وہ احکام جسے خدا وندعالم نے انسان کی انسانی فطرت کے مطابق اسکے لئے مقرر فرمایا ہے کسی بھی آسمانی شریعت میں تغیر نہیں کرتے، یہ احکام قرآن میں لفظ "وصّی ،یوصیکم، وصۃاور کتب" جیسے الفاظ سے تعبیر ہوئے ہیں۔

لیکن جن احکام کو خداوندعالم نے خاص حالات کے تحت بعض لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے ، ان کی مدت بھی ان حالات کے ختم ہو جانے سے ختم ہوجاتی ہے جیسے وہ احکام جنھیں بنی اسرائیل سے متعلق ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا جواُن کے خاص حالات سے مطابقت رکھتے تھے، یا وہ احکام جو خدا وندعالم نے پیغمبر ﷺ کے ہمراہ مکّہ سے ہجرت کرنے والوں کے لئے مقرر فرمائے اور عقد مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث ہونا انصار مدنیہ کے ساتھ ہجرت کے آغاز میں قانونی حیثیت سے متعارف اور شناختہ شدہ تھا پھر فتح مکّہ کے بعداس کی مدت تمام ہوگئی اور یہ حکم منسوخ ہو گیا، خدا وند عالم سورۂ انفال کی 72 ویں 75 ویں آیت تک اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(اِنّ الذین آمنو أوھاجروا)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور مکّہ سے ہجرت کی۔

(والّذین آووا ونصروا)

---

(1)بقرہ 183

(2) بقرہ 178

(3) بقرہ 275.

اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور نصرت فرمائی یعنی مدینہ میں پیغمبر ﷺ کے انصار۔

(أولآء ک بعضهم أولياء بعض)

ان لوگوں میں بعض، بعض کے وارث اور ولی ہیں، یعنی میراث لینے اور نصرت کرنے کی ولایت رکھتے ہیں.

(والذین آمنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شیئٍ حتّیٰ یهاجروا والذین کفروا بعضهم أولیاء بعض)

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا لیکن ہجرت نہیں کی تم لوگ کسی قسم کی ولایت ان کی بہ نسبت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں... اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیناُن میں سے بعض، بعض کے ولی اور سرپرست ہیں۔

پھر خدا نے اس حکم کے نسخ ہونے کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

(وأولوا الأرحام بعضهم أولی ببعض فی کتا ب الله)

اقرباء کتاب الٰہی میں آپس میں ایک دوسرے کی بہ نسبت اولیٰ اور سزاوار تر ہیں۔

یعنی ان احکام میں جنھیں خداوند عالم نے تمام انسانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اقرباء کو حق تقدم اور اولویت حاصل ہے۔(1)

خلاصہ، قوم یہود نے جب قرآن کی الٰہی آیات کو سنا اور دیکھا کہ صفات قرآن جو کچھ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت کے متعلق ان کے پاس موجود ہے اس کی تصدیق اور اس کا اثبات کر رہے ہیں تو وہ اس کے منکر ہوگئے اور بولے: ہم صرف اس توریت پر جو ہم پر نازل ہوئی ہے ایمان رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ انجیل اور قرآن پر ایمان و یقین نہیں رکھتے، خداوندعالم نے بھی قرآن کی روشن آیات اور اسکے معجزات اور احکام کے ارسال کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: فاسقوں (کافروں) کے سوا کوئی اس کا منکر نہیں ہوگا اور پھر فرمایا: ہم شریعت کے ہر حکم کو نسخ کرتے ہیں (جیسے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حکم کا منسوخ ہونا) یا ہم اسے مؤخر کرتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اسی جیسا حکم لوگوں کے لئے پیش کرتے ہیں، خداوند عالم خود زمین و آسمان کا مالک ہے، وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے یہود و نصاریٰ رسول اللہ ﷺ سے ہرگز راضی نہیں ہونگے مگر یہ کہ جو ان پر احکام نازل ہوئے ہیناُن سے دست بردار ہو جائیں اور ان کی شریعت کے احکام کے پابند ہو جائیں۔

خداوندعالم اسی مفہوم کی دوسرے انداز میں تکرار کرتے ہوئے سورۂ اسراء میں فرماتا ہے:

---

(1) اس آیت کی تفسیر کے لئے مجمع البیان، تفسیر طبری اور دوسری روائی تفاسیر کی جانب رجوع کیجئے.

(و آتينا موسیٰ الكتاب و جعلنا ه هدیً لبنی اِسرائيل)[1]

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، پھر فرماتا ہے :

(انّ هذا القرآن يهدی للتی هی اقوم)[2]

یہ قرآن محکم اور استوارترین راہ کی ہدایت کرتا ہے، یعنی قرآن کا راستہ اس سے وسیع اور استوارتر ہے جو موسی کی کتاب میں آیا ہے۔

ہم نے ربوبیت کے مباحث میں بات یہاں تک پہنچائی کہ رب العالمین نے انسان کے لئے اسکی فطرت اور سرشت کے مطابق ایک نظام معین کیا ہے پھر راہ عمل میں ان مقررات اور قوانین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے ، انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس بات کی تحقیق و بررسی کریں گے کہ رب العالمین کس طرح سے انسان کو دنیا و آخرت میں پاداش و جزا دیتا ہے۔

---

(1) اسرائ2

(2)اسرائ9

2

ربّ العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا

الف وب:دنیا و آخرت میں.

ج:موت کے وقت.

د:قبر میں.

ھ: محشر میں.

و:بہشت و جہنم میں.

ز:صبر و تحمل کی جزا.

ح: نسلوں کی میراث؛ عمل کی جزا

1۔

انسان اور دنیا میں اس کے عمل کی جزا

ہم تمام انسان اپنے عمل کا نتیجہ دنیاوی زندگی میں دیکھ لیتے ہیں جو گندم (گیہوں) بوتا ہے وہ گندم ہی کاٹتا ہے اور جو جَو بوتا ہے وہ جَو کاٹتاہے اسی طرح سے انسان اپنی محنت کا نتیجہ کھاتا ہے۔

یہ سب کچھ دنیاوی زندگی میں ہمارے مادی کارناموں کے آثار کا ایک نمونہ ہے۔ دنیاوی زندگی میں ہمارے اعمال مادی آثار کے علاوہ بہت سارے معنوی آثار بھی رکھتے ہیں مثال کے طور پر انسانوں کی زندگی میں صلۂ رحم کے آثار ہیں، جن کی خبر رسول خدا نے دیتے ہوئے فرمایا:

"صلة الرّحم تزید فی العمر وتنفی الفقر"

اقرباء و اعزاء کے ساتھ صلۂ رحم کرنا عمر میں اضافہ اور فقر کو دور کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

"صلة الرحم تزید فی العمر،وصدقة السر تطفیء غضب الربّ ، و اِنّ قطیعة الرّحم و الیمین الکاذبة لتذرٰان الدیار بلا قِعَ من أھلھا و یثقلان الرحم و اِنَ تثقّل الرحم انقطاع النسل"

اقرباء و اعزاء کے ساتھ صلہ رحم کرنا عمر میں اضافہ کا سبب ہے اور مخفی طور پر صدقہ دینا غضب الٰہی کو خاموش کرتا ہے، یقیناً اقرباء واعزاء سے قطع تعلق رکھنا اور جھوٹی قسم کھانا آباد سرزمینوں کو برباد اور بار آور رحم کو بانجھ بنا دیتا ہے اور عقیم اور بانجھ رحم، انقطاع نسل کے مساوی ہے۔[1]

یہ جو فرمایا :"تطفی غضب الربّ"پوشیدہ صدقہ دینا غیظ وغضب الٰہی کو خاموش کر دیتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان اپنی (نامناسب) رفتار سے خدا کے خشم وغضب نیز دنیاوی کیفر کا مستحق ہو اور یہ

---

(1) سفینۃ البحار مادۂ رحم.

مقرر ہو کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے اس کی جان و مال یا اس سے مربوط چیزوں کو نقصان پہنچے تو یہ پوشیدہ صدقہ اس طرح کی بلا کو اس سے دور کردیتا ہے۔

بَلاقع، بلقع کی جمع ہے، بے آب وگیاہ، خشک اور چٹیل میدان اور وادی برہوت ۔[1] چنانچہ امیر المومنین نے فرمایا:

"وصلة الرّحم فإنّها مثراة فی المال ومنساة فی الأجل، وصدقة السرّفأنّها تکفرالخطیة"[2]

رشتہ داروں کی دیکھ ریکھ اور رسیدگی کرنا مال میں زیادتی اور موت میں تاخیر کا باعث ہے اور پوشیدہ صدقہ گناہ کو ڈھانک دیتا ہے اور اس کا کفارہ ہوتا ہے ۔

نیز فرماتے ہیں:

"و صلة الرحم منماة للعدد"

اقرباء واعزاء کے ساتھ نیک سلوک کرنا افراد میں اضافہ کا سبب ہے۔[3]

ان تمام چیزوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خداوندعالم اپنی حکمت سے ایسا چاہتا ہے کہ روزی میں زیادتی، نسل میں اضافہ"صلہ رحم"کی وجہ سے ہونیز تنگدستی اور عقیم ہونا "قطع رحم" میں ہو۔

یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی دوتاجر آدمی ایک طرح کا مال بازار میں پیش کرتے ہیں تو ایک کو نقصان ہوتا ہے اور دوسرے کو فائدہ ،پہلے کے نقصان کا سرچشمہ اقرباء سے قطع رحم کرنا ہے اور دوسرے کا فائدہ حاصل کرنا عزیز واقارب سے صلہ رحم کی بنا پر ہے خدا کی طرف سے ہر ایک کی جزا برابر ہے۔

ایسے عمل کی جزا انسان کے ،خدا پر ایمان اور عدم ایمان سے تعلق نہیں رکھتی ہے کیونکہ خداوندعالم نے انسان کے کارناموں کے لئے دنیا میں دنیاوی آثار اور آخرت میں اخروی نتائج قرار دئے ہیں کہ جب بھی کوئی اپنے ارادہ واختیاراور ہوش وحواس کے ساتھ کوئی کام انجام دے گا تو اس کا دنیاوی نتیجہ دنیا میں اور اخروی نتیجہ آخرت میں اُسے ملے گا۔

اسی طرح خداوندعالم نے اپنے ساتھ انسان کی رفتار اور خلق کے ساتھ اس کے کردار کے مطابق جزا اور پاداش قرار دی ہے ، خواہ یہ مخلوق انسان ہو یا حیوان یا اللہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت ہو جس سے خدا نے

---

(1) المعجم الوسیط مادۂ بلقع(2) نھج البلاغہ خطبہ 108(3) نہج البلاغہ حکمت 252

انسان کو نوازا ہے، ہر ایک کے لئے مناسب جزا رکھی ہے، یہ تمام کی تمام اللہ کی مرضی اور اس کی حکمت سے وجود میں آئی ہیں ،"ربّ العالمین" نے ہمیں خود ہی آگاہ کیا ہے کہ انسان کے لئے اسکے کردار کے نتیجہ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے (یعنی جیسا کردار ہو گا ویسی ہی اس کی جزا وپاداش ہوگی)

(وأن لیس للاِ نسان اِلاّ ما سعیٰ)[1]

انسان کے لئے اس کی کوشش اور تلاش کے نتیجہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح خبر دی ہے کہ جو دنیا کے لئے کام کرئے گا خدا وند عالم اس کا نتیجہ اسے دنیا میں دکھاتا ہے اور جو کوئی آخرت کے لئے کوشاں ہوگا اسکے کام کی جزا اسے آخرت میں دکھائے گا:

(ومن یرد ثواب الدنیا نؤتیه منها و من یرد ثواب الآخرة نؤته منها وسنجزی الشاکرین)[2]

جو کوئی دنیاوی جزا وپاداش چاہتا ہے اسے وہ دیں گے اور جو کوئی آخرت کی جزا چاہتا ہے ہم اسے وہ دیں گے اور عنقریب شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔

(مَن کان یریدالحیا ة الدنیا وزینتها نوفّ الیهم أعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون)(اولاء ک الذین لیس لهم فی الاخرة اِلّا النار...)

جو لوگ (صرف) دنیاوی زندگی اور اس کی زینت و آرایش کے طلبگار ہیں ّان کے اعمال کا کامل نتیجہ ہم اسی دنیا میں دیں گے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے حصہ میں آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہے۔[3]

(مَن کان یرید العاجلة عجلنا له فیها..)(ومن أراد الآخرة و سعیٰ لها سعیها وهو مومن فأولآء ک کان سعیهم مشکوراکلاً نمد هٰؤلاء و هٰؤلاء من عطاء ربّک وما کان عطاء ربّک محظوراً)[4]

جو کوئی اس زود گزر دنیا کا طلبگار ہو اس کو اسی دنیا میں جزا دی جائے گی... اور جو کوئی دار آخرت کا خواہاں ہو اوراس کے مطابق کوشش کرے اور مومن بھی ہو اس کی کوشش وتلاش کی جزا دی جائے گی ، دونوںگروہوں میں سے ہر ایک کو تمھارے پروردگار کی عطا سے بہرہ مند کریں گے اور تمہارے رب کی عطا کبھی ممنوع نہیں قرار دی گئی ہے۔

---

(1) نجم 39.(2)آل عمران 145.(3)ہود 15، 16. (4) اسراء 18۔ 20.

کلمات کی تشریح

"نوفِّ اِلیھم": ان کا پورا پورا حق دیں گے۔

" لایبخسون ، لاینقصون": ان کے حق میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

" محظوراً ": ممنوعاً، حظر یعنی منع، رکاوٹ۔

دنیا وآخرت کی جزا

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس بنیاد پر بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن کی جزا انسان دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے ، لیکن ان میں سے بعض اعمال کی جزا قیامت میں انسان کو ملے گی ، مثال کے طور پر کوئی شہید خدا کی راہ میں جنگ کرے اور شہادت کے درجہ پر فائز ہو جائے ،وہ دنیوی جزا کے دریافت کرنے کا امکان نہیں رکھتا تا کہ اس سے فائدہ اٹھائے ، لہٰذا خدا وندعالم اس کی جزا آخرت میں دے گا جیساکہ فرماتا ہے:

(ولا تحسبّن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل أحیاء عند ربّھم یرزقون) (فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ و یستبشرون با لذین لم یلحقو ا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون)(یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضلٍ وأنّ اللہ لا یضیع أجر المؤمنین)[1]

اورجو لوگ راہ خدا میں شہید ہوگئے ہیں انھیں ہر گز مردہ خیال نہ کرو ! بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں ، یہ لوگ اس نعمت کی وجہ سے جو خدا وندعالم نے انھیں اپنے فضل و کرم سے دی ہے ، راضی اور خوشنودہیں اور جو لوگ ان سے ابھی تک ملحق نہیں ہوئے ہیں ان کی وجہ سے شاد و خرم ہیں کہ نہ انھیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی حزن و ملال وہ لوگ نعمت الٰہی اوراس کی بخشش اور اس بات سے کہ خدا وند عالم نیکو کاروں کی جزا کو ضائع و برباد نہیں کرتا ، مسرور و خوش حال ہیں ۔

اسی طرح اقتدار کے بھوکے انسان اوراس شخص کا حال ہے جو کسی مومن کے ساتھ ظلم وتعدی کر کے اسے قتل کر دیتا ہے، ایسا شخص بھی اپنی جزا آخرت میں دیکھے گا جیسا کہ خدا وندعالم نے ارشاد فرماتا ہے:

(ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ وأعدّ لہ عذاباً عظیماً)[2]

---

(1) آل عمران 169، 171

(2) نساء 93.

جو کوئی کسی مومن انسان کو عمدا (جان بوجھ کر) قتل کرڈالے اسکی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا خدا اس پر غضب ناک ہے اوراس نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور اس کے لئے عظیم عذاب مہیا کر رکھا ہے ۔

اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو ناقص جسم کے ساتھ دنیا میں آتا ہے جیسے اندھا گونگا ،ناقص الخلقۃ(جس کی تخلیق میں کوئی کمی ہو) اگر ایسا شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اولیاء خدا کا دوست ہو اور اپنے عضو کے ناقص ہونے کی بناء پر خدا کے لئے صبر و تحمل کرے ایسے شخص کو خدا آخرت کی دائمی وجاوید زندگی میں ایسا اجر دے گا کہ جو دنیاوی کمی اور زحمتیںاس نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں ان کا اس جزا کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔[1]

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ، اس بنا پر عدل الٰہی آخرت میں عمل کی جزا دریافت کیے بغیر ثابت نہیں ہوتا، خداوند عالم نے دنیاوی زندگی کے بعد اعمال کی جزا پانے کیلئے متعدد مراحل قرار دئے ہیں ہم آئندہ بحث میں اس پر گفتگو کریں گے۔

---

(1) دیکھئے : ثواب الاعمال، صدوق باب "اس شخص کا ثواب جو خداوند عالم سے اندھے ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اوراس نے خدا کے لئے اسے تحمل کیا ہو ، حدیث 21 ، نیز معالم المدرستین، ج 1، بحث شفاعت، اس ایک نا بینا شخص کی روایت کی طرف رجوع فرمائیں جو رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور آنحضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کے لئے دعا کریں تا کہ شفا ہو"۔

2۔

انسان اور آخرت میں اس کی جزا

خود انسان اپنے کھیت میں کبھی گیہوں، مکئی اور سبزیاں اگاتا ہے اورچند ماہ بعداس کا نتیجہ اور محصول حاصل کرتا ہے اور کبھی انگور، انجیر، زیتون، سیب اور سنترہ لگاتا ہے اورتین یا چار سال بعداس کا نتیجہ پاتا ہے اور کبھی خرما اور اخروٹ بوتا ہے اور 8 سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے بعداس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس طرح سے عادی اور روزمرہ کے کاموں کا نتیجہ انسان دریافت کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال اوردیگر افراد کواس سے فیضیاب کرتا ہے اس کے باوجود خدا فرماتا ہے:

(اِنّ اللہ ھو الرزّاق ذوالقوة المتین)[1]

خداوند عالم روزی دینے والا ہے وہ قوی اور توانا ہے۔

(اللہ الذی خلقکم ثمّ رزقکم)[2]

وہ خدا جس نے تمھیں خلق کیا پھر روزی دی۔

(لا تقتلوا اولا دکم من اِملاقٍ نحن نرزقکم و اِیّاھم)[3]

اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمھیں اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں۔

(وکا یّن من دابة لا تحمل رز قھا اللہ یرزقھاو اِیّاکم)[4]

کتنے زمین پرچلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق خود حاصل نہیں کر سکتے لیکن خدا انھیں اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے ۔

(و اللہ فضّل بعضکم علیٰ بعضٍ فی الرّزق)[5]

---

(1) ذاریات 58

(2)روم 40

(3) انعام 151.

(4) عنکبوت 60

(5) سورہ نحل 71.

خدا وندعالم نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت اور برتری دی ہے۔

جی ہاں! انسان زمین کا سینہ چاک کرتا ہے ، اس میں دانہ ڈالتا ہے، درخت لگاتا ہے ، پانی دیتا ہے ، تمام آفتوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے اس کی دیکھ ریکھ کرتا ہے تاکہ دانہ بن جائے اور بارآور ہو جائے جسے خود وہ بھی کھائے اور جسے دل چاہے کھلائے لیکن خدا وندسبحان فرماتا ہے :

(نحن نرزقكم و ايّاهم)

ہم تمھیں اوران کو روزی دیتے ہیں !

اور خدائے عظیم نے درست فرمایا ہے کیونکہ جس نے آب وخاک میں نباتات کے اگانے کے خواص قرار دئے اور ہمیں بونے اورپودا لگانے کا طریقہ سکھایا ،وہی ہمیں روزی دینے والا ہے۔

خدا کے روزی دینے اور انسان کے دنیا میں روزی حاصل کرنے کی مثال، میزبان کا مہمان کو "sel f ser vei c "والے ہوٹل میں کھانا کھلانے کی مانند ہے کہ جس میں نوکر چاکر نہیں ہوتے اور معمولاً مہمان سے کہا جاتا ہے ، اپنی پذیرائی آپ کیجیے(جو دل چاہے خود لے کر کھائے) اس طرح کے ہوٹلوں میں میزبان مہمان کو کھانا کھلاتا ہے مہمان جس طرح کی چیزیں پسند کرنا چاہے اسے مکمل آزادی ہوتی ہے لیکن جو کچھ وہ کھاتا ہے میزبان کی مہیا کی ہوئی ہے لیکن اگرکوئی مہمان ایسی جگہ پر داخل ہو اور خود اقدام نہ کرے، چمچے، کانٹے، پلیٹ جو میزبان نے فراہم کئے ہیں نہ اٹھائے اور فراہم کی ہوئی غذاؤں کی طرف اپنے قدموں سے نہ بڑھے اور اپنی مرضی سے کچھ نہ لے ،تو وہ کچھ کھا نہیں سکے گا،اس کے باوجود جس نے مہمانوں کیلئے غذا فراہم کی ہے وہی میزبان ہے،ایسی صورت میں بری طرح کھانے کا احتمالی نقصان بھی مہمان ہی کے ذمہ ہے جس نے خودہی نقصان دہ غذا کھائی ہے اور خداوند عظیم نے سورۂ ابراہیم میں کس قدر سچ اور صحیح فرمایا ہے:

(اللہ الّذی خلق السّموات والأرض و انزل من السماء ماءً فأخرج به من الثمرات رزقاً لكم و سخر لكم الفلك لتجری فی البحر بأمره وسخر لكم الأنهاروسخر لكم الشمس والقمر دائبين وسخر لكم الليل و النهار)[1]

خدا وندعالم وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا اوراس سے تمہارے لئے زمین سے میوے اگائے ،کشتیوں کو تمہارا تابع قرار دیا، تاکہ دریا کی وسعت میں اس کے حکم

(1)ابراہیم 32، 33

سے رواں دواں ہوں، نیز نہروں کو تمہارے اختیار میں دیا اور سورج اور چاند کو منظم اور دائمی گردش کے ساتھ تمہارا تابع بنایا اوراس نے روز و شب کو تمہارا تابع قراردیا۔

اور سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

(و اللہ أنزل من السماء ماءً فأحیا بہ الارض بعد موتھا انّ فی ذلک لایة لقومٍ یسمعون)(و أنَّ لکم فی الأنعام لعبرة نسقیکم مِّما فی بطونہ من بین فرثٍ و دمٍ لّبنا خالصاً سائغاً للّشاربین)(و من ثمراتِ النخیلِ و الأعنابِ تتّخذون منہ سکراً و رزقاً حسناً انّ فی ذلک لایةً لّقومٍ یعقلون)(و أوحیٰ ربّک اِلی النّحل ان اتّخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر و مّما یعرشون)(ثمّ کلی من کلّ الثّمرات فاْسلکی سبل ربّک ذللاً یخرج من بطونھا شراب مختلف ألوانہ فیہ شفٰاء للناّس انَّ فی ذلک لآ یةً لقومٍ یتفکرون) [1]

خدا وندعالم نے آسمان سے پانی برسایا، پس زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد حیات بخشی ،یقینا اس میں سننے والی قوم کے لئے روشن علامت ہے اورچوپایوں کے وجود میں تمہارے لئے عبرت ہے، ان کے شکم کے اندر سے گوبراور خون کے درمیان سے خالص دودھ ہم تمھیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے انتہائی خوشگوار ہے. اورتم درخت کے میووں، کھجور اور، انگور سے مسکرات اور اچھی اور پاکیزہ روزی حاصل کرتے ہو یقینا اس میں روشن نشانی ہے صاحبان فکر کے لئے، تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے بنائے ہوئے کوٹھوں پر اپنا گھر بنائے اور تمام پھلوں سے کھائے اوراپنے رب کے معین راستے کو آسانی سے طے کرے، اس کے شکم کے اندر سے مختلف قسم کا مشروب نکلتا ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یقینا اس میں صاحبان عقل و فکر کے لئے روشن نشانیاں ہیں۔

کلمات کی تشریح

1۔"دائبین، مستمرین": یعنی ہمیشہ گردش کر رہے ہیں، معین مسیر میں حرکت اُن کی دائمی شان و عادت ہے۔

2۔"فرث": حیوانات کے معدہ اورپیٹ میں چبائی ہوئی غذا (گوبر)۔

---

(1) نحل 65، 69

3۔"مّمایعرشون": جو کچھ اوپر لے جاتے ہیں ، خرمے کے درختوں کے اوپر جو چھت بنائی جاتی ہے جیسے چھپر وغیرہ۔

آغاز کی جانب باز گشت:

روزی رساںرب ّنے اپنے مہمان انسان کے لئے اس دنیا میں نعمتیں فراہم کیں، روزی کس طرح حاصل کی جائے اور کس طرح بغیر کسی ضرر اور نقصان کے اس سے بہرہ ورہوں، اس زود گمزر دنیا اور آخرت میں ، انبیائ، اوصیاء اور علماء کے ذریعہ اس کی تعلیم دی اور فرمایا:

(یاأیّھاالذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم واشکرواللہ)[1]

اے صاحبان ایمان ! پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہارے لئے روزی دی ہے کھا ؤ اور خدا کا شکر ادا کرو، نیز فرمایا:

(یسئلونک ماذاأحلّ لھم قل أحلّ لکم الطیّبات)[2]

تم سے سوال کرتے ہیں : کون سی چیزان کیلئے حلال کی گئی ہے ؟ کہہ دیجئے تمام پاکیزہ چیزیںتمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔

نیز خاتم الانبیاء کے وصف میں فرمایا :

(ویحلّ لھم الطیبّات ویحرّم علیھم الخبائث)[3]

اوروہ (پیغمبر)ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

اس لحاظ سے پروردگار سبحان نے ہمیں خلق کیا جو کچھ ہمارے اطراف میں تھا، اسے ہماراتابع بنا دیا اور اس دنیا میں پاکیزہ چیزوں سے جو کہ ہماری زراعت و کاشت کا نتیجہ ہے ہمیں رزق دیا ، وہ اسی طرح ہمارے اعمال کے نتیجہ کو آخرت میں ہمارے لئے روزی قرار دے گا جیسا کہ فرمایا ہے:

(والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثمّ قتلواأوما توالیر زقنّھم اللہ رزقاً حسناً)[4]

وہ لوگ جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ، پھر قتل کردئے گئے یا مر گئے ، خدا انھیں اچھی روزی دیگا۔

نیز فرماتا ہے:

---

(1)بقرہ172 . (2)مائدہ4(3)اعراف 157.(4)حج58

(الاّ مَن تاب وَآمنَ وَ عملَ صٰا لحاً فأُولاء کَ یدخُلُونَ الجنةَ وَلاَ یُظلمونَ شیئاً جنّاتِ عدنٍ التی وعدالرحمنُ عبٰادہُ بالغیبِ اِنہ کٰانَ وَعدہُ ما تیّا لا یسمعونَ فیھا لغواً اِلّا سلاماً ولھم رزقُھُم فیھا بُکرۃً وعَشِیّاً)[1]

...مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور شائستہ کام انجام دیں، پس یہ گروہ بہشت میں داخل ہوگا اور اُس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا، دائمی بہشت جس کا خدا وند رحمان نے غیب کی صورت میں وعدہ کیا ہے یقینا خدا کا وعدہ پورا ہونے والا ہے، وہاں کبھی لغو و بیہودہ باتیں نہیں سنیں گے اور سلام کے علاوہ کچھ نہیں پائیں گے، ان کی روزی صبح وشام مقرر ہے۔

پس ربّ حکیم انسان کے اعمال کی جزا دنیا میں جلدی اور آخرت میں مدت معلوم کے بعد اسے دیتا ہے، اسی طرح بہت سارے سوروں میں اس نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اور سورۂ زلزال میں فرمایا ہے:

(فمَن یعمل مثقال ذرۃٍ خَیراً یرہ ومَن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ)[2]

پس جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا اور جو بھی ذرہ برابر بھی بُرائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا۔

سورۂ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:

(فالیوم لا تُظلَمُ نفس شیئاً ولا تجزون اِلاّ ما کنتم تعلمون)[3]

پس اس دن کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں ہو گا اور جو تم نے عمل کیا ہی اسکے علاوہ کوئی جزا نہیں دی جائے گی۔

ہاں، جو اس دنیا میں تلخ اور کڑوا ایلوا لگائے گا ایلوا کے علاوہ کوئی اور چیز اسے حاصل نہیں ہوگی اور جو اچھے ثمر دار درخت لگائے گا وہ اچھے اچھے میوے چنے گا۔

جیسا کہ خداوند سبحان سورۂ نجم میں فرماتا ہے:

(وَ اَنْ لیس لِلا نسان اِلاّ ما سعیٰ وَ اَنَّ سعیہ سوف یریٰ)[4]

انسان کے لئے صرف اتنا ہی ہے جتنی اس نے کوشش کی ہے اور اس کی کوشش عنقریب اس کے سامنے پیش کردی جائے گی

۔

---

(1)مریم 60، 63(2) زلزال 7، 8(3)یسین 54(4) نجم 39، 40

انسان اپنے اعمال کے نتائج صرف اس دنیا ہی میں نہیںدیکھتا ، بلکہ درج ذیل پانچ مختلف حالات اور مقامات پر بھی دیکھتا ہے:

1۔ موت کے وقت

2 ۔ قبر میں

3۔ محشر میں

4۔ بہشت و جہنم میں

5۔ ورثاء میں کہ عمل کی جزاان کے لئے میراث چھوڑ جاتا ہے۔

اس بحث میں ہم نے دنیا میں انسان کے اعمال کی پاداش کا ایک نمونہ پیش کیا، آئندہ بحث میں (انشاء ا)خدا وند متعال موت کے وقت کیسے جزا دیتا ہے اس کو بیان کریں گے۔

3۔موت کے وقت انسان کی جزا

آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ موت ہے ،خدا وند سبحان نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے :

(وجاء ت سکرة الموت با لحقّ ذلک ما کنت منه تحید)[1]

(اے انسان) سکرات الموت حق کے ساتھ آپہنچے ، یہ وہی چیز ہے جس سے تم فرار کر رہے تھے!

یعنی موت کی ہولناک گھڑی اور شدت جو آدمی کے عقل پر غالب آجاتی ہے آپہنچی ، یہ وہی موت ہے کہ جس سے تو (انسان) ہمیشہ فرار کرتا تھا!

(قُل یَتَوَ فّٰکم ملکُ الموتِ الذی و کِل بکم ثُمَّ اِلیٰ ر بّکم تُرجعونَ)[2]

اے رسول کہہ دو! موت کا فرشتہ جو تم پر مامور ہے تمہاری جان لے لے گا پھراس کے بعد تم اپنے ربّ کی طرف لوٹا دئے جاوَ گے۔یہ جو خدا وندعالم نے اس سورہ میں فرمایا ہے کہ" موت کا فرشتہ تمہاری جان لے لے گا " اور سورہ زمر میں فرمایا ہے :" (اللّه یتوفی الا نفس) "[3](خدا وندعالم جانوں کو قبض کرتا ہے) اور سورۂ نحل میں فرمایا ہے:" (تتو فاھم الملا ئکة) "[4](فرشتے ان کی جان لیتے ہیں) اور سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا ہے : ("تو فته رُسُلُنا) ''[5]

ہمارے فرستادہ نمائندے اس کی جان لیتے ہیں ! اِن باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے ،کیونکہ: فرشتے خدا کے نمائندے ہیں اور روح قبض کرتے وقت ملک الموت کی نصرت فرماتے ہیں اور سب کے سب خدا کے حکم سے

---

(1)ق19(2)سجدہ11(3) سورہ زمر42(4)سورۂ نحل28۔32(5)انعام61

روح قبض کرتے ہیں ، پس در حقیقت خدا ہی روحوں کو قبض کرتا ہے اس لئے کہ وہ فرشتوں کو اس کا حکم دیتا ہے۔

آخرت کا یہ مرحلہ شروع ہوتے ہی دنیا میں عمل کا امکان سلب ہو جاتا ہے اور اپنے عمل کا نتیجہ دیکھنے کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے ، منجملہ ان آثار کے جسے مرنے والا ہنگام مرگ دیکھتا ہے ایک وہ چیز ہے جسے صدوق نے اپنی سند کے ساتھ رسول خدا ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا :

"صوم رجب یُھوّن سکرات الموت"[1]

ماہ رجب کا روزہ سکرات موت کو آسان کرتا ہے۔

آدمی کا حال اس مرحلہ میں عمل کے اعتبار سے جو اس نے انجام دیا ہے دو طرح کا ہے، جیسا کہ خداوند متعال خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(فأ مّا اِن کان من المقربین) (فروح و ریحان و جنّت نعیم) (و أمّا اِن کان من أصحاب الیمین) (فسلامُ لک من أصحاب الیمین)(و أما اِن کان من المکذبین الضاّ لّین)(فَنُزُل من حمیم.وَ تصلیةُ جحیمٍ)[2]

لیکن اگر مقربین میں سے ہے تو رَوح ،ریحان اور بہشت نعیم میں ہے لیکن اگر اصحاب یمین میں سے ہے تو اس سے کہیں گے تم پر سلام ہو اصحاب یمین کی طرف سے لیکن اگر جھٹلا نے والے گمراہ لوگوں میں سے ہے تو دوزخ کے کھولتے پانی سے اس کا استقبال ہوگا اور آتش جہنم میں اسے جگہ ملے گی۔

خدا وند عالم نے جس بات کا گروہ اوّل (اصحاب یمین اور مقربین) کو سامنا ہوگا اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(یا أیّتھا النفس المطمئنة أرجعی اِلیٰ ربّک راضیةً مرضیّةً فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی)

اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی جانب لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی و خوشنود ہے پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اورمیری بہشت میں داخل ہوجا۔[3]

اوردوسرا گروہ، جس نے دنیاوی زندگی میں اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ان کے بارے میں بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(حَتَّیِ ذَا جَائَ حَدَھُمْ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ٭ لَعَلِّی عْمَلُ صَالِحًا فِیمَا تَرَکْتُ کَلاَّ نَّھَا کَلِمَة ھُوَقَائِلُھَاوَمِنْ وَرَائِھِمْ بَرْزَخِ لَی یَوْمِ یُبْعَثُونَ)[4]

---

(1) ثواب الاعمال باب: ثواب روزہ رجب، حدیث 4.(2)واقعہ88۔ 94.(3) فجر 27 ، 30.(4)مومنون 99، 100.

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کی موت کا وقت آجاتا ہے تو کہتا ہے: میرے رب مجھے واپس کر دے شاید جو میں نے ترک کیا ہے اس کے بدلے عمل صالح انجام دے لوں، ایسا نہیں ہے! یہ ایک بات ہے جو وہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے! اور ان کے پیچھے قیامت تک کے لئے برزخ ہے۔

کلمات کی تشریح:

1۔"یتوفّیٰ": مکمل اور تمام دریافت کرتا ہے، یعنی خداوند عالم یا ملک الموت اس کی جان مکمل طور پر لے لیتے ہیں، سوتے وقت بھی ایسا ہوتا ہے جب آدمی کی قوت ادراک اور بعض حواس کام نہیں کرتے جیسے کہ اس کی روح قبض کرلی گئی ہو۔

2۔ " حمیم": کھولتا ہوا پانی ۔

3۔"تصلیۃ جحیم": جہنم میں کھولتے ہوئے پانی سے جلانا۔

4۔" برزخ": دو چیز کے درمیان حد اور مانع ۔

انسان اس مرحلہ میں دنیاوی زندگی کی تمامیت اور اپنے تمام اعضاء کی موت کا احساس کرتا ہے لیکن اس کے بعد کی شناخت کے لئے بجز اخبار انبیاء کوئی وسیلہ نہیں رکھتا ، لہٰذا اگر انبیاء کی تصدیق کی ہے اور ان پر اور وہ جو کچھ خدائی صفات اور شریعت الٰہی بیان کئے ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہے تو وہ عالم اخرت اور اس کے مختلف مراحل پر بھی ایمان لے آئے گا ، عالم آخرت کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا، عالم دنیا میں جو دیکھا اور پہچانا ہے اس سے مقائسہ ممکن نہیں ہے ، کیونکہ ہمارے وسائل محدود اور اس دنیاوی زندگی سے مخصوص ہیں لیکن آخرت کے بارے میں انبیاء کی خبروں کی بررسی و تحقیق کا،جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کوئی عملی راستہ نہیں ہے۔

منجملہ وہ روایات جو آخرت اور زندگی کے آخری لحظات کے بارے میں ہمیں ملی ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا :

"من مات ولم یحجّ حجّة الِاسلام دُونما مانع یمنعهُ فلیمُت ان شاء یهودیاً أو نصرانیاً"[1]

جس کسی کو موت آجائے اور وہ بغیر کسی قابل قبول عذر کے اپنا واجب حج ترک کردے تو اسے اختیار ہے چاہے تو یہودی مرے چاہے تو نصرانی۔

---

(1)ثواب الاعمال ، باب "حج ترک کرنے والے کی سزا" حدیث 2.

-4

قبر میں انسان کی جزا

جن چیزوں سے میت کو قبر میں سامنا ہوگا ان سے روائی کتابیں بھری پڑی ہیں: دو مامور فرشتوں کے عقائد سے متعلق سوال [(1)] سے لے کر حسن سلوک اور بد سلوکی نیز اپنی زندگی کی ہر حرکت و سکون کے آثار دیکھنے تک اور یہ کہ قبر میت کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا ہے۔[(2)] اور جو کوئی چغل خوری کرے یا پیشاب کرتے وقت نجاست کی پرواہ نہ کرے قبر میں عذاب سے دوچار ہوگا[(3)] اور جس کا اخلاق اچھا ہوگا قبر میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر قیامت میں حساب وکتاب کے آخری مرحلہ تک اچھی جزا پاتا رہے گا۔[(4)] اور جو کوئی اپنا رکوع صحیح انجام دے قبر میں اس پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔[(5)]

---

(1) سفینۃ البحار میں مادئہ "نکر" ملاحظہ ہو

(2) سفینۃ البحار میں مادئہ "قبر" ملاحظہ ہو۔

(3) ثواب الاعمال، صدوق، ص 295، ح 1؛ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب "الدلیل علی نجاسۃ البول" ص 240۔ 241؛ سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب "الاستبراء من البول" ج 1، ص 34، 35؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب "ا التشدید فی البول" ج 1، ص 124، 125؛ مسند احمد، ج 1، ص 225، ج 5، ص 466 اور 417 اور 419؛ صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب "من الکبائران لا یستر من بولہ" ج 1، ص 64، کتاب الادب، باب الغیبۃ ج 8، ص 20 اور باب "ا النمیمۃ من الکبائر" ج 8، ص 21۔

(4) ثواب الاعمال، ص 180، باب "برادر مومن کو خوش کرنے کا ثواب"

(5) سفینۃ البحار، مادئہ "رکع"

5۔

انسان اور محشر میں اس کی جزا

الف: صور پھونکنے کے وقت

محشر کے دن کا آغاز حساب وکتاب کے لئے صور پھونکتے ہی ہو جائے گا ،"صور"عربی لغت میں شاخ کے مانند ایک چیز ہے، اسمیں پھونک مارتے ہیں تو اس سے آواز نکلتی ہے خداوند سبحان فرماتا ہے:

(و نفخ فی الصور فصعق مَن فی السماوات و مَن فی اِلْأَرض الّا مَن شاء اللّٰہ ُ ثُمّ نُفخَ فیه أخریٰ فا ذا هم قِیام ینظرُون) [1]

اورصور پھونکا جائے گا پس زمین وآسمان کے درمیان جتنے لوگ ہیں سب مرجائیں گے جزان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے ،پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اچانک سب یک بارگی اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں۔

"صعق":یہاں پر ایک ایسی آواز ہے جس کا اثر موت ہے حدیث میں "نفخ" کے لئے ایک تفسیر بیان ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: صوردو مرتبہ پھونکا جائے گا:

پہلی مرتبہ:

پہلی مرتبہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے اور تمام زمین وآسمان کے موجودات مرجائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے حاملان عرش ، جبرائیل ، میکائیل اورعزرائیل اِس کے بعد خدا وند عالم ملک الموت سے کہے گا:کون باقی بچا ہے؟ کہیں گے: خدایا !ملک الموت ،جبرائیل ، میکائیل اور حاملان عرش کے علاوہ اور

---

(1)زمر 68

کوئی باقی نہیں بچا، خداوند عالم فرمائے گا: جبرائیل اور میکائیل سے کہو: مرجائیں اوران کی روح قبض کرلی جائے، اس کے بعد ملک الموت سے کہے گا: کون بچا ہے؟ ملک الموت جواب دیں گے: خدایا! ملک الموت اور حاملان عرش کے علاوہ کوئی باقی نہیں ہے! کہے گا: حاملان عرش سے کہو مرجائیں اوران کی روح قبض کرلی جائے اسکے بعد فرمائے گا: اے ملک الموت اب کون بچا ہے؟عرض کریں گے: ملک الموت کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے، ارشادقدرت ہوگا: تم بھی مرجاؤ، ملک الموت بھی مرجائے گا، اب خداوندذوالجلال آواز دے گا:

("لمن الملک الیوم) ,,آج کس کی حکومت ہے"؟

جب کوئی جواب نہیں دے گا، تواُس وقت خداوندذوالجلال خودہی اپنا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا:

("ﷲ الواحدِ القهار» خداوندیکتاو قہار کی حکومت ہے"۔[1]

اُس کے بعد جب چاہے گا دوبارہ صور پھونکے گا جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے: پھر دوبارہ صور پھو نکے گا اچانک سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں۔[2]

دوسری مرتبہ:

خداوندعالم اس کے بارے میں ارشادفرماتاہے:

1۔(ونفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً)

صورپھونکا جائے گاتو ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔[3]

2۔(و یوم ینفخُ فی الصور ففزعَ مَن فی السمواتِ و مَن فی الْرض الّا من شاء ﷲ و کلّ أتوهُ اخرین)[4]

جس دن صور پھونکا جائے گا آسمان وزمین کے رہنے والے سب کے سب وحشت کے دریا میں غرق ہونگے، جزان کے جنھیں خدا چاہے گا اور سب کے سب خضوع کے ساتھ سرجھکائے اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔

3۔(ونفخ فی الصورفاِذا هم من الأجداث الیٰ ربهم ینسلون)(قالوا یاویلنا مَن بعثنا من)

---

(1) مومن 16 (2)الدر المنثور سیوطی، 5 336، 337؛ و بحار بہ نقل از کافی وغیرہ 6 326، 327 ۔(3) کہف 99 (4) نمل 87

(مرقد نا هذاماوعد الرحمن وصدق المرسلون)(ان كانت الّا صيحةً واحدةً فاذاهم جميع لدينا محضرون)(فاليومَ لا تُظلم نفس شيئاًً ولا تُجزونَ اِلّاما كُنتم تعملون)[1]

صور پھونکا جائے گا، ناگاہ وہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کرتیزی کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف دوڑیں گے اور کہیں گے ہم پر وائے ہو! کس نے ہمیں ہماری آرام گاہ سے اٹھادیا ؟ یہ وہی ہے جس کا خدا وند رحمن نے وعدہ کیا تھا اور اس کے فرستادہ افراد نے سچ کہا تھا، یہ روداد ایک چیخ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ ناگہاں سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے،آج کے دن کسی پر ذرہ برابر بھی ستم نہیں ہو گا اور تم نے جو عمل کیا ہے اس کے علاوہ تمہیںکوئی پاداش اور جزا نہیں دی جائے گی۔

اور نیزاس سلسلہ میں کہ تمام انسانوں کو اکٹھا کریگا، فرمایا:

1۔ (وحشرناهم فلم نُغا درمنهم أحداً)[2]

اورہم ان سب کو اٹھائیں گے اوران میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

2۔(یوم ینفخ فی الصورونحشرالمجرمین یومئذٍ زرقاً)[3]

جس دن صورپھونکا جائے گا اور مجرموں کو نیلے جسم کے ساتھ (بدرنگ صورت میں) اس دن جمع کریں گے۔

3۔ (یوم نحشر المتقین الیٰ الرحمن وفداً)[4]

جس دن پرہیزگاروں کو ایک ساتھ خدا وند رحمن کے حضورمیں محشور کریں گے۔

کلمات کی تشریح

ا۔"داخرین": ذلت اور رسوائی کے ساتھ۔

2۔"أجداث": قبریں۔

3۔"ینسلون": جدا ہوں گے، قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر آئیں گے

4۔"زرقاً": زَرق یا اَزْرَق کی جمع ہے، نیلے پن کے معنی میں.

5۔"وفداً: وفد ھیئت" اور اس گروہ کا نام ہے جو پاداش اور جزا حاصل کرنے یا کسی قسم کی ضرورت کے پیش نظر حاکم کے پاس جاتے ہیں۔

---

(1)یس 51، 54(2) کہف 47 (3) طہ 102(4)مریم 85

ب:روز قیامت کے مناظر کے بارے میں

خدا وندعالم روز قیامت کا اس طرح تعارف کراتا ہے:

1۔((أنّهم مبعوثون، لیومٍ عظیمٍ، یومَ یقومُ الناسُ لربِّ العالمینَ) [(1)]

وہ لوگ مبعوث ہوں گے، عظیم دین میں، جس دن لوگ خدا وندعالم کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

2۔(یوم یقومُ الرّ وُحُ و الملا ئکةُ صفّاً لا یتکلمون الا منَ اذنَ لهُ الرحمنُ وقال صواباً) ۔[(2)]

جس دن روح اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور کوئی بھی سوائے اس کے جسے خدا وند رحمن اجازت دے اور درست کہے نہیں بولے گا۔

3۔(وخلق اللّٰہ السمٰوات والأرض با لحق ولتجزیٰ کُلّ نفسٍ بما کسبت وھم لا یظلمون) [(3)]

اور خدا وندعالم نے آسمان اور زمین کو بر حق خلق کیا ہے تاکہ ہر شخص کو اس کے کاموں کی جزا دی جائے اور ان پر ظلم و ستم نہیں ہو گا ۔

4۔(وکل انسانٍ الزمناہ طائرہ فی عنقه ونخرج له یوم القیامةِ کتاباً یلقاہ منشوراًاقراکتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً) [(4)]

اورہم نے انسان کے نامۂ اعمال کواس کی گردن میں آویزاں کردیا ہے اور قیامت کے دن اس کے لئے ایک کتاب باہر نکا لیں گے کہ وہ اسے اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھے گا!اس سے کہا جائے گا اپنی کتاب (نامہ اعمال) پڑھو! اتنا ہی کافی ہے کہ آج کے دن خود اپنا محاسبہ کرنے والے رہو۔

5۔((کل امة تدعیٰ الی کتا بھا الیوم تجزون ما کنتم تعملون)(ھذا کتابُنا ینطقُ علیکم بالحق انا کُنا نستنسخ ما کنتم تعملون)(وبدٰالھم سیئاتُ ماعملوا و حاق بھم ما کانوا به یستھزون)(وقیل الیوم ننسا کم کما نسیتم لقاءَ یومکم ھذا ومأوا کم النارُومالکم من ناصرین)(ذلکم بانکم اتخذ تم آیاتِ اللّٰہ ھزواًوغر تکم الحیاة الدنیا فا لیوم)

---

(1) مطففین 4،6(2)نباء 38(3)جاثیہ 22 (4) اسراء 13، 14

(لایخرجون منھا ولاھم یُستعتبونَ)[1]

ہر امت کو اس کی کتاب کی طرف دعوت دی جائے گی، آج جو تم نے اعمال انجام دیئے ہیں ہم اس کی جزا دیں گے، یہ ہماری کتاب ہے جو تم سے حق کے ساتھ گفتگو کرتی ہے، تم جو کچھ انجام دیتے ہو ہم لکھ لیتے اور جو انھوں نے برائیاں انجام دی ہیں آشکار ہو جائیں گی اور جس چیز کا مذاق اڑایا ہے وہی انھیں اپنے احاطہ میں لے لیگا اور ان سے کہا جائے گا آج ہم تم کو فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا اور دنیاوی زندگی نے تمھیں فریب دیا! آج وہ لوگ نہ دوزخ سے باہر آئیں گے اور نہ ان کا عذر قبول ہوگا۔

6 ((فا ما من اوتی کتابه بیمینه فیقول ھاوم اقرء وا کتابیه)(وأما من أوتی کتابه بشماله فیقول یا لیتنی لم أوت کتا بیهولم أدرما حسا بیه)[2]

پس جس کو اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا آؤ ہمارا نامہ اعمال پڑھو اور جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش! میرا نامہ اعمال کبھی میرے ہاتھ میں نہ دیا جاتا اور میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

7۔(فأما من أوتی کتابه بیمینه)(فسوف یحا سب حساباً یسیراً)(وأما من اوتی کتا به و راء ظھره)(فسوف ید عوا ثبو راً)[3]

پس جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا عنقریب اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا، لیکن جسکا نامہ اعمال اس کے پیچھے سے دیا جائے گا عنقریب وہ ہلاکت کی فریاد اور واویلا کرے گا۔

8۔(و لایحسبن الذین یبخلو ن بما آتاھم اللہ من فضله ھوخیراً لھم بل ھو شر لھم سیطوّ قون ما بخلوا به یوم القیا مة)[4]

جو لوگ بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور جو خداوند عالم نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے خرچ نہیں کرتے، وہ خیال نہ کریں کہ یہ کام ان کے نفع میں ہے، بلکہ ان کے لئے بُرا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں بخل کیا ہے وہ ان کی گردن کا طوق بن جائے گا۔

---

(1)جاثیہ28، 29، 33، 35(2)حاقہ19، 26 (3) انشقاق7، 11(4)آل عمران 180

9۔(و یوم یقوم الا شھاد)(یوم لا ینفع الظا لمین معذ ر تھم)[1]

جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے ، اس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہیں دے گی۔

10۔(و یوم نبعث فی کلّ اُمّة شھیداً علیھم من أنفسھم وجئنا بک شھیداً علیٰ ھٰولائِ)[2]

جس دن ہم ہر امت میں انھیں میں سے ان پر ایک گواہ لائیں گے اور تم کو (اے پیغمبر!) ان پر گواہ قرار دیں گے۔

11۔(حتّیٰ اِذا ماجاؤھا شھد علیھم سمعھم و ابصار ھم وجلو دھم بما کانوا یعملون)(و قالوا لجلود ھم لم شھد تم علینا قالوا أنطقنا اللہ الذی أنطق کلّ شییئٍ)[3]

جب اس تک پہنچیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیںان کے کرتوت کی گواہی دیں گی، وہ لوگ اپنی جلدوں سے کہیں گے: کیونّہمارے برخلاف گواہی دی؟ جواب دیں گی: جس خدا نے ہر موجود کو قوت گویائی عطا کی اسی نے ہمیں بھی گویائی دی ہے۔

کلمات کی تشریح

1۔"طائرہ":اس کے اچھے اور بُرے عمل سے کنایہ ہے۔

2۔"ثبور": ہلاکت، یدعو ثبوراً، یعنی ہلاکت کی فریاد کرتا ہے۔

3۔"سیطوّ قون": ان کی گردن میں طوق ڈال دیں گے، یعنی واجب حقوق کے ادا نہ کرنے پر سانپ کی صورت میں بخل ان کی گردن میں مجسم ہو جائے گا۔

4۔"الشھید والا شھاد":شہید یعنی وہ قاطع گواہ جو بدل نہ سکے اور"اشھاد"" شاہد" کی جمع ہے اس سے مراد انبیاء اور ان کے ہمراہی ہیں جو اپنی امت پر گواہی دیں گے اور جو بھی انسان سے صادر ہونے والے اعمال پر گواہ ہو۔

قیامت کے دن اعمال کے آثار کے بارے میں رسول خدا ﷺ سے روایت ہے:

1۔"أطوَ لُکم قنوتاً فی دار الدنیا أطوَلُکم راحةً یوم القیا مة فی الموقف"[4]

جو لوگ دار دنیا میں قنوت (نماز) کے اعتبار سے جتنا طولانی ہوں گے وہ آخرت میں حساب کے وقت

---

(1)غافر51(2) نحل 89(3)فصلت 21،20 (4)ثواب الاعمال،ص55

اتنا ہی زیادہ مطمئن ہوں گے۔

2۔رسول خدا ﷺ کے وصی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اِذا سجد أحد کم فلیباشر بکفیه الأرض لعلّ یصرف عنه الغل یوم القیامة"(1)

جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئیے کہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین سے چسپاں کرے تاکہ روز قیامت کی تشنگی کا اس کو سامنا نہ ہو۔

3۔رسول خدا ﷺ سے روایت ہے کے آپ نے فرمایا:

(مَن بغی علیٰ فقیرٍ أو تطاول علیه و استحقره حشره الله یوم القیامة مثل الذرة علیٰ صورة رجل ید خُلُ النار)(2)

جو کوئی کسی فقیر پر ظلم کرے یا اس پر فخر ومباہات کرے اور اُسے حقیر و معمولی سمجھے خداوند عالم اسے قیامت کے دن انسانی شکل میں چیونٹی کے مانند جہنم میں داخل کرے گا۔

4۔حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ان المتکبر ین یجعلون فی صورة الذر یتوطأ بهم الناس حتیٰ یفرغ الله منالحساب"(3)

متکبرین قیامت کے دن چیونٹی کی شکل میں ہوں گے اور لوگ ان کے اوپر سے راستہ طے کریں گے یہاں تک کہ خداوند عالم حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے۔

---

(1)ثواب الاعمال،ص55۔57.

(2)ثواب الاعمال،ص335، باب "اعمال کی سزائیں"

(3)ثواب الاعمال،ص265

انسان اور جنت و جہنم میں اس کی جزا

خدا وندعالم انسان کو عالم آخرت میں اس کے اعمال کے مطابق جو اس نے اس دنیاوی زندگی میں انجام دئیے ہیں اوراس عالم میں اس کے سامنے مجسم ہوں گے بہشتی نعمتوں کے ذریعہ جزا اور عذاب جہنم کے ذریعہ سزا دے گا، جیسا کہ اس کے بارے میں خودہی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

1۔ (اِنّ اللہ ید خل الذین آمنو ا وعملو اا الصالحات جنّاتٍ تجری من تحتھا الأنھار)[(1)]

خداوندعالم ایمان لانے والوںاور عمل صالح انجام دینے والوں کو بہشت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی داخل کرے گا۔

2۔ (ومَن عمل صالحاً من ذکر أو أنثیٰ وھو مؤمن فأولئک یدخلون الجنة یرزقون فیھا بغیرِ حساب)[(2)]

جو کوئی بھی عمل صالح انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، وہی لوگ بہشت میں جائیں گے اوراس میں بے حساب رزق پائیں گے۔

3 (من یعمل سوءِ اً یجز بہ و لا یجد لہ من دونِ اللہ ولیّا و لا نصیراً و من یعمل من الصّا لحات من ذکرٍ أو أنثیٰ و ھو مؤمن فأولئک ید خلونَ الجنة و لا یُظلمونَ نقیراً)

جو شخص بُرے کام کریگا اسے اس کی سزا ملے گی اور خدا کے علاوہ کسی کو ولی اوریاور نہیں پائے گا اور اگر کوئی اعمال صالحہ انجام دے گا، خواہ عورت ہو یا مرد، جب کہ وہ مومن بھی ہو وہ جنت میں جائے گا اوراس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا۔[(3)]

4۔ (و یوم القیا مة تری الذین کذبوا علیٰ اللہ وجوھھم مسو دّة الیس فی جھنم مثویً للمتکبرین

---

(1)حج23

(2)مومن40

(3)نسائ123،124

ووفّيت كلّ نفسٍ ما عملت)(...وسيق الذين اِتّقواربّهم اِلى الجنةِ زمراً) [1]

جن لوگوں نے خدا کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے انھیں دیکھو گے کہ ان کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے، آیا متکبرین کے لئے جہنم میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟ اور جس نے جو بھی عمل انجام دیا ہے بغیر کسی کم وکاست کے اسے دیا جائے گا اور جن لوگوں نے تقوائے الٰہی اختیار کیا ہے وہ جوق در جوق بہشت میں لے جائے جائینگے۔

5۔ (الذين آمنوا بآ يا تنا و كانوا مسلمين أدخلوا الجنة انتم وأزواجكم تحبرون) [2]

جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لائے اور مسلمان بھی ہیں(اُن سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش وخرم داخل ہو جاؤ۔

6۔ (وتلک الجنة التی أورثتموها بما کنتم تعملونِ أن المجر مين فی عذاب جهنم خا لدون وما ظلمنا هم و لکن کانوا هم الظّا لمين) [3]

اور یہ وہ بہشت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی جزا کے طور پر وارث ہو گے،(لیکن) گناہ کاروں کے لئے جہنم کا عذاب ابدی ٹھکانہ ہے... ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود ظالم تھے۔

7۔ (و الذين يکنزون الذهب والفضّة ولا يُنفقونها فی سبيل الله فبشّرهم بعذابٍ أليمٍ يوم يحمیٰ عليها فی نارجهنم فتکویٰ بها جبا ههم و جنو بُهُم و ظهو رُ هم هذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون) [4]

جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں لیکن اسے راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو! جس دن انھیں جہنم کی آگ میں گرم کرکے ان کے چہروں، پہلووں اور پشتوں کو داغا جائے گا (اور ان سے کہیں گے) یہ وہی چیز ہے جس کا تم نے اپنے لئے خود ہی ذخیرہ کیا ہے! لہٰذا جو تم نے جمع کیا ہے اسکا مزہ چکھو۔

شیخ صدوق نے اپنی سند کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اربعة يؤذون أهل النار علی ما بهم من الأ ذی ينادون بالويل و الثبور: رجل عليه تا بوت من حجر فِانه مات وفی عنقه أموال الناس لم يجد لها فی نفسه اداءً ولا مخلصاً ورجل يجرأ معاء ه ،فأ نه کان لا يبالی أين أصاب البول جسده ورجل يسيل فوه قيحاً و دماً، فأنه

---

(1) زمر60، 70، 73(2) زخرف 69، 70(3)زخرف72، 74، 76.(4)توبہ34، 35

كان يحاكى فينظر كل كلمةٍخبيثةٍ فيفسدُ بها و يحاكى بها و رجل يأكل لحمه،فأنه كان يأكل لحوم الناس بالغيبة و يمشى بالنميمة"[1]

چار گروہ ایسے ہیں کہ جب عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو آہ وواویلا اور دہائی کا شور مچائیں گے جس سے اہل جہنم کو اذیت ہوگی۔

1۔ایک وہ شخص جس پر پتھر کا تابوت ہو گا کیونکہ وہ ایسی حالت میں دنیا سے گیا ہے کہ لوگوں کے اموال و مال حقوق اس کی گردن پر تھے جن کے نیز ادا کرنے اور ان سے چھٹکارا پانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا ۔

2۔وہ شخص جو اپنی آنتیں خود گھسیٹتا پھرے گا وہ ایسا آدمی ہے جو بدن کے کسی حصّہ پر پیشاب کے لگ جانے کی پرواہ نہیں کرتا ۔

3۔ وہ شخص جس کے منھ سے پیپ اور خون جاری ہوگا ، اس لئے کہ وہ ان کے اوران کے منھ سے بُری باتیںلیکر دوسروں کے سامنے بیان کرتا تھا اور فتنہ وفساد برپا کرتا تھا۔

4۔وہ شخص جو اپنا گوشت کھائے گا ،وہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کا گوشت غیبت اور چغلی کر کے کھاتا تھا۔

خدا وند متعال جنت اور جہنم کے متعدددروازوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(وِانّ للمتقين لحسن مآبٍجناتِ عدنٍ مفتحةً لهم الأبواب)[2]

پرہیز گاروں کا انجام بخیر ہے، جاودانہشتی باغات جس کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

ابلیس سے خطاب کرتے ہوئے (اس پر خدا کی لعنت ہو) فرمایا:

(اِنّ عبادى ليس لک عليهم سلطان اِلاّمن أتبعک من الغاوين و اِنّ جهنم لموعدهم أجمعين،لهاسبعةُ ابوابٍ لكل بابٍ منهم جزء مقسوم)[3]

تو کبھی ہمارے بندوں پر مسلط نہیں ہوپائے گا، سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں اور جہنم ان سب کا ٹھکانہ اور وعدہ گاہ ہے،جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے۔

کلمات کی تشریح:

1۔"نقیر": خرمے کی گٹھلی کی پشت پر معمولی نشیب اور نقطہ کو کہتے ہیں کہ ہلکی اور بے ارزش چیزوں

---

(1)عقاب الاعمال ص 295، 296(2)ص49،50. (3) حجر 42، 44.

کی اس سے مثال دیتے ہیں۔

2۔"مثوی": استقرار و اقامت کی جگہ، ٹھکانہ وغیرہ۔

3۔"زمراً": گروہ گروہ، زُمَر، زُمْرہ کی جمع ہے فوج اور گروہ کے معنی ہے۔

4۔"مآب": بازگشت، عاقبت، انجام۔

5۔"جنات عدن": سکون و اطمینان کی جنتیں.

روایات میں آیات کی تفسیر

مذکورہ آیات کی تفسیر سے متعلق رسول خدا ﷺ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات، بعض در، دوسرے در سے بہتر ہیں۔ [1]

حضرت امام علی سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کیا تمھیں معلوم ہے کہ جہنم کے دروزے کیسے ہیں ؟ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا: انھیں دروازوں کے مانندہیں، فرمایا نہیں، بلکہ اس طرح ہیں: اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا اور اُسے کھول دیا، یعنی جہنم کے دروازے خود جہنم کے مانند ایک دوسرے پر سوار ہیں اور تفسیر قرطبی میں آیا ہے، اس کے بعض دروازے بعض دروازوں پر ہیں اور رسول خدا ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا! ہر طبقے والے اپنے اسی طبقے میں ہیں۔ [2]

نیز رسول خدا ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے "جزء مقسوم"کی تفسیر میں فرمایا: جہنم کے دروزوںمیں سے ہر دروازے کے لئے اہل جہنم کا ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے کہ ہر گروہ جو اپنے کرتوت کے مطابق عذاب میں مبتلا ہو گا۔[3]

آخر میں ہم بعض احادیث کا ذکر کر کے بحث کو تمام کریں گے جو گزشتہ آیات کی تشریح کر رہی ہیں اور اعمال کے نتائج اجمال واختصار اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہی ہیں اس۔

1۔اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو کسی مومن کو راضی و خوشنود کرے خداوند عزوجل اس خوشنودگی سے ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو اس کے

---

(1) تفسیر سیوطی، الدرالمنثور ج4، ص99، 100، (2)اس آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر مجمع البیان، تفسیر قرطبی و سیوطی کی جانب مراجعہ کیجئے.(3) تفسیر سیوطی، الدرالمنثور ج4، ص99.

مرنے کے وقت اس سے ملاقات کرے گی اوراس سے کہے گی: اے خدا کے ولی! تجھے مبارک ہو کہ تو خداوندعالم کی کرامت اور اس کی رضاوخوشنودگی کے ساتھ ہے، پھر وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گی یہاں تک کے قبر میں جاتے وقت اسے یہی خوشخبری دے گی اور جب محشور ہوگا تب بھی اس کے دیدار کو جائے گی، اس کے پاس رہے گی یہاں تک کہ سخت اور ہولناک میں ہمیشہ اسے نوید دے گی اوراس کا دل شاد کرتی رہے گی، پھر وہ شخص اس سے

کہے گا: تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو کون ہے؟ کہے گی:"میں وہی خوشی ہوں جو تو نے فلاں شخص کو عطا کی تھی"[(1)]

2۔بحار میں جناب صدوق کی "معانی الاخبار" سے حضرت امام جعفر صادق سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو کسی مومن کا غم غلط کرے اوراس کے رنج کو دور کرے خداوند عالم آخرت میں اس کے رنج و غم کو دور کرے گا اور وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ خوش حال قبر سے باہر آئے گا اور جو کسی مومن کو گرسنگی اور بھوک سے نجات دے خدا وند عالم اسے بہشت میں میوے کھلائے گا اور جو کوئی اسے پانی پلائے خدا وند عالم اسے جنت کے مہر شدہ جام پانی سے سیراب کرے گا۔[(2)]

3۔ حضرت امام ابو الحسن سے اصول کافی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

روئے زمین پر خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو ہمیشہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں، وہ لوگ روز قیامت آسودہ خاطر اور خوشحال افراد میں سے ہونگے، ہاں اگر کوئی کسی مومن کو خوش کرے تو خدا وندعالم قیامت کے دن اس کا دل شاد کرے گا۔ [(3)]

4۔اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت پوری نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا وندعالم اسے آواز دیتا ہے تیری جزا مجھ پر ہے اور بہشت کے علاوہ کسی چیز پر تیرے لئے راضی نہیںہوں۔[(4)]

5۔جناب صدوق نے ثواب الاعمال میں معروف بن خربّوذ کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا، میں نے امام باقر کو فرماتے ہوے سنا ہے:

"جو مومن بھی دنیا میں پریشانی اور مشکلات میں گرفتار ہو اوربوقت مشکل " انا للہ و انا الیہ راجعون" کہے ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے! خدا وند عالم اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دے گا،

---

(1)اصول الکافی ج2ص191،ح12 (2)بحار ج6، ص355(3)اصول کافی ج6، ص 197،ح6 (4)اصول کافی ج1، ص194، ح7

سوائے ان گناہان کبیرہ کے جو جہنم کا باعث ہوں اور فرمایا: جب بھی کوئی اپنی آئندہ عمر میں کسی مصیبت کو یاد کرے اور کلمہ استرجاع "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہے اور خدا کی حمد کرے خداوندعالم اس کے وہ تمام گناہ جو کلمہ استرجاع اوّل اور کلمئہ استرجاع دوم کے فاصلہ میں انجام دیئے ہیں بخش دے گا سوائے گناہان کبیرہ کے"۔[1]

6۔ بحارالانوار میں امام جعفر صادق سے اور انھوں نے رسول خدا ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ خداوندعالم فرماتا ہے:

" کسی بندہ کو بہشت میں اس وقت تک داخل نہیں کروں گا جب تک کہ اسے جسمانی تکالیف میں بتلا نہ کردوں، اگر یہ بلا اور مصیبت اس کے گناہوں کے کفارہ کی حد میں ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کسی جابر و ظالم کو اس پر مسلط کردونگا اگر اس سے اس کے گناہ دھل گئے تو اسی پر اکتفاء کروں گا ورنہ اس کی روزی کو تنگی میں میں قراردوں گا تاکہ اس کے گناہ دھل جائیں اگر اگر اس سے دھل گئے تو ٹھیک ورنہ موت کے وقت اس پر اتنی سختی کروں گا کہ میرے پاس بے گناہ اورپاک و صاف ائے پھر اسے اسوقت بہشت میں داخل کروں گا...۔[2]

7۔ صیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا:

"کوئی مسلمان ایسا نہیںہے جو مصیبت میں بتلا ہو اور خدااُس کے گناہوں کو ختم نہ کردے جیسے کہ درخت سے پتے جھڑتے ہیں"[3]

8۔ایک دوسری روایت میں ہے: کسی مسلمان پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر یہ کہ خداوند عالم اسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتاہے خواہ وہ ایک خراش ہی کیوں نہ ہو۔[4]

9۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"کوئی مسلمان ایسا نہیںہے جس کو کانٹے کی خراش یا اس سے سخت تر کوئی چیز پہنچے مگر یہ کہ خداوندعالم اس کے گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دے گا جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں"۔[5]

10۔ صحیح بخاری اور مسند احمد میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"کسی مسلمان کو کوئی رنج و غم، دشواری، دردو مرض ، مصیبت و اندوہ، یا اذیت و آزار، آسیب و گزند حتی کا خراش تک نہیں پہنچتی مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اسکے گناہوں کا کفّارہ قراردیتا ہے"[6]

---

(1).بحارجلد82، ص127، 128 بہ نقل ازثواب الاعمال ص234 (2).بحارج6، ص 172 ۔ بہ نقل ازکتاب التحیص.(3) صحیح بخاری کتاب المرضی، باب :" شدة المرض" (4) صحیح بخاری ج3، ص 3، کتاب المرضی، باب : "ماجاء فی کفارة المرض"(5) صحیح بخاری ج3، ص3، کتاب المرضی، باب:"شدة المرض" صحیح مسلم،کتاب البر و الصلة والادب، باب"ثواب المومن فیما یصیبہ "(6) صحیح بخاری ج3، ص2، کتاب المرضی باب:"ما جاء فی کفارة المرض". مسند احمد ج3، ص 180.

7۔

صبر و تحمل کی جزا

جس طرح خدا وند عالم نے انسان کے ہر عمل کے لئے دنیوی جزا اور اخروی پاداش رکھی ہے اسی طرح مصائب و آلام پر انسان کے صبر و تحمل کیلئے دنیاوی جزا اور اخروی پاداش مقرر کی ہے، امام علی نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"الصبر ثلاثة صبر عند المصيبة، و صبر على الطاعة و صبر عند المعصية"[1]

صبر و شکیبائی کی تین قسمیں ہیں:

1۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

2۔ اطاعت میں استقامت و پائیداری۔

3۔ معصیت کے مقابل صبر کا مظاہرہ کرنا۔

خدا وند عالم سورہ اعراف میں فرماتا ہے:

"بنی اسرائیل کو اس وجہ سے جزا دی ہے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی میں صبر و شکیبائی کا مظاہرہ کیا"۔

(واورثنا القوم الذين كانوا يستضعفون مشارق الأرض و مغاربها التى باركنا فيها و تمت كلمت ربّک الحسنى على بنى اِسرائيل بما صبروا ودمّرنا ما كان يصنع فرعون و قومه و ما كانوا يعر شون)[2]

مشرق و مغرب کی سرزمینوں کو جس میں ہم نے برکت دی ہے مستضعف قوم (بنی اسرائیل) کو میراث میں دیدیا اور تمہارے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل سے ان کے صبر و استقامت کے مظاہرے کے نتیجہ میں

(1) بحار، ج 82، ص 139، مسکن الفؤاد کے حوالے سے.

(2) اعراف 137.

پورا ہوا اور فرعون اور فرعون کی قوم والے جو کچھ بنا رہے تھے ان کو اور ان کی اونچی اونچی عمارتوں کو مسمار کر دیا۔

نیز صبر کی سہ گانہ اقسام کی پاداش کے بارے میں فرماتا ہے۔

1۔(ولنبلو نّکم بشيءٍ من الخوف والجوع و نقصٍ من الأموال و الأ نفس و الثمرات و بشّرالصا برين الذين اذا أصابتهم مصيبة قالوا اِنّا لله و اِنّا اِليه را جعون اولآء ک عليهم صلوات من ربّهم و رحمة و اولاء ک هم المهتدون)[1]

یقینا ہم تمھیں خوف، بھوک، جان ومال اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ آزمائیں گے اور بشارت دیدو ان صبر کرنے والوں کو کہ جب کوئی مصیبت ان پر پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے، ان ہی لوگوں پر پروردگار کا درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

2(ليس البرّ ان تولّوا وجوهكم قبل المشرق و المغرب و لكنّ البر من آمن بالله و اليوم الآ خر و الملا ئكة و الكتاب والنبييّن و أتى المال علىٰ حبه ذوى القربىٰ و المساكين و ابن السبيل و السائلين و فى الرّقاب وأقام الصّلاة وآتى الزكاة و الموفون بعهد هم اذا عاهدوا والصابرين فى البأ ساء و الضرّاء و حين البأس اولئک الذين صدقوا و أولآء ک هم المتقون)[2]

نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مغرب اور مشرق کی طرف کر لو،بلکہ نیکی اور نیک کردار وہ ہے جو خدا ،روز قیامت ، فرشتوں ، کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے ہو اور باوجود اس کے کہ اسے خود مال کی سخت ضرورت ہے، اپنے رشتہ داروں ، یتیموں، مسکینوں، ابن سبیل، سائلوں اور غلاموں پر انفاق کرے،نماز قائم کرتا ہو اور زکوۃ دیتا ہو، نیز وہ لوگ جو عہد وپیمان کرتے ہیں اور اپنے عہد کو وفا کرتے ہیں اور محرومیوں، بیماریوں اور جنگ کے موقع پر ثبات قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ لوگ ایسے ہیں جو سچ کہتے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں!

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ پرہیزگار، نیک وصالح اور ہدایت یافتہ یہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اور شائستہ عمل انجام دیتے ہیں اور صبر کے تینوں اقسام سے آراستہ اور مالامال ہیں۔

طاعت و مصیبت پر صبر کرنے کے منجملہ نمونے اور مصادیق میں سے اذیت وآزار اور تمسخر واستہزا پر مؤمنین کا خدا پر ایمان لانے کی وجہ سے صبر و شکیبائی اختیار کرنا جیسا کہ خداوند عالم اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

---

(1)بقرہ 155، 157

(2)بقرہ 177.

1۔ (اِنّہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنّا فاغفرلنا وأرحمنا وأنت خیر الرّاحمین فأ تخذ تموھم سخریّا حتیٰ أنسوکم ذکری وکنتم منھم تضحکون انی جزیتھم الیوم بما صبروا أنّھم ھم الفائزون) [1]

بتحقیق ہمارے بندوں کا ایک گروہ کہتا ہے: خداوندا! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے، تم نے ان کا مسخرہ کیا اور مذاق اڑایا یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میرے ذکر سے غافل کر دیا اور تم لوگ اسی طرح مذاق اڑاتے رہے ، ہم نے آج ان کے صبر و استقامت کی وجہ سے انھیں جزا دی ہے،یقینا وہ لوگ کامیاب ہیں ۔

2۔ (الذین اتینا ھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون و اذا یتلیٰ علیھم قالوا آمنّا بہ اِنّہ الحق من ربّنا اِنّا کنا من قبلہ مسلمین أولائک یؤتون اَجرھم مر تین بما صبروا و یدرأون با لحسنة السّیّئة و مِمّا رزقنا ھم ینفقون واِذا سمعوا اللّغو اعرضوا عنہ و قالوا لنا أعمالنا ولکم أعمالکم سلام علیکم لانبتغی الجاھلین) [2]

وہ لوگ جنھیں ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتاب دی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر تلاوت ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم یہ اس پر ایمان لائے، یہ سب کا سب حق ہے اور ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہم اس سے پہلے بھی مسلمان تھے ، ایسے لوگ اپنے صبر و استقامت کی بنا پردومرتبہ جزا دریافت کرتے ہیں اور نیکیوں سے بُرائیوں کو دور کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے انھیں روزی دی ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں اور جب کبھی بیہودہ اور لغوبات سنتے ہیںتو اس سے روگردانی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام کہ ہم جاہلوں کو دوست نہیں رکھتے۔

3۔ خدا وند عالم نے سورۂ رعد میں نماز قائم کرنے والوں اور صابروں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

(و الذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم وٴقاموا االصلاة و أنفقوامِمّارزقنا ھم سراً و علا نیةً و یدرء ون بالحسنة السیئة أولآئک لھم عقبیٰ الدار)(جنات عدنٍ ید خلونھا و من صلح من آبائھم وأزواجھم وذر یّا تھم و الملا ئکة یدخلون علیھم من کل بابٍ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار) [3]

---

(1)مومنون 109، 111

(2)قصص 52، 55.

(3)رعد 22۔24

اور جو خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انھیں ہم نے روزی دی ہے اس میں سے آشکارا اور پوشیدہ طور پر انفاق کرتے ہیں اور نیکیوں کے ذریعہ بُرائیوں کو دور کرتے ہیں ، اس دنیا یعنی عقبیٰ کا نیک انجام صرف ان سے مخصوص ہے دائمی اور جاوید بہشتوں میں اپنے نیک اور صالح آباء و اجداد، بیویوں اور فرزندوں کے ساتھ رہیں گے اور فرشتے ہر در سے ان پر داخل ہو کر کہیں گے: تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کا مظاہرہ کیا! اور کتنا اچھا ہے اس دنیا کا انجام!

کلمات کی تشریح:

1۔"یعرشون": اوپر لے جاتے ہیں، یہاں پر اس سے مراد وہ محکم اور مضبوط عمارتیں ہیں جنھیں فرعونیوں نے اپنی املاک میں بنائی تھیں۔

2۔"البأس و الباسآئ": سختی اور ناخوشی اور جنگ یہاں پر باساء سے مراد سختی اورناخوشی ہے اور (بأس) سے مراد جنگ کا موقع ہے۔

3۔"یدرؤن، یدفعون": دور کرتے ہیں اور اپنے سے ہٹاتے ہیں۔

روایات میں صابروں کی جزا

بحار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جب نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور اعمال تولنے کے لئے میزان قائم ہوگی تو مصیبتوں کا سامنا کرنے والے صابروں کے لئے نہ اعمال تولنے کا ترازو ہوگا اور نہ ہی ان کے اعمال نامے کھولے جائیںگے! اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(اِنّما یوفیّٰ الصابرون أجر هم بغیرحساب)

صابروں کو ان کے صبر کی بے حساب جزا ملے گی۔ [1]

نیز بحار میں اپنی سند سے امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

(1) بحار ج 82، ص 145 اور زمر 10.

"جب خدا وند عالم تمام اولین وآخرین کو جمع کرے گا، تو ایک منادی ندا کرے گا: کہاں ہیں صبر کرنے والے تاکہ بے حساب بہشت میں داخل ہوں؟ کچھ سرفراز اور ممتاز لوگ اٹھیں گے، فرشتے ان کے پاس جاکر کہیں گے: اے اولاد آدم کہاں جارہے ہو؟ کہیں گے: بہشت کی طرف: کہیں گے: حساب سے پہلے ہی؟ کہیں گے ہاں، پھر وہ لوگ سوال کریں گے تم لوگ کون ہو؟ کہیں گے صابرین! پھر وہ کہیں گے: تمہارا صبر کس طرح کا تھا؟ جواب دیں گے: اطاعت الٰہی میں ثابت قدم اوراس کی معصیت سے ہم نے خود کو اس وقت تک بچایا جب تک کہ خدا نے ہمیں موت نہ دیدی اور روح نہ قبض کر لی، فرشتے کہیں گے: تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم نے کہا، جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ اچھا کام کرنے والوں کی جزا بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔[(1)]

اور شیخ صدوق ثواب الاعمال میں اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقرسے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو شخص دنیا سے اندھا جائے، جبکہ اس نے خدا کے لئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہو اور محمد و آل محمد ﷺ کا چاہنے والا ہو تو وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی حساب نہ ہوگا"۔ [(2)]

یہ سب اس جزا کے نمونے ہیں جسے انسان غم واندوہ پر صبر کرنے یا عمل کی بنیاد پر دریافت کرے گا آیندہ بحث میں خدا کی مدداو رتوفیق سے اس بات کی تحقیق و بررسی کریں گے کہ اعمال کے نتیجے کس طرح سے میراث بن جاتے ہیں۔

---

(1) بحار: ج،28، ص 138.

(2) ثواب الاعمال، ص 61 اور 234.

عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے

خدا وند عالم نے خبر دی ہے کہ عمل کی جزا اور پاداش بعد کی نسلوں کے لئے بھی باقی رہ جاتی ہے جیسا کے سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

(ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذرّیۃً ضعافاً خافوا علیھم فلیتّقوا اللہ و لیقولوا قو لاً سد یدا)(اِنّ الذین یأ کلون أموال الیتامی ظلماً اِنّما یأکلون فی بطو نھم ناراً و سیصلون سعیراً)[1]

جو لوگ اپنے بعد چھوٹے اور ناتواں بچے چھوڑ جاتے ہیںاوران کے آئندہ کے بارے میں خوفزدہ رہتے ہیں، انھیں چاہئے کہ ڈریں ، خداکا تقویٰ اختیار کریں، سنجیدہ اور درست باتیں کہیں، نیزوہ لوگ جو یتیموں کے اموال بعنوان ظلم و ستم کھاتے ہیں ، وہ اپنے شکم کے اندر صرف آتش کھاتے ہیں اور عنقریب آگ کے شعلوں میں جلیں گے ۔

سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے:

(فانطلقا حتیّٰ اذا اتیا اھل قریۃٍ استطعما اھلھا فا بوا ان یضیفو ھما فوجدا فیھا جداراً یرید ان ینقض فا قا مہ قال لو شئت لتخذت علیہ اجراً و اما الجدار فکان لغلا مین یتیمین فی المدینۃ و کان تحتہ کنز لھما و کان ابو ھما صالحاً فا رادربک ان یبلغا اشُدَّ ھُما و یستخرجا کنز ھما رحمۃً من ربک) [2]

حضرت خضر و حضرت موسی اپنا راستہ طے کرتے رہے ،یہاں تک کہ لوگوں کی ایک بستی میں تک پہنچے اوران سے غذا کی درخواست کی ، لیکن ان لوگوں نے انھیں مہمان بنانے سے انکارکیا ، وہاں ایک گرتی ہوئی

---

(1)نساء 9، 10.

(2) کہف 77، 82.

دیوار ملی، خضر نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا: اس کام کے بدلے اجرت لے سکتے تھے... لیکن وہ دیوار اس شہر میں دو یتیموں کی تھی اور اس کے نیچے ایک خزانہ تھا جو انھیں دو سے متعلق تھا، ان کا باپ نیک انسان تھا اور تمہارے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ دونوں بالغ ہو جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک نعمت تھی۔

کلمات کی تشریح:

1۔"سدید": درست، قول سدید یعنی درست اور استوار بات جو عدل و شرع کے مطابق ہو۔

2۔" سعیر": بھڑکی ہوئی سرکش آگ کہ اس سے مراد جہنم ہے۔

3۔"ینقض" ّ ّ ُ: گرتی ہے ،یعنی وہ دیوار گرنے اور انہدام کی منزل میں تھی۔

4۔"اشد ھما":ان دونوں کی قوت اور توانائی،"یبلغا اشدّ ھما"یعنی سن بلوغ اور توانائی کو پہنچ جائیں۔

مرنے کے بعد عمل کے نتائج اور آثار

بعض اعمال کے آثار انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور اس کا نفع اور نقصان اس صاحب عمل کو پہنچتا رہتا ہے؛ جناب شیخ صدوق نے خصال نامی کتاب میں امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

" انسان مرنے کے بعد کسی ثواب اور پاداش کا مالک نہیں ہوتا بجز تین کاموں کی جزا کے"۔

1۔صدقہ جاریہ، یعنی وہ صدقہ جس کا سلسلہ اس نے اپنی زندگی میں قائم کیا ہو، جیسے وقف کی وہ جائداد جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتی، یہ سلسلہ مرنے کے بعد قیامت تک جاری رہتا ہے۔

2۔ہدایت و راہنمائی کی وہ سنت قائم کی ہو جس پر وہ خود عامل رہا ہو اور اس کی موت کے بعد دوسرے اس پر عمل کریں۔

3۔ اس نے ایک ایسی نیک اور صالح اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے بخشش و مغفرت کی دعا کرے ۔[1]

---

(1) خصال صدوق ج 1، ص 153.

اس حدیث کی شرح دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ امام نے فرمایا:

چھ چیزیں ایسی ہیں جن سے مومن اپنی موت کے بعد فائدہ اٹھاتا ہے:

1۔ صالح اولاد جو اس کے لئے بخشش و مغفرت چاہتی ہے۔

2۔ کتاب اور قرآن کا پڑھنا۔

3۔پانی کا کنواں کھودنا۔

4۔درخت لگانا۔

5۔پانی جاری کر کے صدقہ کے لئے وقف کر دینا۔

6۔وہ پسندیدہ سنت جو مرنے کے بعد کام آئے۔[1]

یہاں تک ہم نے دنیا و آخرت میں عمل کے آثار اور ان کا بعنوان میراث باقی رہنا بیان کیا ہے، نیک اعمال کے جملہ نتائج و آثار میں ایک "حق شفاعت" ہے کہ پروردگار عالم اپنے بعض بندوں کو عطا کرے گا اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

---

(1)خصال صدوق ج1، ص323

9۔

شفاعت کی لیاقت؛ بعض اعمال کی جز

الف: شفاعت کی تعریف

شفاعت عربی زبان میں "دو ایک جیسی "چیزوں کو ضمیمہ کرنے اور گناہگاروں کے لئے عفو و بخشش کی سفارش کرنے کو کہتے ہیں، شفیع اور شافع وہ شخص ہے جو گناہگاروں کی مدد کرنے کے لئے ان کے ہمراہ ہو اور ان کے حق میں شفاعت کرے۔

ب: شفاعت قرآن کی روشنی میں

خدا وندعالم سورۂ طہ میں ارشاد فرماتا ہے:

(یوم ینفخ فی الصور)(یومئذٍلا تنفع الشفا عة اِلّامن أذن له الرّحمن و رضیَ له قولاً) (1)

جس دن صور پھونکا جائے گا .... اس دن کسی کی شفاعت کار آمد نہیں ہوگی جزان لوگوں کے جنھیں خداوند رحمن نے اجازت دی ہو اور ان کی گفتار سے راضی ہو۔

سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:

(لا یملکون الشفا عة اِلاّ من اْتّخذ عند الرحمن عهداً)(2)

لوگ ہر گز حق شفاعت نہیں رکھتے جزان کے جو خداوند رحمن سے عہد وپیمان کر چکے ہیں۔

سورۂ اسراء میں ارشاد فرماتا ہے:

---

(1)طہ 102، 109 (2)مریم 87

(عسیٰ ان یبعثک ربّک مقا ماً محموداً)[1]

امید ہے کہ خداوند عالم تمھیںمقام محمود (مقام شفاعت) پر فائز کرے گا.

سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

(لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون)[2]

وہ لوگ (شائشتہ بندے) بجز اس کے جس سے خدا راضی ہو کسی اور کی شفاعت نہیںکریں گے اور وہ لوگ خوف الٰہی سے خوف زدہ ہیں ۔

سورہ اعراف میں ارشادہوتا ہے:

(الذین اتّخذ وادینھم لھواً ولعباً وغرّ تھم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننساھم کما نسوا لقائَ یومھم ھذا)(یوم یأتی تأویلہُ یقولُ الذین نسوہ من قبل قد جاء ت رُسُل ربّنا بالحقّ فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا)[3]

جن لوگوں نے اپنے دین سے کھلواڑ کیا اور اسے لہو و لعب بنا ڈالا اور زندگانی دنیا نے انھیں مغرور بنا دیا آج (قیامت) کے دن ہم انھیں فراموش کردیں گے جس طرح کہ انھوں نے آج کے دن کے دیدار کو فراموش کردیا جس دن حقیقت امر سامنے آجائیگی،جن لوگوں نے اس سے پہلے گزشتہ میں اسے فراموش کردیا تھا کہیں گے: سچ ہے ہمارے ربّ کے رسولوں نے حق پیش کیا ،آیا کوئی شفاعت کرنے والا ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

آیات کی تفسیر

جس دن صور پھونکا جائے گا تو کسی کی شفاعت کارآمد نہیںہوگی جز خدا کے ان صالح بندوں کے جنھیں خدا نے اجازت دی ہو اوران کی گفتار سے راضی ہو۔

نیز کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جو خدا وند عالم سے عہد وپیمان رکھتے ہیں یعنی انبیاء ، اوصیاء اور خدا کے صالح بندے جو ان کے ساتھ ہیں۔

شفاعت مقام محمودہے جس کا خدا نے حضرت خاتم الانبیائ ﷺ سے وعدہ کیا ہے اور انبیاء بھی صرف ان لوگوں

---

(1)اسرائ79 (2)انبیاء28(3)اعراف 51۔ 53

کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت کے لئے خدا راضی ہو، یہی وہ دن ہے جس دن مغرور افراد اور وہ لوگ جنھیں زندگانی دنیا نے دھوکا دیا ہے جب کہ ان کا کوئی شفیع نہیں ہوگا کہیں گے: آیا کوئی ہمارا بھی شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

ج: شفاعت روایات کی روشنی میں

عیون اخبار الرضا نامی کتاب سے نقل کے مطابق بحار میں ہے کہ امام رضا نے اپنے والد امام موسی کاظم سے اور انھوں نے اپنے والد سے حضرت امیر المومنین تک روایت کی ہے کہ آپ (امیر المومنین) نے فرمایا: رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"من لم یومن بحوضی الحوض: الکوثر فلا أو ردهُ الله حوضی و مَن لم یؤمن بشفا عتی فلا اَنا لهُ الله شفا عتی"

جو شخص میرے حوض (حوض کوثر) پر اعتقاد و ایمان نہیں رکھتا خدا وند عالم اسے میرے حوض پر وارد نہ کرے اور جو میری شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا، خدا وند عالم اسے میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

راوی روایت کے اختتام پر امام رضا سے سوال کرتا ہے اے فرزند رسول! خدا وند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے: "(ولایشفعون الاّ لمن ارتضی")

شفاعت نہیں کریں گے مگر ان کی جن سے خدا راضی ہو۔

فرمایا: آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ان کی شفاعت کرینگے جن کے دین سے خدا راضی و خوشنود ہو گا۔[1]

مسند احمد میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامة ، یقول الصیام : أی ربّ منعته الطّعام و الشهواتِ با لنهار فشفعنی فیه و یقول ال قرآن : منعته النوم باللیل فشفّعنی فیه ، قال:فیشفعان"[2]

قیامت کے دن روزہ اور قرآن خدا کے بندوں کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: خدا وندا! میں نے اسے پورے دن کھانا کھانے اور خواہشات سے روکا ہے، لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے اور قرآن کہے گا: میں

---

(1) بحار، ج8، ص34 اور انبیائ 28

(2) مسند احمد ج2، ص 174.

نے اسے رات کی نیند سے روکا ہے، لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے ،فرمایا: اس طرح اس کی شفاعت کریں گے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا : رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

" ثلاثة يشفعون اِلی اللہ عزّو جلّ فيشقّعون: الأنبياء ثُمّ العُلماء ثُمّ الشهدٰائ"[1]

خدا کے نزدیک تین گروہ ایسے ہیں جو شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی: انبیائ، علماء اور شہداء ۔

سنن ابن ماجہ میں رسول خدا ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

(يشفع يوم القيامة ثلاثة: الأنبياء ثُمّ العلمائُ ثُمّ الشهدائ)[2]

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے:انبیاء ،علماء اور شہدائ۔

بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے بارے میں قیامت کے دن ایک حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ذکر ہوا ہے:

"اِنَّ رسول اللہ صلی اللہ عليه و آله وسلم يومئذٍ يخر ساجداً فيمكُث ما شائَ اللہ فيقولُ اللہ عزّ و جل: أرفع رأسک و أشفع تُشفع، وسل تُعط ،و ذٰلک قولهُ تعالیٰ: عسیٰ ان يبعثک ربّک مقاماً محموداً"[3]

رسول خدا ﷺ اس دن سجدہ میں گرپڑیں گے اور جب تک خدا چاہے گا سجدے میں رہیں گے، اس کے بعد خداوندعزوجل فرمائے گا اپنا سر اٹھاؤ اور شفاعت کروتاکہ تمہاری شفاعت قبول ہو، مانگوتا کہ تمہاری خواہش پوری کی جائے یہ وہی خدا وند عالم کا قول ہے کہ فرمایا ! تمہارا رب تمھیں مقام محمودتک پہنچا جائے گا۔

اس خبر کی تفصیل تفسیر ابن کثیر وطبری و دیگر لوگوں کی کتابوں میں کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔[4]

ترمذی نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"شفا عتی لأهل الكبائرمن أُمتی"۔

میری شفاعت میری امت کے گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کے لئے ہے۔[5]

---

(1).بحارج8 ، ص 34.(2)سنن ابن ماجہباب ذکر شفاعت ،ح4313 .(3).بحارج8، ص36واسرائ79.(4)مذکورہ آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر طبری ، قرطبی و ابن کثیراور صحیح بخاری کتاب تفسیرج 3 ، ص 102 اور سنن ابن ماجہ حدیث 4312 اور سنن ترمذی ،ج9، ص 267 کی جانب مراجعہ کیجئے: (5)سنن ترمذی کتاب " صفتیوم القیامۃ

بحث کا نتیجہ

شفاعت سے متعلق ذکر شدہ تمام آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہر شخص کے لئے وہ بھی جس طرح چاہے نہیں ہے بلکہ شفاعت خدا وند عالم کی مشیت کے اعتبار سے ہے جو ان اعمال کی جزا ہے جنہیں خدا وندعالم نے اسباب شفاعت قرار دیا ہے، جیسے یہ کہ کسی مسلمان بندہ نے کسی واجب کے بارے میں کوتاہی کی ہو اور دوسری طرف اپنی دنیا وی زندگی میں تہہ دل سے رسول اور اہل بیت کا دوست رہا ہو نیز انھیں اس لئے دوست رکھتا تھا کہ وہ خدا کے اولیاء ہیں، یا یہ کہ کسی عالم کا اس لحاظ سے اکرام و احترام کرتا کہ وہ اسلام کا عالم ہے یا کسی مومن ِصالح کے ساتھ نیکی کی ہو جو کہ بعد میں درجہ شہادت پر فائز ہوا ہو، خدا وند عالم بھی اسے اس قلبی محبت اور عملی اقدام کی بنا پر جزا دے گا تا کہ اس واجب کے سلسلے میں جو کوتاہی کی ہے اسکی تلافی ہو جائے۔

ٹھیک اس کے مقابل یہ بات بھی ہے کہ بُرے اعمال اور گناہوں کے آثار نیک اعمال کی جزا کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کا جائزہ لیں گے۔

10۔

پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے

الف: عمل کے حبط اور برباد ہونے کی تعریف

کسی عمل اورکام کا حبط ہونا اس کام کے نتیجہ کا باطل اور تباہ ہونا ہے، انسان کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر تباہ ہوتا ہے:

1۔ خدا وند عالم اور روز قیامت پر ایمان نہ لائے یا مشرک ہو اور خدا و رسول سے جنگ کرے۔

2۔ دنیاوی فائدہ کے لئے عمل انجام دیا ہو جس کی جزا بھی حسب خواہش دنیا میں دریافت کرتا ہے۔

3۔ متقی نہ ہو اور آداب اسلامی کو معمولی اور سمجھے اور ریا کرے وغیرہ...۔

ب: حبط عمل قرآن کریم کی روشنی میں

خدا وند سبحان نے قرآن کریم میں انسانوں کے نیک اعمال کی تباہی اور حبط کی کیفیت ان کے اسباب کے ساتھ بیان کی ہے خواہ وہ کسی بھی صنف اور گروہ سے تعلق رکھتے ہوں سورۂ اعراف میں آیات خدا اورروز قیامت کے منکرین کے بارے میں فرماتا ہے:

(و الذین کذبو ا بآ یا تنا و لقاء الآخر ۃ حبطت أعما لھم ھل یُجزون اِلاّ ما کانوا یعملون)[1]

جو لوگ آیات خدا اور قیامت کو جھٹلاتے اورتکذیب کرتے ہیں ان کے اعمال تباہ ہو جائیں گے،آیا جو کچھ عمل کرتے تھے اس کے علاوہ جزا پائیں گے؟!

مشرکین کے بارے میں سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(1)اعراف 147۔

(ما کان للمشر کین أن یعمروا مساجد اللہ شاھد ین علیٰ أنفسھم با لکفر اولآئک حبطت أعما لھم و فی النار ھم خالدون)(اِنّما یعمر مساجد اللہ من آمن ب اللہ و الیوم الآخر و أقام الصلاۃ و أٰتی الزکاۃ و لم یخش اِلاّ اللہ فعسی اولآئک أن یکونوا من المھتدین)[1]

یہ کام مشرکین کا نہیں ہے کہ وہ مساجد خدا کو آباد کریںتعجب کہ وہ خود ہی اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں! اس گروہ کے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے، مساجد خدا وندی کو صرف وہ آباد کرتا ہے، جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز قائم کرتا اور زکاۃ دیتا ہو اور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرتا ہو امید ہے کہ یہ گروہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوگا۔

مرتد اوردین سے برگشتہ افراد سے متعلق سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

(و مَن یر تدد منکم عن دینہ فیمت و ھوکافرفأولآئک حبطت اَعما لھم فی الدنیا و الآخرۃ و أولآئک أصحاب النار ھم فیھاخالدون)[2]

تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے اور کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا وآخرت بربادہیں اوروہ اہل جہنم ہیں اوراس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

کافروں اور رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم سے جنگ و جدال کرنے والوں سے متعلق سورۂ محمد صلى الله عليه وآله وسلم میں ارشاد ہوتا ہے:

(ان الذین کفروا وصدّ وا عن سبیل اللہ و شاقو ا الر سول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضُرُّو ا اللہ شیئاً و سیُحبط أعما لھم)(یا أّ یھا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرّ سول ولا تُبطلو ا أعما لکم)[3]

وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں اور لوگوں کو راہ خدا سے دور کرتے ہیں اور جب کہ ان پر راہ ہدایت روشن ہوچکی ہے (پھر بھی) رسول خدا سے جھگڑاکرتے ہیں ایسے لوگ کبھی خداکو نقصان نہیں پہنچا سکتے(بلکہ خدا) بہت جلد ان کے اعمال کو تباہ او ربا بود کردے گا، اے صاحبان ایمان! خدا اور رسول کی اطاعت و فرما نبرداری کرو اور اپنے اعمال کو تباہ نہ کرو!

اعمال کا حبط اوربرباد ہونا(جیسا کہ گزرچکا ہے اور آگے بھی آئے گا) صرف کافروں ہی کو شامل نہیں ہے بلکہ اس کے دائرہ میں مسلمان بھی آتے ہیں، خدا وند عالم سورۂ حجرات میں ارشاد فرماتا ہے:

---

(1) توبہ 17، 18.(2) بقرہ 217.(3) محمد 32، 33 .

(يا ايّها الذّ ين آمنوالا ترفعوااَصواتكم فوق صوت النّبى ولاتجهروا له با لقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم و أنتم لا تشعرون)[1]

اے صاحبان ایمان ! اپنی آوازوں کونبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو نبی سے بلند آواز میں بات نہ کرو کہ تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم سمجھ بھی نہ سکو۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

(يا أ يُّها الذين آمنوا لا تُبطلوا صد قا تكم با لمنّ و الأ ذى كا لّذى يُنفِقُ ما لهُ رِئاء الناسِ و...)[2]

اے صاحبان ایمان! اپنے صدقات اور بخششوں کو منت وآزار کے ذریعہ تباہ و برباد نہ کرو، اُس شخص کی طرح جو اپنا مال ریا اور خود نمائی کی خاطر انفاق کرتا ہے۔

ج: حبط عمل روایات کی روشنی میں

اسلامی روایات میں حبط اعمال کے بہت سارے اسباب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ ہم ذیل میں ان کے چند نمونے ذکر کررہے ہیں:

شیخ صدوق نے ثواب الاعمال نامی کتاب میں رسول خدا ﷺ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: جو شخص "سبحان اللہ" کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص "الحمد للہ" کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتاہے اور جو شخص "لا الہ الاّ اللہ" کہتاہے خدا وندعالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتاہے اور جو شخص "اللہ اکبر"کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت پیدا کرتا ہے۔قریش کے ایک شخص نے کہا: اے رسول خدا ﷺ ! اس لحاظ سے تو ہمارے لئے بہشت میں بہت سارے درخت ہیں! فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، لیکن ہوشیار رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سب کو تم آگ بھیج کر خاکستر کردو، کیونکہ خدا وند عزّوجل فرماتا ہے :

(يا ايّها الذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعو ا الرّسول و لا تبطلوا أعمالكم)[3]

اے صاحبان ایمان! خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو نیز اپنے اعمال کو (نافرمانی کرکے) باطل نہ کرو۔

صحیح مسلم وغیرہ میں رسول خدا ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

(1) حجرات2(2)بقرہ263.264. (3)ثواب الاعمال ص32اور سورۂ محمد آیہ33

ِانّ فر طکم علیّ الحوض، مَن وردَ شرب، و مَن شرب لم یظمأ بعد ،وَ لیر دنَّ علیَّ أقوام أعر فُھُم و یعر فونی ثمُّ یُحاَلُ بینی و بینھم"[1]

میرے پاس طرف حوض کوثر کی جانب سبقت کرو کیونکہ جو وہاں پہنچے گا سیراب ہوگا اور جو سیراب ہوگا اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا، وہاں میرے پاس کچھ گروہ آئیں گے جنھیں میں پہنچانتا ہوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے پھر اس کے بعد میرے اوران کے ما بین جدائی ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

" لیر دَنَّ علیَّ الحوض رجال ممن صاحبنی حتیٰ اِذا رأیتھم اختلجوُا دونی،فَلاَقوْلنَّ أیْ ربَّ أصحابی ، فیُقالنَّ لی : اِنّکَ لا تدری ما أحد ثوا بعدک"۔[2]

میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے لیکن جب تک کہ میں انھیں دیکھوں مجھ سے جدا کر دئے جائیں گے، میں (جلدی سے) کہوں گا: میرے خدا! میرے اصحاب ہیں! میرے اصحاب ہیں! مجھ سے کہا جائے گا: تمھیں نہیں معلوم کے انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے!

رسول خدا ﷺ سے ایک دوسری حدیث میں ذکر ہوا ہے:

(اِنَّ المرائی یُد عیٰ بہ یوم القیامة بأر بعة أسماءٍ : یا کافر ! یا فاجر! یا غادر! یا خاسر! حبط عملک وبطل أجرک و لا خلاق لک الیوم ، فا لتمس أجرک ممن کُنتَ تعملُ لہُّ)[3]

قیامت کے دن ریاکار انسان کو چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر، اے فاجر، اے مکار، اے زیانکار! تیرا عمل تباہ و برباد اور تیری جزا باطل ہوگئی، آج تجھے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، اس وقت اپنی جزا کے لئے کسی ایسے سے درخواست کر جس کے لئے کام کرتا تھا!

گزشتہ بحث کا خلاصہ

یہاں تک "ربّ العالمین" کی جانب سے انسانوں کودی جانے والی جزا کے نمونے بیان کئے ہیں آئندہ بحث میں انشاء اللہ الٰہی جزا اور سزاہیں جن وانس کی شرکت کے بارے میں گفتگو کرینگے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث 26، 27، 28 اور 32، 40. (2) صحیح مسلم، کتاب الفضائل حدیث 26، 27، 28، 32، 40

(3) بحار: ج72، ص295، بحوالہ اَمالی شیخ صدوق.

جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں

ہم نے حضرت آدم کی تخلیق کی بحث میں بیان کیا ہے کہ خداوند عالم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کریں ؛ سارے فرشتوںنے آدم کا سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کردیا کہ وہ جنوں میں سے تھا ، خداوند عالم نے بھی اسے کیفر و سزا دی اور اپنی بارگاہ سے نکال دیا یہاں پر جو ہم پیش کریں گے ،وہ خدا کا بیان ہے جو ابلیس اوراس جنی ہمزادوں کے انجام کے بارے میں آیا ہے :

1۔ خدا وند عالم سورۂ انعام میں فرماتا ہے:

(و یوم یحشرهم جمیعاً یا معشرالجن قد استکثرتم من الانس)(یامعشر الجنّ والاِْ نس أَلم یأ تکم رُسُل منکم یقُصّون علیکم بآیاتی و ینذ رُونکم لقاء یومکم هذا قالوا شهدنا علیٰ أنفُسنا وغرّ تهم الحیوةُ الدنیا وشهدواعلی أنفسهم أنّهم کانوا کافرین) [1]

جس دن خدا سب کو اکٹھا کرے گا (کہے گا) اے گروہ جنات : تم نے بہت سارے انسانوں کو گمراہ کیا ہے اے گروہ جن و انس! کیا تم میں سے کوئی رسول تمہاری طرف نہیںآیا جو ہماری آیتوں کو تمہارے سامنے پڑھتا اور تمھیں ایسے دن کے دیدار سے ڈراتا؟ وہ لوگ کہیں گے : ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں ! (ہاں) دینوی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اپنے ضرر میں گواہی دیں گے کہ کافر ہیں۔

2۔ سورۂ جن میں جناتوں کی زبانی ان کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے:

---

(1) انعام 128 ، 130.

(وأنّا منّا المسلمون و منا القا سطون فمن أسلم فا ولآء ک تحرّوا رشداً و امااالقا سطون فکانوا لجهنم حطباً)

(ان لوگوں نے کہا) ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہیں تو بعض ظالم و ستمگر اور جو بھی اسلام لایا اس نے راہ راست اورہدایت کا انتخاب کیا ہے، لیکن ظالمین آتش دوزخ کا ایندھن ہیں![1]

3۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

(قَالَ ادْخُلُوا فِیُ مَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِنْ الْجِنِّ وَالْ ِنسِ فِی النَّارِ کُلَّمَا دَخَلَتْ مَّة لَعَنَتْ ُخْتَهَا حَتَّیِ ذَا ادَّارَکُوا فِیهَا جَمِیعًا قَالَتْ ُخْرَاهُمْ لِ ُولَاهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ َضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنْ النَّارِ قَالَ لِکُلٍّ ضِعْف وَلَکِنْ لاَتَعْلَمُونَ* وَقَالَتْ ُولاَهُمْ لِ ُخْرَاهُمْ فَمَا کَانَ لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنتُمْ تَکْسِبُونَ)[2]

(خداوند عالم ستمگروں سے فرماتا ہے): تم سے پہلے جو جن و انس کی مجرم جماعتیں گزر چکی ہیں تم بھی انھیں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ! جب کوئی گروہ داخل ہوگا تو اپنے جیسوں کو لعنت و ملامت کرے گا اور جب سب کے سب وہاں پہنچ جائیں گے تو بعد والے، پہلے والوں کے بارے میں کہیں گے: خدایا! یہ لوگ وہی تھے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے لھٰذا ان کے جہنمی عذاب وکیفر کو دوگنا کردے! خدا فرمائے گا: سب کا عذاب دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے، اور پہلے والے، بعد والوں سے کہیں گے: تم لوگ ہم سے بہتر نہیں تھے، لہٰذا عذاب کا مزہ چکھو جو کہ تمہارے کاموں کا نتیجہ ہے!

4۔ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے:

(و تمّت کلمة ربّک لأملأنّ جهنّم من الجنّة و الناس أجمعین)[3]

اور تمہارے رب کا فرمان یقینی ہے کہ جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا!

یہ قرآن کریم کی بعض آیات جنوں کے اعمال اور ان کے دنیا و آخرت میں مجازات کے بارے میں تھیں، قرآن کریم نے قیامت کے دن جنوں کے حالات کو اس طرح تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے جیسا کہ انسان کے بارے میں تمام تفصیل بیان کی ہے۔

---

(1) سورہ جن 14۔15.

(2) اعراف 38، 39. (3) ہود 119.

جزا اور سزا کی بحث کا خلاصہ

ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان خود گیہوں جو اور دیگر دانے دار چیزیں بوتا ہے اور چند ماہ گزرنے کے بعد اس کے محصول کو کاٹتا ہے نیز انواع و اقسام کے پھل کے درخت لگاتا ہے پھر چند سال گزرنے کے بعد اس کے پھلوں سے بہرہ مند ہوتا ہے ، یعنی انسان اپنی گاڑھی کمائی کا نتیجہ کھاتا ہے، اس کے باوجود خدا فرماتا ہے:

(کلوا ممّارزقکم اللہ)[1]

خدا وند عالم نے جو تمھیں روزی دی ہے اسے کھاؤ!

نیز فرماتا ہے :

(یا ایھاالذین آمنوا کلوا من طیّبات مارزقنا کم)[2]

اے صاحبان ایمان ! ہم نے تمھیں جو پاک و پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔

اور فرماتا ہے:

(لا تقتلوا أولا دکم خشیةِ املاقٍ نحن نرز قھم و اِیّاکم)[3]

اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں۔

اورہم نے یہ بھی کہا :یہ اس لئے ہے کہ انسان اس مجموعۂ عالم میں اس شخص کے مانند ہے جو" sel f servi c"والے میں جاتا ہے اپنے کام آپ انجام دیتا ہے اورا سے چاہیئے کہ اپنے ہاتھوں اپنی مہمان نوازی اورپذیرائی کرے، ایسی جگہوں پر جس نے مہمان کو کھانا کھلایا ہے اور انواع واقسام کے کھانے کی چیزیں ان کے لئے فراہم کیں وہ میزبان ہے، لیکن مہمان خود بھی کھانا پسند کرنے اورا سے پلیٹوں میں نکالنے میں آزاد اور مختار ہے اگر اقدام نہ کرے اور چمچہ اور پلیٹ ہاتھ میں نہ لے اور کھانے کے دیگ کے قریب نہ جائے اور اپنی مرضی و خواہش کے مطابق اس میں سے کچھ نہ لے تو بھوکا رہ جائے گا اور اسے اعتراض کا بھی اسی طرح اگر حد سے زیادہ کھالے یا نقصان دہ غذا کھالے تو اس کا نتیجہ بھی خود اسی پر ہے کیونکہ یہ خود اسی کا کیا دھرا ہے۔

انسان اپنے معنوی اعمال کے نتائج سے استفادہ کرنے میں بھی کچھ اس طرح ہے کہ اپنے کردار کے بعض نتائج مکمل طورپر اسی دنیا میں دریافت کر لیتا ہے، جیسے کافر کے صلۂ رحم کا نتیجہ کہ اس کے لئے دنیا ہی

---

(1)مائدہ 88؛ نحل 114. (2) بقرہ 172.(3) اسراء 31.

میں پاداش ہے، بعض اعمال کی جزا صرف آخرت میں ملتی ہے جیسے شہادت کے آثار جو صرف مومنین سے مخصوص ہیں، بعض اعمال ایسے ہیں جن کا فائدہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی جیسے مومن کا صلہ رحم کرنا دنیا وآخرت دونوں میں پاداش رکھتا ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے مطابق، انسان اپنی معنوی رفتار کا نتیجہ اپنی مادی رفتار کے نتیجہ کی طرح مکمل دریافت کرتا ہے یا دنیامیں یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں یہی حال بُرے اعمال کے نتائج کا بھی ہے۔

قیامت کے دن حق شفاعت اور یہ کہ خدا بعض انسان کو ایسی کرامت عطا کرے گا، یہ بھی اُن اعمال کا نتیجہ ہے جو انسان دنیا میں انجام دیتا ہے یہی صورت ہے انسان کے حبط اعمال کی قیامت کے دن جو اس کے بعض دنیاوی کردار کا نتیجہ ہے کیونکہ: (لیس لِلاِنْسان اِلاّ ماسعیٰ)

جو انسان نے کیا ہے اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ جنات بھی انسان کی طرح اپنے اعمال کی مکمل پاداش آخرت میں دریافت کریں گے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ تقدیر "رب العالمین" کی اساس پر اور اس کے بعض ربوبی صفات کے اقتضاء کے مطابق ہیں انشاء اللہ آئندہ بحث میں "ربّ العالمین" کے دیگر صفات کو تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

ربّ العالمین کے بعض اسماء اور صفات

1-اسم کے معنی

2-3-رحمن اوررحیم

4-ذوالعرش اوررب العرش

1۔اسم کے معنی

اسم ؛قرآن کی اصطلاح میں اشیاء کے صفات، خواص اور ان کی حقیقت بیان کرنے والے کے معنیٰ میں ہے، اس بنا پر جہاںخدا وند عالم فرماتا ہے۔

(وعلمّ آدم الأسماء کلّها)[1]

اور خدا وند عالم نے سارے اسماء کا علم آدم کو دیا !

اس کے معنی یہ ہوں گے، خدا وند عالم نے اشیاء کی خاصیتوں اور تمام علوم کا علم آدم کو سکھا یا، جز علم غیب کے کہ کوئی اس میں خدا کا شریک نہیں ہے مگر یہ کہ کسی کو وہ خود چاہے اور بعض پوشیدہ اخبار اس کے حوالے کر دے۔

2-3-رحمن ورحیم کے معنی

قرآن کریم میں خدا وند عالم کے اسماء اور مخصوص صفات ذکر ہوئے ہیں ان میں سے بعض دنیوی آثار بعض اخروی اور بعض دینوی اور اخروی دونوں آثار کے حامل ہیں، منجملہ ان اسماء اور صفات کے" رحمن ورحیم" جیسے کلمات ہیںجن کے معنی تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔ لغت کی کتابوں میں " رحم ، رحمت اور مرحمت" مہربانی، نرمی اور رقت قلب کے معنی میں ذکر ہوئے ہیں" مفردات الفاظ القرآن"نامی کتاب کے مصنف راغب کا " رحم" کے مادہ میں جو کلام ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

رحمت؛رقت قلب اور مہربانی ہے اس طرح سے کہ جس پر رحمت نازل ہوتی ہے اسکے لئے احسان و بخشش کا باعث ہوتی ہے، یہ کلمہ کبھی صرف رقت اور کبھی احسان و بخشش کے معنی میں بغیر رقت کے استعمال ہوتاہے:جب رحمت خدا وندی کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد بغیر رقت صرف احسان و بخشش ہوتا ہے، اس

---

(1)بقرہ 30.

لئے روایات میں آیا ہے: جو رحمت خدا کی طرف سے ہوتی ہے وہ مغفرت و بخشش کے معنی میں ہے اور جو رحمت آدمیوں کی طرف سے ہوتی ہے وہ رقت اور مہربانی کے معنی میں ہوتی ہے۔

لفظ "رحمان" خداوند متعال سے مخصوص ہے اور اس کے معنی خدا کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتے کیونکہ تنہا وہی ہے جس کی رحمت تمام چیزونکو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

لفظ "رحیم" خدا اور غیر خدادونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، خداوند عالم نے اپنے بارے میں فرمایا "انّ اللہ غفور رحیم" خداوند عالم بخشنے والا مہربان ہے اور پیغمبر ﷺ کے بارے میں فرمایا:

(لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتّم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم)[1]

یقینا تم ہی میں سے ایک رسول تمہاری جانب آیا کہ تمہاری مصیبتیں اس کے لئے گراں ہیں تمہاری ہدایت کے لئے حرص رکھتاہے اور مومنین کے ساتھ رؤوف و مہربان ہے۔

نیز کہا گیا ہے: خداوند عالم دنیا کا رحمن اور آخرت کا رحیم ہے، کیونکہ خدا کا احسان دنیا میں عام ہے جو کہ مومنین اور کافرین دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے، خداوند عالم نے سورۂ اعراف میں فرمایا:

(و رحمتی وسعت کل شی ءٍ فسأکتبھا للذین یتقون)[2]

میری رحمت ساری چیزوں کو شامل ہے عنقریب میں اسے ان لوگوں سے مخصوص کردوں گے جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔

یعنی میری رحمت دنیا میں مومنین اور کافروں دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے۔

تاج العروس" کتاب کے مصنف بھی اس سلسلے میں اپنا ایک نظریہ رکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:"رحمن" خداوند عالم کا مخصوص نام ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہیں ہے، کیونکہ، اس کی رحمت تمام موجودات کو خلق کرنے، رزق دینے اور نفع پہنچانے کے لحاظ سے شامل ہے۔

رحیم" ایک عام نام ہے ہراس شخص کے لئے استعمال ہو سکتا ہے جو صفت رحمت سے متصف ہو، اس

---

(1)توبہ 128.

(2)اعراف 156.

کے بعد کہتے ہیں : امام جعفر صادق کے کلام کے یہی معنی ہیں جو آپ نے فرمایا :" رحمان" عام صفت کے لئے ایک خاص نام ہے اور رحیم ایک خاص صفت کے لئے ایک عام نام ہے ۔

جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے اس کا مؤیدیہ ہے کہ،"رحیم" قرآن کریم میں 47 مقام پر" غفور"، "برّ"،"رؤف" اور "ودود"[1] کے ہمراہ ذکر ہوا ہے۔

کلمہ "رحمن"سورۂ الرحمن میں اس ذات کا اسم اور صفت ہے جس نے انسان کو خلق کرنے اور بیان سکھانے کے بعد قرآنی ہدایت کی نعمت سے نوازا ہے اور زمین کو اس کی ساری چیزوں کے ساتھ جیسے میوہ جات، کھجوریں،دانے اور ریاحین (خوشبودار چیزیں) وغیرہ اس کے فائدہ کے لئے خلق فرمائی ہیں پھر جن وانس کو مخاطب کر کے فرمایا : (فبأیّ آلاء ربّکما تکذبان)

پھر تم اے گروہ جن و انس خدا کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

پھر بعض دنیاوی نعمتیں شمار کرنے کے بعد کچھ اخروی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے :

(لمن خاف مقام ربّہ جنتان)

اُس شخص کے لئے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، بہشت میں دو باغ ہونگے یہاں تک کہ آخر سورہ میں فرماتا ہے:

(تبارک اسم ربّک ذوالجلال والاِکرام)

بابرکت اور لازوال ہے تمہارے صاحب جلال اور عظیم پروردگار کا نام!

---

(1) دیکھئے:" معجم المفہرس" مادہ " رحم"

4۔ذوالعرش اور''ربُ العرش''

قرآن کریم کی وہ آیات جو "عرش خدا" کے بارے میں بیان کرتی ہیں، درج ذیل ہیں:

1۔ سورۂ ہود میں فرماتا ہے:

(وهوالذی خلق السموات و الأرض فی ستة أيامٍ وكان عرشه على الماء ليبلوكم أيّكم أحسن عملاً)[1]

اور خدا وہ ہے جس نے زمین اورآسمانوں کو چھ دن میں خلق کیا ہے اوراس کا"عرش" پانی پر ہے، تاکہ تمھیں آزمائے تم میں سے کون زیادہ نیکو کار ہے۔

2۔ سورۂ یونس میں فرمایا:

(اِنَّ ربكم الله الذی خلق السموات و الأرض فی ستّة ايّامٍ ثُمّ استوى على العرش يدبّر الأمر)[2]

تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا اورتدبیر کار میں مشغول ہوگیا۔

3۔ سورۂ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے:

(الذی خلق السموات والأرض و ما بينهما فی ستّة أيامٍ ثُمّ اْستوى علیٰ العرش الرّحمن فسئل به خبيراً)[3]

اس نے زمین و آسمان اور ان کے ما بین جو کچھ ہے ان سب کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا وہ رحمن ہے، اس سے سوال کرو کیونکہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

---

(1)ہود 7.

(2)یونس 3.

(3)فرقان 59.

4۔سورۂ غافر میں ارشاد فرمایا:

(...الذین یحملونَ العرش ومَن حوله یُسبّحون بحمد ربّھم ویؤمنون به و یستغفرون للذین آمنواربّنا وسعت کُلّ شییٍٔ رّحمةً و علماً فأغفر للذین تابوا و اتّبعوا سبیلک و قِھم عذابَ الجحیم)[1]

وہ جو عرش خدا کو اٹھاتے ہیںنیز وہ جو اس کے اطراف میں ہیں، اپنے پروردگار کی تسبیح وستائش کرتے ہوئے اس پر ایمان رکھتے ہیںاور مومنین کے لئے (اس طرح)طلب مغفرت کرتے ہیں:خدایا! تیری رحمت اور علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے، پس جن لوگوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے انھیں بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ!

5۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

(و تریٰ الملا ئکۃ حا فّین من حول العرش یُسبحون بحمد ر بھم و قضی بینھم با لحق و قیل الحمد للہ ربّ العا لمین)[2]

اور فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش خدا کے ارد گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے ربّ کی ستائش میں تسبیح پڑھتے ہیں؛ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور کہا جائے گا:ستائش اللہ ربّ العالمین سے مخصوص ہے۔

6۔ سورۂ حاقہ میں ارشاد ہوتا ہے:

(و یحمل عرش ربّک فوقھم یومئذٍ ثمانیة)[3]

اس دن تمہارے رب کے عرش کوآٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔

کلمات کی تشریح

1۔العرش:

عرش ؛لغت میں چھت دار جگہ کو کہتے ہیں جس کی جمع عروش ہے ، تخت حکومت کو حاکم کی رفعت وبلندی

---

(1)غافر7(2)زمر75(3)سورہ ٔحاقہ 17 ۔

نیزاس کی عزت وشوکت کے اعتبار سے عرش کہتے ہیں، عرش ملک اور مملکت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، کتاب "لسان العرب" میں آیا ہے کہ "ثلّ اللہ عرشھم" یعنی خدا وند عالم نے ان کے ملک اور سلطنت کو برباد کر دیا۔[1]

ایک عرب زبان شاعر اس سلسلے میں کہتا ہے:

اِذا ما بنو مروان ثلت عروشھم :: وأودت کما أودت اِیادوحمیر

جب مروانیوں کا ملک تباہ وبرباد ہوگیا اور "حِمیَر" اور "اِیاد" کی طرح مسمار ہوگیا۔[2]

2۔ استویٰ:

الف: "التحقیق فی کلمات القرآن" نامی کتاب میں مادہ "سوی" کے ضمن میں آیا ہے کہ "استوائ" کے معنی بمقتضائے محل بدلتے رہتے ہیں، یعنی ہر جگہ وہاں کے اقتضاء اور حالات کے اعتبار سے اس کے معنی میں تغییر اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

ب: "مفردات راغب" نامی کتاب میں مذکور ہے کہ "استوائ" جب کبھی علیٰ کے ذریعہ متعدی ہو تو "استیلائ" یعنی غلبہ اور مستقر ہونے کے معنی میں ہے، جیسے "الرحمن علی العرش استویٰ" رحمن عرش پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے۔

ج: "المعجم الوسیط" نامی کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ! استویٰ علیٰ سریر الملک أو علیٰ العرش" تخت حکومت پر متمکن ہوا یا بادشاہی کرسی پر بیٹھا، اس سے مراد یہ ہے کہ مملکت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔

اخطل نامی شاعر نے بشر بن مروان اموی کی مدح میں کہا ہے:

قد استویٰ بشر علی العراق :: من غیر سیفٍ أودمٍ مھراقٍ

بشر نے عراق کی حکومت شمشیر اور کسی قسم کی خونریزی کے بغیر اپنے ہاتھ میں لے لی![3]

---

(1) مفردات راغب اور المعجم الوسیط میں مادہ "عرش" اور لسان العرب میں مادہ ثلل کی جانب مراجعہ کیجئے۔

(2) بحار، ج 58، ص 7.

(3) بشر بن مروان اموی خلیفہ عبد الملک مروان کا بھائی ہے جس نے 74ھ میں بصرہ میں وفات پائی اس کی تفصیل آپ کو ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں ملے گی.

آیات کی تفسیر

جب ہم نے جان لیا کی اسمائے الٰہی میں "رحمن ورحیم" "ربّ العالمین" کے صفات میں سے ہیں اور ہر ایک کے دنیا وآخرت دونوں جگہ آثار پائے جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ "اسم" قرآنی اصطلاح میں صفات، خواص اشیاء اور ان کی حقیقت بیان کرنے کے معنی میں ہے اور "عرش" عربی لغت میں حکومت اور قدرت کے لئے کنایہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ "استوائ" جب علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوگا تو غلبہ اور تسلط کے معنی دیتا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے:

"استویٰ علی سریر الملک او علیٰ العرش"

سریر حکومت یا عرش حکومت پر جلوہ افروز ہوا (متمکن ہوا) یعنی: "تولیٰ الملک" مملکت وحکومت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔

اب اگر قرآن کریم میں "استویٰ علی العرش" کے مذکورہ ہفت گانہ مقامات کی طرف رجوع کریں تو اندازہ ہوگا کہ ان تمام مقامات پر "استوائ" علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوا ہے، جیسے:

(استویٰ علیٰ العرش ید برّ الأمر)[1]

وہ عرش پر متمکن ہو کر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

(ثُمّ استویٰ علی العرش ید بر الامر) [2]

پھر وہ عرش پر متمکن ہوا اور تدبیر امر میں مشغول ہوگیا۔

ان آیات میں (نوع تدبیر کی طرف اشارہ کئے بغیر) صراحت کے ساتھ فرمایا: "عرش پر متمکن ہوا اور تدبیر امر میں مشغول ہو گیا۔،، سورۂ اعراف کی 54 ویں آیت میں انواع تدبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(استویٰ علی العرش یغشی الیل النھار...))

وہ عرش پر جلوہ افروز ہوا اور شب کے ذریعہ دن کو چھپا دیتا ہے۔

اور سورۂ حدید کی چوتھی آیت میں تدبیر کار کی طرف کنائےۃً اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(استویٰ علیٰ العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا)

---

(1) یونس 3.

(2) سجدہ 4و 5؛ رعد 2

عرش پر متمکن ہوا وہ جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے خارج ہوتا ہے سب کو جانتا ہے۔

یعنی خداوند عالم جو کچھ اس کی مملکت میں ہوتا ہے جانتا ہے اور ساری چیزیںاس کی تدبیر کے مطابق ہی گردش کرتی ہیں۔

یہیں پر سورۂ فرقان کی 59 ویں آیت کے معنی بھی معلوم ہوجاتے ہیں جہاں خداوندعالم فرماتا ہے:

(استویٰ علیٰ العرش الرحمن فسئل به خبیراً)

عرش قدرت پر متمکن ہوا، خدائے رحمان، لہٰذا صرف اسی سے سوال کرو کہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے! یعنی وہ جو کہ عرش قدرت پر متمکن ہوا ہے وہی خداوند رحمان ہے جو کہ تمام عالمین کو اپنی وسیع رحمت کے سایۂ میں پرورش کرتا ہے اور جو بھی اس کی مملکت میں کام کرتا ہے اس کی رحمت اور رحمانیت کے اقتضاء کے مطابق ہے یہ موضوع سورۂ طہٰ کی پانچوں آیت میں مزیدتاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے:

(الرحمن علیٰ العرش استویٰ))

خداوندرحمان ہے جو عرش قدرت پر غلبہ اور تسلط رکھتا ہے۔

اس لحاظ سے، جو کچھ سورہ "ہود" کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے :

(خلق السموات والأرض فی ستة أیام وکان عرشه علیٰ المائ)

آسمانوں اورزمین کو چھ دن میں خلق فرمایا اور اس کا عرش قدرت پانی پرٹھہرا تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مملکت خداوندی میں زمین وآسمان کی خلقت سے قبل جزپانی کے جس کی حقیقت خداوندعالم ہی جانتا ہے کوئی اورشے ُموجود نہیں تھی۔

اورجو سورۂ غافرکی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:

(الذین یحملون العرش)

وہ لوگ جو عرش کو اٹھاتے ہیں۔

اس سے بارگاہ الٰہی کے کارگزار فرشتے ہی مرادہیں کہ بعض کو نمائندہ بنایا اور بعض کو پیغمبروں کی امداد کے لئے بھیجا بعض کچھ امتوں جیسے قوم لوط پر حاملان عذاب ہیں اور بعض آدمیوں کی روح قبض کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر ایک اپنا مخصوص کام انجام دیتا ہے اور جو کچھ ہماری دنیا میں خداوندعالم کی ربوبیت کا مقتضیٰ ہی اس میں مشغول ہے۔

اور سورۂ حاقہ کی ساتویں آیت میں جو فرماتا ہے:

(و يحمل عرش ربّک فوقهم يومئذٍ ثمانية)

تمہارے رب کے عرش قدرت کو اس دن آٹھ فرشتے حمل کریں گے۔

اس سے مراد قیامت کے دن فرمان خدا وندی کا اجراء کرنے والے فرشتوں کے آٹھ گروہ ہیں۔

اورسورہ نحل کی 14 ویں آیت میں جو فرمایا:

(وهو الذ ی سخر البحر لتأكلوا لحماً طرياً و تستخر جوا منه حليةً تلبسو نها و ترى الفلک مواخر فيه)

وہ خدا جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تا کہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سینہ چاک کرتی ہیں۔

اس کے معنی یہ ہے کہ دریا کو ہمارا تابع بنا دیا تا کہ اُس کے خواص سے فائدہ اٹھائیں اور یہ حضرت آدم کی تعلیم کا ایک مورد ہے چنانچہ اس سے پہلے اسی سورہ کی 5 ویں تا8 ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

(والأ نعام خلقها لكم فيها دفء و منا فع ومنهاتأكلون و لكم فيها جمال حين تُر يحون وحين تسرحون و تحمل أثقا لكم اِلىٰ بلدٍ لم تكونوا بالغيه اِلاّ بشقّ الأنفس اِنّ ربّكم لرء وف رحيم ، والخيل و البغا ل و الحمير لتركبو ها وزينةً و)

اور اس نے چوپایوں کو خلق کیا کیونکہ اس میں تمہاری پوشش کا وسیلہ اور دیگر منفعتیں پائی جاتی ہیں اوران میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہو اوروہ تمہارے شکوہ اور زینت وجمال کا سبب ہیں، جب تم انھیںجنگل سے واپس لاتے ہو اور جنگل کی طرف روانہ کرتے ہو، نیز تمہارا سنگین و وزنی بار جنھیں تم کافی زحمت و مشقت کے بغیروہاںتک نہیںپہنچا سکتے یہ اٹھاتے ہیں،یقینا تمہارارب رؤفومہربان ہے اوراس نے گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کو پیدا کیاتا کہ ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت کا سامان ہوں۔خدا وند عالم نے اس کے علاوہ کہ ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ہے ان سے استفادہ کے طریقے بھی ہمیں سکھائے تا کہ گوشت،پوست، سواری اور باربرداری میں استفادہ کریں۔

سورہ زخرف کی بارھویں اور تیرھویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

(والذی خلق الأزواج كلّها و جعل لكم من الفلک و الآنعام ماتر كبون ، لتستوا على ظهوره، ثُمّ تذكر وا نعمة ربّكم اِذا استو يتم عليه و تقو لوا سبحان الذی سخر لنا هذا و ما كُنا له مقر نين)

اور جس خدا نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں کے ذریعہ سواری کا انتظام کیا تا کہ ان کی پشت پر سوار ہو اور جب تم ان کی پشت پر سوار ہو جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: وہ خدا منزہ اور پاک و پاکیزہ ہے جس نے ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ورنہ ہمیں ان کے تسخیر کرنے کی طاقت وتوانائی نہیں تھی۔

جس خدا نے ہمیں ان آیات میں مذکورچیزوں سے استفادہ کا طریقہ بتایا اور اپنی "ربوبیت" کے اقتضاء کے مطابق انھیں ہمارا تابع فرمان اور مسخر بنایا اسی خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں اور گھر کے چھپروں میں پھول اور شگوفوں کو چوس کر شہد بنائے، اسی نے دریا کو مچھلیوں کے اختیار میں دیا اور الہام غریزی کے تحت اس سے بہرہ مند ہونے اور استفادہ کرنے کی روش اورطریقہ بتایا، اس طرح سے اسنے اپنی وسیع رحمت کے ذریعہ ہر ایک مخلوق کی ضرورت کو دیگر موجودات سے بر طرف کیا اوراس کے اختیار میں دیا نیزہر ایک کو اس کی ضروری اشیاء کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تا کہ اس سے فائدہ حاصل کرے بعبارت دیگر شہد کی مکھی کوبقائے حیات کے لئے ضروری اشیاء کے اسماء اور ان کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تاکہ زندگی میں اس کا استعمال کرے اور مچھلیوں کو بھی ان کی ضرورت کے مطابق اشیاء کے اسماء اور خواص سکھائے تاکہ زندگی میں ان کا استعمال کرے، وغیرہ۔

رہی انسان کی بات تو خدا وندعالم نے اسے خلق کرنے کے بعد اس کی تعریف وتوصیف میں فرمایا:

(فتبارک اللہ احسن الخا لقین)

بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق اورپیدا کرنے والا ہے۔

خدا وندعالم نے تمام اسماء اوران کی خاصیتیں اسے بتا دیں؛چنانچہ سورۂ جاثیہ کی 13 ویں آیت میں فرمایا:

(وسخر لکم مافی السموات والأرض جمیعاً منہ)

اورخدا نے جو کچھ زمین وآسمان میں ہے سب کو تمہارے اختیار میں دیا اور اسے تمہارا تابع بنا دیا۔

سورۂ لقمان کی 20 ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے!

(ألم تروا انّ اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزوں کو تمہارا تابع اور مسخر بنایا۔

پروردگار عالم نے اپنی مخلوقات کی ہر صنف کو دیگر تمام مخلوقات سے استفادہ کرنے کی بقدر ضرورت ہدایت فرمائی۔ اور جو مخلوق دیگر مخلوق کی نیاز مند تھی تکوینی طور پر اس کو اس کا تابع بنایا ہے۔

اور انسان جو کہ خدا داد صلاحیت اور جستجو و تلاش کرنے والی عقل کے ذریعہ تمام اشیاء کے خواص کو درک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر کوشش کرے اور علوم کو حاصل کرنے کے لئے جد وجہد کرے، تو اسے یہ معلوم ہوگا کہ تمام مخلوقات اس کے استعمال کے لئے اسکے اختیار میں ہیں، مثال کے طور پر اگر" ایٹم" کے خواص کو درک کرنے کی کوشش کرے تویقینا وہاں تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور چونکہ ایٹم ان اشیاء میں ہے جو انسان کے تابع اور مسخر ہے، قطعی طور پر وہ اسے شگاف کرنے اور اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس طرح سے خدا نے آگ ، الکٹریک اور علوم کی دیگر شاخوں جیسے فیزک اور کیمسٹری کو اس کے حوالے کیا نیز انھیں اس کا تابع بنایا تا کہ مختلف دھاتوںسے ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ بنائے اور اسے زمین کے اطراف میں گردش دے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ انسان"چونکہ سرکش ، طاغی اور حریص ہے "لہٰذا اس شخص کا محتاج اور ضرورت مند ہے جو ان مسخرات سے استفادہ کا صحیح طریقہ اور راستہ بتائے تا کہ جو اس نے حاصل کیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اسے اپنے یا دوسروں کے نقصان میں استعمال نہ کرے۔"کھیتی" اور نسل " کو اس کے ذریعہ نابود نہ کرے"ربّ رحمان"نے عالی مرتبت انبیاء کو اس کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تا کہ مسخرات سے استفادہ کی صحیح راہ وروش بتائیں پس"ربّ رحمن" کے جملہ آثار رحمت میں سے پیغمبروں کا بھیجنا ،آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا ہے، اس موضوع کی وضاحت سورہ رحمان میں لفظ "رحمن"کی تفسیر کے ذریعہ اس طرح کی ہے:

(الرّحمن، علّم القرآن)

خدا وندرحمان نے ،قرآن کی تعلیم دی۔

(خلق الاِنسان،علّمهُ البيان)

انسان کوخلق کیا اوراسے بیان کرنا سکھایا۔

(الشمسُ والقمر بحسبان)

سورج اورچاندحساب کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔

(والنجم والشجر يسجدان)

اوربوٹیاں ،بیلیں اور درخت سب اسی کا سجدہ کر رہے ہیں ۔

(والسماء رفعها ووضع الميزان)

اوراُس نے آسمان کو رفعت دی اور میزان وقانون وضع کیا(بنایا)۔

(والأرض وضعها للِ۠اِ نام)

اور زمین کو مخلوقات کے لئے خلق کیا۔

(فیها فاکهة والنخل ذات الأکمام)

اس میں میوے اور کھجوریں ہیں جن کے خوشوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔

(والحبّ ذوالعصف والرّیحان)

اور خوشبو دار گھاس اور پھول کے ساتھ دانے ہیں۔

(فبأیّ آلاء ربّکما تکذّبان)

پھر تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۔

(تبارک أسم ربّک ذی الجلال والإکرام)

تمہارے صاحب جلال واکرام رب کا نام مبارک ہے۔

نیز "ربّ" ہے جو :

(یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر)[1]

جس کی روزی میں چاہے وسعت دیدے اور جسکی روزی میں چاہے تنگی کردے۔

جو کچھ ہم نے رحمت "ربّ" کے آثار دنیا میں پیش کئے ہیں وہ مومن اور کافر تمام لوگوں کو شامل ہیں اس بناء پر "رحمان" دنیا میں "ربّ العالمین" کے صفات میں شمار ہوتا ہے نیز اس کی رحمت تمام خلائق جملہ مومنین وکافرین سب کو شامل ہے اور چونکہ "ربّ العالمین" لوگوں کی پیغمبروں پر "وحی" کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے، قرآن کریم "وحی" کی "ربّ" کی طرف، جوکہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے :

(ذلک ممّا أوحیٰ اِلیک ربّک من الحکمة)[2]

یہ اس کی حکمتوں میں سے ہے کہ تمہارے "ربّ" نے تم کو وحی کی ہے۔

---

(1) سبا 36،39.

(2) اسراء 39.

اور فرمایا:

(اتّبع ما أوحی اِلیک من ربّک)[1]

جو چیز تمارے ربّ کی طرف سے تم پر وحی کی گئی ہے اس کی پیروی کرو۔

قرآن اسی طرح ارسال رسل اور آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کو "ربّ العالمین"کی طرف نسبت دیتا ہے اور حضرت ہود کے حالات زندگی کی شرح میں فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا:

(یا قوم لیس بی سفا ھة و لکِنّی رسول من ربّ العالمینأبلّغکم رسا لات ربِّی)[2]

اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی سفاہت نہیں ہے لیکن میں ،،ربُّ العالمین،، کی جانب سے ایک رسول اور فرستادہ ہوں کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

نیز حضرت نوح کے بارے میں فرماتا ہے: انھوں نے اپنی قوم سے کہا:

(یا قوم لیس بی ضلا لة و لکنّی رسول من ربّ العا لمینَاُبلّغکم رسالات ربِّی)[3]

اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی ضلالت اور گمراہی نہیں ہے، لیکن میں "ربّ العا لمین" کا فرستادہ اور رسول ہوں، کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

اور حضرت موسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے کہ ا نھوں نے فرعون سے کہا:

(یا فرعون انِّی رسول من ربّ العا لمین)[4]

اے فرعون! میں ربّ العالمین کا فرستادہ ہوں۔

آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کے سلسلے میں فرمایا :

(واتل ما أوحی اِلیک من کتاب ربّک)[5]

جو کچھ تمہارے "رب" کی کتاب سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو!

(تنزیل الکتاب لاریب فیه من ربّ العالمین)[6]

اس کتاب کا نازل ہونا کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے رب العا لمین کی طرف سے ہے ۔

---

(1) انعام 106 . (2)اعراف 67 ، 68(3)اعراف 61 ، 62(4) اعراف 104 (5) کہف 27(6) سجدہ 2 ۔

(اِنّه لقرآن كريم تنزيل من ربّ العالمين)[1]

بیشک یہ قرآن کریم ہے جو "ربّ العالمین" کی طرف سے نازل ہوا ہے

نیز امر و فرمان کی نسبت "ربّ" کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(قل أمر ربِیّ با لقسط و أقيموا وجو هكم عند كلّ مسجد)[2]

کہہ دو! میرے ربّ نے عدالت وانصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر مسجد میں اپنا رخ اس کی طرف رکھو۔

اس لحاظ سے صرف اور صرف "ربّ" کی اطاعت کرنی چاہئے، جیسا کہ خاتم الانبیائ ﷺ اور مومنین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(آمن الرسول بما أنزل اليه من ربّه و المؤ منون و قالوا سمعنا وأطعنا غفرانک ربّناّ)[3]

پیغمبر جو کچھ اس کے "رب" کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لایا ہے اور تمام مومنین بھی ایمان لا ئے ہیںّ اوران لوگونّنے کہا ! ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے پروردگار ہم ! تیری مغفرت کے خواستگار ہیں۔

انبیاء بھی چونکہ اوامر "ربّ العالمین" کی تبلیغ کرتے ہیں، لہٰذا خداوند متعال نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

(أطيعواالله وأطيعواالرسول ولا تبطلوا أعمالكم)[4]

خدا کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

یہی حال گناہ اور معصیت کا ہے کہ کسی سے بھی صادر ہو "ربّ العالمین" کی نافرمانی کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

(فسجدوا الا ابليس كان من الجن ففسق عن امر ربه)[5]

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا جز ابلیس کے، جو کہ جنوں میں سے تھا اور اپنے "ربّ" کے فرمان سے باہر ہو گیا۔

نیز یہ بھی فرمایا:

(فعقروا الناقة و عتوا عن أمر ربهم)[6]

---

(1)واقعہ 77، 80(2)اعراف 29 (3)بقرہ 285(4) محمد33(5)کہف 50 (6)اعراف 77

(قوم ثمود) نے "ناقہ" کو پے کر دیا اور اپنے ربّ کے فرمان سے سرپیچی کی۔
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ "امر" اور فرمان جملہ سے حذف ہو جاتا ہے لیکن اس کے معنی باقی رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت آدم کے بارے میں فرمایا:

(وعصیٰ آدم ربّه فغویٰ)() [1]

آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور جزا سے محروم ہو گئے۔

یعنی آدم نے اپنے رب کے امر کی نافرمانی کی۔

انبیاء علیہم السلام بھی چونکہ اوامر "ربّ" کو لوگوں تک ابلاغ کرتے ہیں تو ان کی نافرمانی اور سرپیچی فرمان "ربّ" کی مخالفت شمار ہوتی ہے، جیسا کہ خدا فرعون اور اس کی قوم نیز ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے پہلے تھے فرماتا ہے:

(و جاء فرعون ومن قبلهفعصوا رسول ربّهم)[2]

فرعون اور وہ لوگ جو اس سے پہلے تھے.... ان سب نے اپنے ربّ کے فرستادہ پیغمبر کی مخالفت کی۔

انسان نافرمانی کرنے کے بعد جب توبہ کرتا ہے اپنے "رب" سے مغفرت چاہتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

(الذین یقولون ربّنا انّنا آمنا فا غفرلنا ذنو بنا)[3]

وہ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے "رب" ! ہم ایمان لائے ، لہذا ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

(وما کان قولهم اِلاّ أن قالوا ربّنا أغفرلنا ذنوبنا)[4]

اوران کا کہنا صرف یہ تھا کہ اے ہمارے پروردگار !ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

(ربّنا فاغفر لنا ذنو بنا و کفرعناّ سیّئا تنا)[5]

اے ہمارے پروردگارا ! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی کر۔

سورہ قصص میں حضرت موسیٰ کے قول کے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(ربّ انِی ظلمتُ نفسی فاغفر لیِ فغفر له)[6]

اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا لہٰذا مجھے بخش دے اورخدا نے انھیں بخش دیا۔

اسی وجہ سے "غفور" و غفار" بھی ربّ کے صفات میں سے ہے، چنانچہ فرمایا:

---

(1)طہ 121(2) حاقہ 10،9(3)آل عمران 16 (4)آل عمران 147(5)آل عمران 193۔(6)قصص 16۔

(والذین عملوا السیّٔات ثُمّ تابوا من بعد ھا وآمنوا انّ ربّک من بعدھا لغفور رحیم)[1]

وہ لوگ جنھوں نے گناہ کیا اور اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے(جان لیں کہ) تمہارا ربّ اس کے بعد غفور ومہربان ہے۔

اپنی قوم سے نوح کے قول کی حکایت کرتا ہے:

(فقلت استغفروا ربّکم انّہ کان غفاّراً)[2]

(نوح نے کہا) میں نے ان سے کہا: اپنے ربّ سے بخشش ومغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور غفاّر ہے۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا:

(فتلقّیٰ آدم من رّبہ کلماتٍ فتاب علیہ اِنّہ ھو التّوابُ الرحیم)[3]

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے اور خدا نے ان کی توبہ قبول کی کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور جو لوگ گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ذریعہ اس کی تلافی اور جبران نہیں کرتے ان کے کردار کی سزاربّ العالمین کے ذمہّ ہے ،جیساکہ فرمایا:

(قل یا عبادیِ الذین أسر فوا علیٰ أنفسھم لا تقنطوا من رحمة اللهو انیبوا اِلیٰ ربّکم و أسلموا لہ من قبل أن یا تیکم العذا بُ ثُمّ لا تنصرون)[4]

کہو: اے میرے وہ بندو کہ تم نے اپنے اوپر ظلم وستم نیزا سراف کیاہے! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہواپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اوراس کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤقبل اسکے کہ تم پر عذاب نازل ہو پھر کوئی یار ویاور نہ رہ جائے۔

ربّ کا اعمال کی جزا دینا کبھی دنیا میں ہے اور کبھی آخرت میں اور کبھی دنیا وآخرت دونوں میں ہے قرآن کریم سب کی نسبت رب کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(لقد کان لسبا فی مسکنھم آیة جنتان عن یمینٍ و شمالٍ کلوا من رزق ربّکم و اشکرٔ وا لہ بلدة طیبة و ربّ غفور فا عرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم و بد لنا ھم بجنّتیھم جنتین)

---

(1)اعراف 153(2)نوح 10 (3)بقرہ 37(4)زمر 54،53

(ذوا تی أکل خمطٍ و اثلٍ و شیئٍ من سدرٍ قلیل ذلک جز ینا ھم بما کفر واوھل نجازی اِلّا الکفو ر)[1]

قوم "سبا" کے لئے ان کی رہائش گاہ میں ایک نشانی تھی: داہنے اور بائیں دو باغ تھے(ہم نے ان سے کہا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، شہر صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے اور تمہارا "ربّ" بخشنے والا ہے، (لیکن) ان لوگوں نے خلاف ورزی اوررو گردانی کی تو ہم نے تباہ کن سیلابی بلا اُن کے سر پر نازل کر دی اور دو میوہ دار باغوں کو تلخ اور کڑوے باغوں اور کچھ کو بیر کے درختونمیں تبدیل کر دیا، یہ سزا ہم نے انھیں ان کے کفر کی بنا پر دی، آیا ہم کفران نعمت کرنے والے کے علاوہ کو سزا دے سکتے ہیں؟

لیکن آخری جزا قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب کتاب کے بعد ہے، قرآن کریم محشور کرنے اور حساب و کتاب کرنے کی بھی نسبت ربّ کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(وانّ ربّک ھو یحشر ھم)[2]

تمہارا "ربّ" انھیںمحشور کرے گا

نیز فرماتا ہے:

(ما فرّطنا فی الکتاب من شیٔ ٍ ثمّ الی ربّھم یحشرون)[3]

اس کتاب میں ہم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے، پھر سب کے سب اپنے "ربّ" کی جانب محشور کئے جائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

(انّ حسابھم اِلّا علی ربّی لو تشعرون)[4]

(نوح نے کہا) ان کا حساب صرف اور صرف ہمارے رب کے ساتھ ہے اگر تم یہ بات درک کرتے ہو!

لوگ حساب وکتاب کے بعد یا مومن ہیں کہ ہر حال میں "رحمت" خدا وندی ان کے شامل حال ہو گی یا غیر مومن کہ رحمت الٰہی سے دور ہوں گے، خدا وند عالم نے مومنین کے بارے میں فرمایا:

(یوم نحشر المتّقین الی الرحمن و فداً)[5]

جس دن پرہیزگاروں کو ایک ساتھ خدا وند "رحمان" کی جانب مبعوث کریں گے۔

---

(1)سبا 15 (2) حجر25 (3)انعام 38 (4)شعرا 113 (5) مریم 85

البتہ ربّ العالمین کی رحمت اس دن مومنین سے مخصوص ہے،یہی وجہ ہے کہ خدا کو آخرت کا رحیم کہا جاتا ہے اور لفظ "رحیم" رحمان کے بعد استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

(ألحمد لله ربّ العالمین،الرحمن الرحیم)

حمد وستائش عالمین کے ربّ اللہ سے مخصوص ہے،وہ خداوند رحمن ورحیم ہے۔

کیونکہ رحمن کی رحمت اس دنیا میں تمام افراد کو شامل ہے ، لیکن "رحیم"کی رحمت مومنین سے مخصوص ہے۔

غیر مومن اور کافر کے بارے میں ارشاد فرمایا!

(انّ جهنّم کانت مرصاداً، للطا غین مآباًجزاءً وفاقاً)[1]

یقینا جہنم ایک سخت کمین گاہ ہے اور نافرمانوںکی بازگشت کی جگہ ہے...یہ ان کے اعمال کی مکمل سزا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رب العالمین کو روز جزا کا مالک کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا:

(الحمد لله ربّ العالمینالرحمن الرحیم مالک یوم الدین)

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے مطابق "ربّ" رحمن بھی ہے اور "رازق" بھی" رحیم" بھی ہے اور "توّاب و غفار"بھی اور تمام دیگر اسمائے حسنیٰ کا بھی مالک ہے۔

بحث کا خلاصہ

خدا وند عالم سورۂ اعلی میں فرماتا ہے: مخلوقات کا رب وہی ہے جس نے انھیں بہترین طریقے سے خلق کیا ،پھر انھیںہدایت پذیری کے لئے آمادہ کیا ،پھر اس کے بعد ہر ایک کی زندگی کے حدود معین کئے اور انھیں ہدایت کی ، پھر اس کے بعد کی آیات میں حیوان کی چراگاہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے:"ربّ" وہی ہے جس نے حیوانات کی چراگاہ کو ظاہر کیا اور اسے پرورش دی تا کہ شدید سبز ہونے کے بعد اپنے آخری رشد یعنی خشک گھاس کی طرف مائل ہو۔

اسی طرح سورۂ رحمن میں جس کی آیات کو ہم نے پیش کیا جو ساری کی ساری ربوبیت کی توصیف میں تھیں آغاز سورہ میں تعلیم بیان کے ذریعہ انسان کی تربیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے :

(خلق الانسان علّمه البیان)

---

(1) نبائ21، 22، 26.

انسان کو خلق کیا اوراسے بیان کی تعلیم دی یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لائق بنایا۔

سورۂ علق میں انسان کی پرورش سے متعلق صفات "ربوبیت" کے دوسرے گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(خلق الانسان من علقالذی علّم با لقلم علّم الاِنسان ما لم یعلم)

انسانوں کو منجمد خون سے خلق کیا... وہی ذات جس نے اسے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور جو انسان نہیں جانتا تھا اس کی تعلیم دی ،یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لئے آمادہ کیا۔

مذکورہ دونوں موارد(آموزش بیان اور قلم کے ذریعہ تعلیم) کلمہ "سوّی" کی تشریح ہے جو کہ "سورہ اعلیٰ" میں آیا ہے۔

سورۂ" شوریٰ، نساء ، آل عمران" میں "ربّ العالمین "کے ذریعہ انسان کی کیفیت ہدایت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:انسان کے لئے دین اسلام کو معین کیا اوراسے اپنی کتابوں میں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ارسال کیا

سورۂیونس اور اعراف میں فرمایا:تمہارا ربّ وہی خدا ہے جس نے زمین وآسمان کوپیدا کیا اور انھیں ہدایت تسخیری سے نوازا۔

سورۂ انعام میں 95تا101آیات میں انواع مخلوقات کی یاد آوری کے بعدآیت 102 میں فرمایا:

(ذلکم اللہ ربکم لا الہ الاّ ھوخالق کل شییٍٔ فا عبدوہُ)

یہ ہے تمہارا رب، اللہ ،اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے،وہ تمام چیزوں کا خالق ہے ،صرف اس کی عبادت کرو۔

یہاں تک جو کچھ ہم نے ربوبیت کے صفات اور اس کے اسماء کو بیان کیا سب کے سب اللہ کے صفات اور اس کے اسماء سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ کے" اسمائے حسنیٰ "کی بحث میں انشاء اللہ دیگر اسمائے حسنیٰ کوجو اللہ سے مخصوص ہیں ذکر کریں گے۔

4

اللہ کے اسمائے حسنیٰ

1۔ اللہ

2۔ کرسی

1۔ اللہ

بعض علمائے علم لغت کہتے ہیں: اللہ در حقیقت "اِلٰہ" تھا جو کہ "آلِھۃ" کا اسم جنس ہے، اس پر الف و لام تعریف داخل ہوا، اور "آلْاِلٰہُ" ہو گیا، پھر الف کو اس کے کسرہ کے ساتھ حذف کردیا گیا اور دو لام کو باہم ادغام کر دیا "اللہ" ہو گیا، یعنی لفظ الہ اور اللہ ؛رجل اور الرجل کے مانند ہیں پہلے دونوں یعنی الہ ورجل "الھۃ او ر رجال" کا اسم جنس ہیں اور دوسرے دونوں یعنی "اللہ" اور "الرجل" الف ولام کے ذریعہ معرفہ ہو گئے ہیں اور مورد نظر رجل اور الہ معین و مشخص کئے ہیں اس لحاظ سے لا الہ الا اللہ" کے معنی ہو ں گے: کوئی معبود نہیں ہے جز اس کے جو کہنے والے کا مورد نظر اور مقصود ہے۔

یہ نظریہ غلط اور اشتباہ ہے، کیونکہ لفظ اللہ نحویوں کی اصطلاح میں "عَلَم مرتجل" (منحصر بہ فرد) ہے اور ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، جس کے تمام صفات جامع جمیع اسمائے حسنیٰ ہیں اور کوئی بھی اس نام میں اس کا شریک نہیں ہے جس طرح کوئی "الوہیت اور "ربوبیت" میں اس کا شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ اسلامی اصطلاح میں ایک ایسا نام ہے جو اس ذات سے مخصوص جس کے یہاں تمام صفات کمالیہ پائے جاتے ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وللہِ الأسماء الحسنیٰ" تمام اسمائے حسنیٰ[1] "اللہ" کیلئے ہیں اور فرمایا: (اللہ لا اِلٰہ اِلاّ ھولہ ا لأ سماء الحُسنیٰ)[2] وہ خدا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تمام اسمائے حسنیٰ اس کے لئے ہیں۔

بنابرایں "لا اِلٰہ اِلّا اللہ" یعنی ہستی میں کوئی موثر اور خالق نہیں اور تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کے مالک خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک "قیوم" ہے قیوّم یعنی پائندہ قائم بالذات ہر چیز کا محافظ و نگہبان نیز وہ ذات جو موجودات کو قوام عطا کرتی ہے، آیت کے یہ معنی سورۂ طہ کی

---

(1)اعراف 180۔ (2)طہ 8.

50 ویں آیت میں ذکر ہوئے ہیں:

(ربّنا الذی أعطی کلّ شيٍ خلقه ثّم هدی)[1]

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو جو اس کے خلقت کا لازمہ تھا عطا کیا، پھر اس کے بعد ہدایت کی ہے.

پس وہی اللہ جو تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کا مالک ہے وہ ربّ، رحمان، رازق، تواب، غفاّر، رحیم اور روز جزا کا مالک ہے، یہی وجہ ہے قرآن کریم میں کہیں پر لفظ اللہ ربّ کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی جس جگہ ربّ کا نام ذکر کرنا سزاوار تھا وہاں ربّ کی جگہ استعمال ہوا اور ربّ کے صفات اپنے دامن میں رکھتا ہے جیسے: رازق، تواب، غفورا ورر حیم اور وہ ذات جو انسان کو اس کے عمل کی جزا دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

1۔ (اللہ یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر)[2]

اللہ ہی ہے جو جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے۔

2۔ (وانّ اللہ هو التّواب الرحیم) [3]

یقینا وہی اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

3۔ (اِنّ اللہ غفوررحیم) [4]

یقینا اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

4۔ (لیجزیهم اللہ أحسن ما کانوا یعملون)[5]

تاکہ خدا انھیں جزا دے بہترین اعمال کی، جو انھوں نے انجام دئے ہیں۔

گزشتہ آیات میں جیسا کہ ہم نے ملا حظہ کیا،صفات رزّاق، غفور اور رحیم اور جزا دینے والا کہ ربّ العالمین سے مخصوص ہیں سب کی نسبت اللہ کی طرف ہے، کیونکہ اللہ تمام صفات کمالیہ کا مالک اور خود "ربّ العالمین" ہے۔

بعض اسماء و صفات جو قرآن کریم میں آئے ہیں وہ بھی "اللہ" کی مخصوص صفت ہیں جیسے:

(اللہ لا اِله اِلاّ هو الحیّ القیّوم لا تأ خذه سنة و لا نوم له ما فی السموات و ما فی)

---

(1) طہ 50 (2) رعد 26 (3) توبہ 104 (4) بقرہ 182 (5) توبہ 121

(الأرض من ذالّذی یشفع عنده اِلاّ باِ ذنه یعلم ما بین أید یهم و ما خلفهم و لا یحیطون بشیئٍ من علمه اِلّا بما شاء وسع کر سیّه السموات و الأرض و لا یؤده حفظهما و هو العلیّ العظیم) [1]

کوئی معبود نہیں‌بجز اللہ کے حی وقیوم اور پائندہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ زمین وآسمان میں ہے اسی کا ہے کون ہے جو اس کے پاس اس کے فرمان کے علاوہ شفاعت کرے؟ جو کچھ ان کے سامنے اور پیچھے ہے اسے جانتا ہے اور کوئی اس کے علم کے ایک حصہ سے بھی آگاہ نہیں ہوتا جز یہ کہ وہ خود چاہے، اس کی حکومت کی "کرسی" زمین وآسمان کو محیط ہے نیز ان کی محافظت اسے تھکاتی نہیں ہے اور وہ 'علیّ' و 'عظیم' (بلند مرتبہ و با عظمت) ہے۔

اس آیت میں مذکور تمام اسماء و صفات "اللہ" سے مخصوص ہیں اور "الہٰ" خالق اور ربّ العالمین کے صفات میں سے نہیں ہیں۔

نیز ایسے صفات جیسے: عزیز، حکیم، قدیر، سمیع، بصیر، خبیر، غنی، حمید، ذوالفضل العظیم، (عظیم فضل کا مالک) واسع، علیم (وسعت دینے والا اور باخبر) اور فعال لمایشائ (اپنی مرضی سے فعل انجام دینے والا)... یہ سارے صفات "اللہ" کے مخصوص صفات ہیں، اس لحاظ سے اللہ ایک نام ہے ان صفات میں سے ہر ایک کے لئے اور اللہ کی حقیقت یہی صفات اور اسمائے حسنیٰ ہیں۔

عبرانی زبان میں بھی "یَے ھُوَہ" کو "اللہ" کی جگہ اور "الوھیم" کو "الا لہ" کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کی "کرسئ حکومت" زمین وآسمان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ اب ہم "کرسی" کے معنی کی تحقیق وبررسی کریں گے۔

---

(1) بقرہ 255

2۔ کرسی

لفظ کرسی؛ لغت میں تخت اور علم کے معنی میں ہے۔

طبری، قرطبی اور ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا :"کرسی خدا اس کا علم ہے"۔ اور طبری کہتے ہیں:

"جس طرح خدا وند عالم نے فرشتوں کی گفتگو کی خبر دی ہے کہ انھوں نے اپنی دعا میں کہا :

(ربّنا وسعت کلّ شیء علماً)

پروردگار ا! تیرا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس آیت میں بھی خبر دی ہے کہ "وسع کرسیہ السموات و الأرض" اس کا علم زمین وآسمان کو محیط ہے، کیونکہ "کرسی" در حقیقت علم کے معنی میں ہے، عرب جو اپنے علمی نوٹ بک کو کرّاسہ کہتے ہیں اسی باب سے ہے ،چنانچہ علماء اور دانشوروں کو "کَراسی" کہا جاتا ہے۔(طبری کی بات تمام ہوئی)۔

طبری کی بات پر اضافہ کرتے ہوئے ہم بھی کہتے ہیں:خدا وند عالم نے حضرت ابراہیم کی اپنی قوم سے گفتگو کی حکایت کی ہے جو انھوں نے اپنی قوم سے کی:

(وسع ربیّ کلّ شیئٍ علماً أ فلا تتذکّرون)[1]

ہمارے رب کا علم تمام چیزوں کو شامل اور محیط ہے آیا تم لوگ نصحت حاصل نہیں کرتے؟

اور شعیب کی گفتگو اپنی قوم سے کہ انھوں نے کہا ہے:

(وسع ربّنا کلّ شیئٍ علماً)[2]

ہمارے رب کا علم تمام اشیا ء کو محیط ہے۔

اور موسیٰ کی سامری سے گفتگو کہ فرمایا:

---

(1) انعام 80

(2)اعراف 89

(ِِِانّما اِلٰهکم الله الذی لا اِله الاّ هو وسع کلّ شیئٍ علماً) [1]

تمہارا معبود صرف "اللہ" ہے وہی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کا علم تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

رسول خدا کے اوصیاء میں چھٹے وصی یعنی امام جعفر صادق نے سائل کے جواب میں جس نے کہا: (وسع کرسیہ السموات و الارض) اس جملہ میں کرسی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: خدا کا علم ہے۔[2]

قرآن کریم میں کرسی کا تخت اور علم دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے، خداوند عالم نے سورۂ ص میں سلیمان کی داستان میں فرمایا:

(و لقد فتنّا سلیمان و ألقینا علیٰ کر سیّه جسداً) [3]

ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کی کرسی (تخت) پر ایک جسد ڈال دیا۔

اور اس آیت میں فرماتا ہے:

(یعلم ما بین أید هم وما خلفهم ولا یُحیطون بشیءٍ من علمهِ الّا بما شاء وسع کر سیّه السموات و الأرض) [4]

خداوند عالم ان کے سامنے اور پس پشت کی ساری باتوں کو جانتا ہے اور وہ ذرہ برابر بھی اس کے "علم" سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ وہ خود چاہے، اس کی کرسی یعنی اس کا "علم" زمین وآسمان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

"کرسی" جیسا کہ آیہ شریفہ سے ظاہر ہے "علمہ" کے بعد مذکور ہے اس قرینہ سے معنی یہ ہوں گے: وہ لوگ ذرہ برابر علم خداوندی سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ خدا خود چاہے، اس کا علم زمین وآسمان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

اس لحاظ سے بعض روایات کے معنی، جو کہتی ہیں: "کل شیء فی الکرسی" ساری چیزیں کرسی میں ہیں، یہ ہوں گے کہ تمام چیز علم الٰہی میں ہے۔

یہاں پر" اللہ کے اسمائے حسنیٰ "کی بحث کو ختم کرتے ہیں اور "عبودیت" کی بحث جو کہ اس سے مربوط ہے اس کی بررسی و تحقیق کریں گے۔

---

(1) طه 98 (2) توحید صدوق: ص 327، باب: معنی قول الله عز و جل: وسع کرسیه الماوات والارض. (3) سورۂ ص 34. (4) بقره 255

عبد وعبادت

عَبَدَ: اس نے اطاعت کی "عبودیت" یعنی: عاجزی و فروتنی اور خضوع و خشوع کے ساتھ اطاعت بجالانا اور "عبادت" یعنی نہایت خضوع وخشوع اور فروتنی وعاجزی کے ساتھ اطاعت کرنا جو "عبودیت" سے زیادہ بلیغ ہے۔

الف: عبودیت

سورہ حمد میں "ربّ العالمین" کے ذکر کے بعد جملہ "ایاّک نعبد" آیا ہے اس میں عبودیت بمعنیٰ اطاعت ہے، یعنی ہم صرف تیری ہی اطاعت کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے:

"مَن أطاع رجلاً فی معصیة فقد عبده" [1]

جو شخص کسی انسان کی معصیت اور گناہ میں اطاعت کرے گویا اس نے اسکی عبادت کی ہے۔

جیسا کہ ظاہر ہے عبادت و اطاعت ایک ساتھ اور ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ امام علی رضا کی گفتگو میں بھی ہے کہ دوسرے کی بات سننے کو، جو ایک قسم کی اطاعت اور اس کی پیروی ہے، "عبادت" سمجھا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

"مَن أصغیٰ اِلی ناطق فقد عبده فاِن کان الناطق عن الله عزّ و جلّ فقد عبد الله، واِن کان الناطق عن أبلیس فقد عبدأبلیس" [2]

جو شخص کسی قائل کی آواز پر کان دھرے اس نے اس کی عبادت کی ہے اب اگر قائل خداوند عالم کی بات کرے تو خدا کی عبادت کی اور اگر ابلیس کی بات کرے تو ابلیس کی عبادت کی۔

عبادت: باشعور موجودات کے لئے اختیاری ہے لیکن دیگر مخلوقات کے لئے تسخیری اور غیر اختیاری

---

(1) اصول کافی ج 2، ص 398 (2) عیون اخبار الرضا، ص 303، ح 63؛ وسایل الشیعہ ج 18، ص 92 ح 13

ہے، جیسا کہ خدا وند سبحان نے فرمایا :

(یا أیّھا الناس اعبد واربّکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم..) .)[1]

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، وہی جس نے تمکو اور تم سے پہلے والوں کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے۔

اوردیگر موجودات کے بارے میں فرمایا :

(وللّٰہ یسجد ما فی السموات وما فی الٔارض من دابة والملا ئکة وھم لا یستکبرون)[2]

تمام وہ چیزیں جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہیں چلنے والی ہوں یا فرشتے خدا کے لئے سجدہ(عاجزی اور فروتنی) کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے ہیں۔

ب: عبد

عبد کے چار معنی ہیں:

1۔غلام کے معنی میں جیسے سورۂ نمل میں خدا ارشاد فرماتا ہے:

(ضرب اللّٰہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شییٍٔ)[3]

خدا وند عالم نے ایک ایسے غلام مملوک کی مثال دی ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔

اس عبد کی جمع عبید ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"مَن خرجِ الینا من العبید فھوحرّ"[4]

جو غلام بھی ہماری سمت (اسلام کی طرف)آجائے وہ آزاد ہے۔

2۔"عبد"بندہ ہونے کے معنی میں بھی ہے اس کی سب سے زیادہ روشن اور واضح مثال خدا وند عالم کے ارشاد میں ہے کہ فرمایا:

(ِان کلّ مَن فی السموات والأر ض اِلّا أتی الرحمن عبداً)[5]

زمین وآسمان کے ما بین کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ بندگی کی حالت میں خدا وند رحمان کے سامنے آئے۔

اس معنی میں بھی عبد کی جمع "عبید" (بندے) ہے جیسے :

(و أنّ اللّٰہ لیس بظلام للعبید)[6]

---

(1)سورہ ٔبقرہ 21. (2) نحل 49(3) نحل 75(4) مسند احمد ج1، ص 248 (5)مریم 93۔(6)انفال 51 ۔

خدا وند عالم اپنے بندوںپر ظلم نہیں کرتا ہے۔

3۔ 4۔عبد؛، عبادت کرنے والے اور خدمت گزار بندہ کے معنی میں ہے جس کے بارے میں "عابد" کی تعبیر زیادہ بلیغ ہے، اس کی دو قسم ہے:

الف:خدا کا خالص" عبد" اور حقیقی بندہ ہونا جس کی جمع عباد آتی ہے جیسے خدا وند عالم کاکلام ان کے موسیٰ اور اوران کے جوان ساتھی کی داستان کی حکایت میں ہے، وہ فرماتا ہے:

(فوجدا عبداً من عبادنا آتینا ھ رحمة من عند نا)[1]

ا ن دونوںنے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوزا تھا۔

ب۔ اور دنیا کا" عبد" بندہ ہونا یعنی جو شخص اپنا تمام ہم و غم اور اپنی تمام توانائی دنیا اور دنیا طلبی کے لئے وقف کردے،یہاں بھی عبدکی جمع"عبید" ہے جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "تَعِسَ عبد الدرھم وعبد الدینار"درہم ودینار کا بندہ ہلاک ہوگیا۔[2]

اور چونکہ پرورد گار عالم بندوں کی ہدایت اور لوگوں کے ارشاد کے لئے امر ونہی کرتا ہے لہٰذا جو شخص فرمان خدا وندی کی اطاعت کرتاہے اسے کہتے ہیں: (عَبَدَا لربَّ)اس نے خدا وند رحمان کی عبادت و بندگی کی، وہ عابد ہے یعنی:اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اور وہ پروردگار کا مطیع وفرمانبردار ہے۔

اورچونکہ "الہ "معبود کے معنی میں ہے اور اس کے لئے دینی مراسم منعقد کئے جاتے ہیں، کہتے ہیں: "عَبَدَ فلان اِلا لہَ"فلاں نے خدا کی عبادت کی (پرستش کی)وہ عابد(پرستش کرنے والا ہے)یعنی وہ دینی مراسم خدا کے لئے انجام دیتا ہے۔[3]

جن صفات کو"الوہیت"کی بحث میں " الہ" کے صفات میں شمار کیاہے اور ربوبیت کی بحث میں ان تمام صفات کورب ّ کے صفات سے جانا ہے وہ سارے کے سارے اللہ ربّ العالمین کے صفات ہیں ، اللہ ربّ العالمین کے صفات میں ایک دوسری صفت یہ ہے کہ ہرچیز کا جاری و ساری ہونا اس کی مشیت اور اس کی مرضی سے ہے اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کی وضاحت کریں گے۔

---

(1) کہف:65 (2) سنن ابن ماجہ ص1386(3)جو کچھ ہم نے"عبد" کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل کتابوں سے مادہ عبد کے مطالب کا خلاصہ ہے، جوہری کی کتاب صحاح ،مفردات القرآن راغب ،قاموس اللغۃفیروز آبادی، معجم الفاظ القرآن الکریم ، طبع مصر، ہم نے ان سب کی عبارت کو مخلوط کر کے ایک سیاق و اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے.

ربّ العالمین کی مشیت

الف ۔ مشیت کے معنی

ب: رزق میں خدا کی مشیت

ج:ہدایت میں خدا کی مشیت

د: رحمت وعذاب میں خدا کی مشیت

1- لغت اور قرآن کریم میں مشیت کے معنی

الف:مشیت کے لغوی معنی

مشیت کے لغوی معنی؛ارادہ کرنے اور چاہنے کے ہیں اور اس معنی میں لوگ بھی ارادہ ومشیت کے مالک ہوتے ہیں، خدا وند کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: (اِنّ ھذہ تذکرة فمن شاء اتّخذا الیٰ ربّہ سبیلاً) [1]

یہ یاددہانی ہے، لہٰذا جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔یعنی اگر انسان چاہے اور ارداہ کرے کہ خدا کی سمت راہ انتخاب کرے تو وہ مکمل آزادی اور اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ اس بات پر قادر ہے،اسی آیت سے ملتا جلتا مضمون سورہ مدثر کی 55 ویں آیت عبس کی بارہویں آیت تکویر کی اٹھائیسویں آیت اور کہف کی 92 آیت ویں وغیرہ میں بھی ذکر ہوا ہے،خدا وند سبحان نے لغوی مشیت کی نسبت بھی اپنے طرف دیتے ہوئے فرمایا:

1۔(الم تر اِلی ربّک کیف مدّ الظلّ و لو شاء لجعلہ ساکناً) [2]

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح تمہارے ربّ نے سایہ کو دراز کردیا؟اوراگر چاہتا تو ساکن کر دیتا.

2۔(فاما الذین شَقُوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شھیق)(خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ما شاء ربّک انّ ربّک فعال لما یُرید)(وأما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ماشاء ربک عطائً غیر مجذوذٍ) [3]لیکن جو بد بخت ہو چکے ہیں،تو وہ آتش جہنم میں ہیں اور ان لوگوں کے لئے وہاں زفیر اور شہیق(آہ و نالہ وہ فریاد) ہے اور جب تک زمین وآسمان کا قیام ہے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے اور تمہارا رب جو چاہتاہے انجام دیتا ہے، رہے وہ لوگ جو نیک بخت اور خوش قسمت ہیں وہ جنت میں ہیں اور

---

(1) مزمل 19 ؛ انسان 29 . (2)فرقان 46.(3)ہود106 108 .

جب تک زمین وآسمان کا قیام ہے وہ اس میں رہیں گے جز اس کے جو تمہارا رب چاہے یہ ایک دائمی بخشش ہے۔

ان دو آیتوں کے مانند سورۂ اسراء کی 86 ویں اور فرقان کی 51 ویں آیت میں بھی ذکر ہوا ہے۔

لیکن گزشتہ آیات کے معنی یہ ہیں:

1۔ خدا وندعالم نے پہلی جگہ فرمایا:

(الم تریٰ الی ربک کیف مدّ الظل و لو شاء لجعله ساکناً)

یعنی خدا وند عالم نے کس طرح ظہر کے بعد، سورج کے مغرب سے قریب ہونے کے تناسب سے سایہ کو مشرق کی جانب پھیلا دیایہاں تک کہ ڈوب کر شب میں اپنی آخری حد داخل ہو گیا اور اگر "چاہتا"تو سایہ کو ہمیشہ ساکن ہی رہنے دیتا، سایہ کا دراز ہونا اور اس کا حرکت کرنا خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ پر ہے اور مرضی الٰہی سے باہر نہیں ہے۔

2۔ خدا نے دوسرے مقام پر فرمایا: اہل جہنم ہمیشہ کیلئے آتش میں ہیں اور اہل بہشت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں ہیں اور یہ خدا کی قدرت اور مشیت کے تحت ہے اور اس کی مرضی اور مشیت سے خارج نہیں ہے۔

ب: مشیت؛ قرآنی اصطلاح میں

قرآن مجید میں جب بھی کلمات رزق، ہدایت، عذاب، رحمت اور ان کے مشتقات کے بعد "مشیت خدا کی" بحث ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ رزق وروزی، ہدایت اور اس کے مانند دوسرے امور کا جاری ہونا ان سنتوں کی بنیاد پر ہے جنہیں خدا وند عالم نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے معین فرمایا ہے اور خدا کی سنت ان امور میں نا قابل تبدیل ہے اور وہ اس آیت کے مصادیق و افراد میں سے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:

(سنة الله و لن تجد لسنة الله تبديلاً) (1)

یہ سنت الٰہی ہے اور سنت الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

جیسا کہ سورہ فاطر میں بھی ارشاد فرماتا ہے:

(فلن تجد لسنة الله تبديلاً و لن تجد لسنة الله تحويلاً)

سنت خدا وندی میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور سنت الٰہی میں کبھی تغیر نہیں پاؤ گے۔

---

(1) سورۂ احزاب 62 اور فتح 23.

دوم ۔ رزق وروزی میں خدا کی مشیت

1۔ خدا وند عالم سورۂ شوریٰ میں فرماتا ہے:

(له مقا ليد السموات و الأرض يبسط الرّزق لمن يشائُ و يقدر اِّ نه بكل شيءٍ عليم)[1]

آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں اس سے مخصوص ہیں، جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

سورۂ عنکبوت میں فرمایا ہے:

(وكأيّن من د ابةٍ لا تحمل رزقها الله ير زقها و اِيّا كم و هو السميع العليم و لئِن سألتهم مَن خلق السموات والأرض و سخر الشمس و القمر ليقو لنّ الله فأنّى يوفكون الله يبسط الرّزق لمِن يشاء من عباده و يقدر لهِ انّ الله بكلّ شيءٍ عليم ولئن سا لتهم من نزّل من السماء ماءً فأ حيا به الأرض من بعد موتها ليقو لُنَّ الله قل الحمد لله بل أكثر هم لا يعقلون)[2]

کتنے چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق حمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے خدا انھیں اور تمھیں روزی دیتا ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے اور جب بھی ان سے سوال کرو گے: کس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے ؟ تو کہیں گے:"اللہ" پھر اس حال میں وہ لوگ کیسے منحرف ہوتے ہیں؟ خدا اپنے بندوں میں جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے خداوند عالم تمام چیزوں سے آگاہ ہے اور اگر ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا؟ کہیں گے: "اللہ" کہو! حمد و ستائش خدا سے مخصوص ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں۔

3۔ سورۂ سبا میں فرمایا:

---

(1) شوریٰ12

(2) عنکبوت60تا63.

(قل اِنَّ ربّیِ یبسط الرّزق لمن یشاء من عباده و یقد ر له و ما أنفقتم من شیئٍ فهو یُخلفهُ وهوخیرالرّا زقین)[1]

کہو! خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اس کی جگہ پر کر دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

4۔ سورہ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے:

(ولا تجعل یدک مغلو لةً اِلی عنقک ولاتبسطها کلّ البسطِ فتقعد ملوماً محسوراً)(اِنَّ ربّک یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر اِنّه کان بعباده خبیراً بصیراً)(ولا تقتلوا أولادکم خشیة اِملاقٍ نحن نر زقهم و اِیّاکم اِنَّ قتلهم کان خطئاً کبیرا)(و لا تقر بوا مال الیتیم اِلّا با لتی هی أحسن حتیٰ یبلغ أشدّ ه و أو فو ا بالعهد اِنّ العهدکان مسوٴ لاً)(و أوفوا الکیل اِذا کلتم و زنوا با لقسطاس المستقیم ذلک خیر و أحسن تاویلاً)[2]

اپنے ہاتھوں کو پس گردن بندھا ہوا قرار نہ دو (تاکہ انفاق سے رک جاوٴ) اور نہ ہی اتنا پھیلادو کہ سرزنش کے مستحق قرار پاوٴ اور حسرت کا نشانہ بن جاوٴ ،یقیناًخدا جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت دیتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے، اپنے فرزندوں کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں روزی عنایت کرتے ہیںیقیناً ان کا قتل کرنا ایک عظیم گناہ ہے اور یتیم کے مال سے بہترین طریقہ کے علاوہ قریب نہ ہونا جب تک کہ بلوغ کو نہ پہنچ جائے اور اپنے عہد وپیمان کو وفا کرو کہ عہد وپیمان کے متعلق سوال ہوگا! اور جب کسی چیز کو تولو تو تو لنے کا حق ادا کرو اور صحیح ترازو سے وزن کرو کہ یہ بہتر اور نیک انجام کا ذریعہ ہے۔

5۔ سورهٴ آل عمران میں فرمایا:

(قل أللّهم مالک الملک تؤتیِ الملک من تشائُ و تنزع الملک ممّن تشاء و تعزّ مَن تشاء و تذّل مَن تشاء بیدک الخیر اِنّک علیٰ کلّ شیئٍ قدیر تولج اللیل فی النهار و تو لج النهار فی اللّیل و تخرج الحیِّ من المیّت و تخرج المیّت من الحیّ و تر زق مَن تشاء بغیرحسابٍ)[3]

کہو: خدا وندا! تو ہی حکو متوں کا مالک ہے جسے چاہتا ہے حکومت دیتاہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل ورسوا کر دیتاہے تمام خوبیاں تیرے ہاتھ میں

---

(1)سبا39

(2)اسراء 29تا 35

ہیں اورتو ہر چیز پر قادر ہے ،رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو شب میں ، اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟

اعمال کی جزا کی بحث میں ہم نے ذکر کیا کہ خدا وند عالم نے رزق کی وسعت "صلہ رحم" میں قرار دی ہے یعنی کوئی اپنے اعزاء و اقرباء سے صلہ رحم کرتا ہے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اپنے باپ کی صلاح و درستی کے آثار بعنوان میراث پاتا ہے ،جیسا کہ حضرت موسی اور بندہ ٔخدا حضرت خضر کی داستان میں گزر چکا ہے کہ گرتی ہوئی دیوار کو گرنے سے بچایا تا کہ اس کے نیچے دو یتیموں کا،کہ جن کا باپ صالح انسان تھا ،مدفون خزانہ برباد نہ ہو جائے اور وہ دونوں بالغ ہونے اور سن شعور تک پہنچنے کے بعد اسے باہر نکالیں! یہ خدا کی مشیت و ارادہ کے دو نمونے روزی عطا کرنے کے سلسلہ میں ہیں جو ثابت اور ناقابل تبدیل الٰہی سنت کی بنیاد پر جاری ہوتے ہیں ۔

---

(1) آل عمران 26، 27

سوم: مشیت خداوندی ہدایت اور راہنمائی میں

انسان کی ہدایت قرآن کریم کی رو سے دو قسم کی ہے:

1۔ہدایت اسلامی احکام اور عقائد کی تعلیم کے معنی میں۔

2۔ ہدایت ایمان اور عمل صالح کی توفیق کے معنی میں۔

قرآن کریم پہلی قسم کی ہدایت کی زیادہ تر پیغمبروں کی طرف نسبت دیتا ہے جنھیں خدا وند عالم نے اسلامی عقائد و احکام کی تبلیغ اور اپنی پیغام رسانی کے لئے انسانوں کی طرف بھیجا ہے اور کبھی خود خدا کی طرف نسبت دیتا ہے کہ اس نے پیغمبروں کو دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے۔

قرآن کریم دوسری نوع ہدایت کی نسبت خدا وند عالم کی طرف دیتا ہے اور کبھی مشیت کے ذکر کے ساتھ کہ ہدایت خدا کی مرضی اور اس کی خواہش ہے اور کبھی "مشیت" کے ذکر کے بغیر۔

خدا وند عالم نے ہدایت کی دونوں قسموں سے بہرہ ور ہونے کی شرط لوگوں کا انتخاب اور پسندیدگی نیز اس کو حاصل کرنے کے لئے ان کے عملی اقدام کو قرار دیا ہے، اس کا بیان درجہ ذیل سہ گانہ مباحث میں کیا جارہا ہے:

الف: تعلیمی ہدایت

قرآن کریم لوگوں کی تعلیمی ہدایت کی تبلیغ اسلام کے معنی میں کبھی انبیاء کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(و اِنّک لتهدی اِلیٰ صراط مستقیم ، صراط الله الذی له ما فی السموات و ما فِي الأرض اِلَا اِلیٰ الله تصیر الأ مور)

اوریقیناً تم راہ راست کی طرف ہدایت کرتے ہو اس خدا وند عالم کے راستے کی جانب کہ جو کچھ زمین وآسمان کے درمیان ہے

سب اسی کا ہے، آگاہ ہو جاؤ !تمام امور کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔(1)

اور کبھی انبیاء کے ہدایت کرنے کی خدا کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے :

1۔(و جعلنا هم أئمة يهدون بأمرنا)(2)

اور ہم نے انھیں پیشوا قرار دیا جو ہمارے فرمان کی ہدایت کرتے ہیں۔

2۔(هوالذِی أرسل رسوله بالهدیٰ ودين الحقّ ليظهره علیٰ الدين كلّه)(3)

وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب اور کامیاب کرے۔

اسی معنی میں آسمانی کتابوں کی طرف بھی ہدایت کی نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

1۔(شهررمضان الذی انزل فيه القرآن هُدیً للناس وبيّناتٍ مِن الهدیٰ والفُرقانِ)(4)

ماہ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کرنے والا قرآن نازل کیا گیا اس میں ہدایت کی نشانیاں اور حق و باطل کے درمیان جدائی ہے۔

2۔(و أنزل التّوراة و الأنجيل من قبل هدیً للناس)(5)

لوگوں کی ہدایت کے لئے پہلے توریت اور انجیل نازل فرمائی ہے۔

کبھی تعلیمی ہدایت کی نسبت بلا واسطہ خدا کی طرف دیتے ہوئے فرمایا:

1۔(ألم نجعل له عينين و لساناًو شفتين و هديناه النّجد ين)(6)

کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دئے؟ اور اسے راہ خیر وشر کی طرف ہدایت نہیں کی؟!

2۔(و أمّا ثمود فهد ينا هم فا ستحبّوا العمیٰ علی الهدیٰ)(7)

اور ہم نے قوم ثمود کی ہدایت کی لیکن انھوں نے ضلالت اور نابینائی کو ہدایت پر ترجیح دی۔

بنا براین خدا کبھی تعلیمی ہدایت اور آموزش اسلام کی نسبت پیغمبروں اور اپنی کتابوں کی طرف دیتا ہے اور کبھی اپنی پاک و پاکیزہ ذات کی طرف !اور یہ اس اعتبار سے ہے کہ خوداسی نے ان کتابوں کے ہمراہ لوگوں کی تعلیم کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔

---

(1)شوریٰ 52،53 (2)انبیاء 73(3)توبہ 33(4) بقرہ 185 (5)آل عمران2،3 (6) بلد8،10 (7) فصلت 17

انشاء اآئندہ بحث میں انسان کی ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی کیفیت تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

ب:انسان اورہدایت یا گمراہی کاانتخاب

قرآنی آیات میں غور و خوض کرنے سے ہم درک کرتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ انبیاء کے مبعوث ہونے اور آسمانی کتاب کے نازل ہونے کے بعد دو گروہ میں تقسیم ہوئے ہیں: ایک گروہ ہدایت کو گمراہی پر ترجیح دیتا ہے اور اس کا انتخاب کرتا ہے اوردوسرا گروہ ضلالت و گمراہی کوہدایت پر ترجیح و فوقیت دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل آیات پر توجہ فرمائیں:

1۔ (اِنّما أمرت أن اعبد ربّ هذه البلدة)(و أن أتلوا القرآن فمَن أهتدیٰ فِاّنّما یهتديِ لنفسه و مَن ضلَّ فقل اِنّما أنا من المنذ رین)[1]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے ربّ کی عبادت کروں اور قرآن کی تلاوت کروںلہٰذا جس نے ہدایت پائی اسنے اپنے فائدہ میں ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اس سے کہو ہم تو صرف ڈرانے والے ہیں۔

2۔ (قل یا أیّها الناس قد جاء کم الحقّ من ربّکم فمَن اهتدیٰ فاِنّما یهتديِ لنفسه و مَن ضلَّ فِاّ نما یضلُّ علیها و ما أنا علیکم بوکیلٍ)[2]

کہو: اے لوگو! تمہارے ربّ کی جانب سے حق تمہاری طرف آچکا ہے، لہٰذا جو ہدایت پائے وہ اپنے نفع میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے تنہا اپنے ضرر میں گمراہ ہوا ہے اور میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔

3۔(مَن اهتدیٰ فِاِنّما یتهدی لنفسه و مَن ضلَّ فِا نّما یضلّ علیها ولا تزر واز رة وزرأخریٰ و ما کنّا معذّ بین حتیٰ نبعث رسولاً)[3]

جو ہدایت پائے وہ اپنے فائدہ میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے اپنے ضرر اورنقصان میں گمراہ ہوا ہے اورکوئی بھی کسی دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک کسی کو معذب نہیں کرتے جب تک کہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کردیں۔

---

(1)نمل 91، 92 (2)یونس 108

(3)اسراء 15

ہدایت طلب انسان اور اللہ کی امداد(توفیق)

خدا وند عالم سورۂ مریم میں ہدایت طلب انسان کی ہدایت خواہی کے بارے میں فرماتا ہے:

(و یزید اللہ الذین اهتدوا هُدیً)[1]

اور وہ لوگ جو راہ ہدایت گامزن ہیں خدا ان کی ہدایت میں اضافہ کردیتا ہے۔

سورۂ محمد میں ارشاد ہوتا ہے:

(والذین اهتدوازادهم هدیً واتا هم تقواهم)[2]

وہ لوگ جو ہدایت یافتہ ہیں، خدا وند عالم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اور انھیں روح تقوی عطا کی۔

جو لوگ اللہ کے رسولوں کی آمد کے بعد ہدایت کا انتخاب کرتے ہوئے راہ خدا میں مجاہدت کرتے ہیں وہ لوگ توفیق الٰہی کے سزاوار ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع کیا، ان کی گمراہی یقینی ہے۔

خدا دونوں گروہ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(والذین جاهدوا فینا لنهد ینّهم سُبُلنا واِنَّ اللہ لمع المحسنینَ)[3]

جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں یقینا ہم انھیں اپنی راہوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا وند عالم نیکو کاروں کے ہمراہ ہے ۔

2۔(ولقد بعثنا فی کل أمةٍ رسولاً ان اْعبدوااللہ واْجتنبواالطاغوت فمنهم من هدی اللہ ومنهم من حقت علیه الضلا لة فسیروا فی الأرض فانظر وا کیف کان عا قبة المکذ بین ان تحرص علی هدا هم فان اللہ لا یهدی من یضلُّ ومالهم من ناصرین)[4]

ہم نے ہر امت کے درمیان ایک رسول مبعوث کیا تا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے دوری اختیار کرو !بعض کی خدا نے ہدایت کی اور بعض کی گمراہی ثابت ہوئی لہٰذا روئے زمین کی سیر کرو اوردیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا ؟ اگر ان کی ہدایت پر اصرار کروگے تو (جان لوکہ) خداجسے گمراہ کردے

---

(1) مریم، 76(2) محمد17(3) عنکبوت 69 (4) نحل 36، 37

کبھی اس کی ہدایت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی ناصر ومدد گار نہیں ہے۔

3۔ (فر یقاً ھدیٰ و فر یقاً حقّ علیھم الضلا لة اِنّھم اتّخذ واالشیاطین أولیاء من دون اللہ و یحسبون أنّھم مھتدون)

[1]

خدا نے بعض گروہ کی ہدایت کی اور بعض گروہ کی گمراہی ان پر مسلط اور ثابت ہوگئی ہے کہ ان لوگوں نے شیاطین کو خدا کی جگہ اپنا ولی قرار دیا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس طرح کی ہدایت "مشیت الٰہی" کے ساتھ ہدایت ہے اسکی شرح آگے بیان کی جارہی ہے۔

ج: ہدایت یعنی مشیت الٰہی سے ایمان و عمل کی توفیق

ہدایت؛ ایمان وعمل میں مشیت الٰہی کے اشارے پرتوفیق الٰہی کے معنی میں پر سورہ بقرہ، نور اور یونس کی درج ذیل آیات میں اس طرح وارد ہوئی ہے:

(واللہ یھدی من یشاء اِلیٰ صراط مستقیم)[2]

خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

سورۂ انعام میں آیا ہے:

(من یشأ اللہ یضللہ و من یشأ یجعلہ علی صراط مستقیم)[3]

خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر قرار دیتا ہے۔

سورۂ قصص میں آیاہے:

(اِنّک لا تھدی مَن أحببت و لکنّ اللہ یھدی مَن یشاء و ھوأعلم با لمھتدین)[4]

جسے تم چاہو اسے ہدایت نہیں کرسکتے لیکن خدا جسے چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے زیادہ آگاہ ہے۔

کلمات کی تشریح

1۔"صراط مستقیم": صراط، آشکار اور واضح راستہ، مستقیم ایسا سیدھا جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

---

(1)اعراف 30(2) بقرہ213،142؛نور46؛یونس25.(3)انعام 39(4) قصص 56.

دین کے صراط مستقیم کو خداوند سبحان نے سورۂ حمد میں اس طرح بیان کیا ہے:

(صراط الذين أنعمت عليهم غيرالمغضوب عليهم ولاالضّا لين)[1]

ان لوگوں کی واضح اور آشکار راہ جنھیں تونے نعمت دی ہے، نہ ان لوگونکی جن پر تو نے اپنا غضب نازل کیا ہے اور نہ ہی گمرا ہوں کی۔

خدا وند عالم نے سورۂ مریم میں جن لوگوں پر اپنی نعمت نازل کی ہے ان کو بیان کیا ہے اور زکریا، یحییٰ، مریم اور عیسیٰ علیہم السلام کی داستان نقل کرنے کے بعد فرماتا ہے: و اذکر فی الکتاب ابراہیم اس کتاب (قرآن) میں ابراہیم کو یاد کرو واذکر فی الکتاب موسیٰ اس کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو واذکر فی الکتاب اسماعیل اس کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو اذکر فی الکتاب ادریس اس کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

(أولآء ک الذين أنعم الله عليهم من النّبيّين من ذرّية آدم)(و ممّن هدينا و اجتبينا اِذا تتلى عليهم آيات الرحمن خرّوا سجّداً و بكّياً)[2]

یہ وہ انبیاء ہیں آدم کی ذریت سے، جن پر خداوند سبحان نے نعمت نازل کی ہے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے ہدایت کی اور انتخاب کیا جب ان پر آیات الٰہی کی تلاوت ہوتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے اور اشک بہاتے ہوئے خاک پر گر پڑتے ہیں۔

ان لوگوں کی صراط اور راہ دین اسلام ہے اور ان کی سیرت اور روش زندگی اس پر عمل، وہی جس کی لوگوں کو وہ دعوت دیتے تھے۔

2۔"مغضوب علیھم": جن لوگوں پر غضب نازل ہوا، اس کی مصداق صرف قوم یہود تھی جس کا خداوند متعال نے سورۂ بقرہ میں تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے:

(وضربت عليهم الذلّة و المسكنة و باء وا بغضبٍ مِن الله ذلک بأ نّهم كانوا يكفرون بآ يات الله و يقتلون النّبيّين بغير الحقّ ذلک بما عصوا وكانوا يعتدون)[3]

ان کے لئے ذلت و خواری، رسوائی اور بیچارگی معین ہوئی اور خدا کے غیظ و غضب کے مستحق قرار

---

(1)سورہ فاتحہ 7(2)مریم 58.(3)سورہ بقرہ 61.

پائے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو نا روا قتل کرتے تھے اور یہ ان کی نافرمانی اور تجاوز کی وجہ سے تھا۔ انھیں تعبیرات کے مانند ان کے بارے میں سورۂ آل عمران (آیت:112) میں بھی آیا ہے۔

3۔"ولاالضالین": ضالین؛گمراہ افراد، وہ تمام لوگ جو اسلام سے منحرف اور رو گرداں ہیں، جیساکہ سورۂ آل عمران کی 85-90 ویںآیت میں صراحت کے ساتھ فرماتاہے:

(و مَن یبتغ غیر الِاسلام دیناً فلن یقبل منه)(و أولئک هم الضّالّون)

جو بھی دین اسلام کے علاوہ کسی اوردین کا انتخاب کرے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا وہی گمراہ لوگ ہیں۔

4۔"یھدی": ہدایت کرتا ہے، اس کی شرح "ربّ العالمین" کی بحث میں ملاحظہ کیجیے۔

چہارم: اللہ کی مشیت عذاب اور رحمت میں

عذاب ورحمت کے سلسلہ میں مشیت الٰہی کا بیان قرآن کریم میں چند مقامات پر منجملہ ان کے سورہ اعراف میں ہوا ہے ،خدا وند عالم موسیٰ کی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(و اکتب لنا فِی هذه الدّنیا حسنة و فِی ألاخرة اِنّا هد نا اِلیک قال عذابِی اصیب به مَن أشاء و رحمتِی وسعت کل شیئٍ فسأکتبها للذین یتّقون و یؤ تون الزّکاة و الذین هم بآ یا تنا یؤ منون الذین یتّبعون الر سول النّبیِ الأ میِ الذی یجد ونه مکتوباً عند هم فی التوراة و الِأنجیل یأ مر هم با لمعروف و ینها هم عن المنکر و یحلَ لهم الطیبات و یحرّم علیهم الخبائث و یضع عنهم اِصر هم و الأغلا ل التیِ کانت علیهم فالذ ین آمنوا به و عزّروه ونصروه و اتّبعوا النور الذِی أنزل معه أ ولئک هم المفلحون)[1]

(موسیٰ نے کہا:) اور ہمارے لئے اس دنیا اور آخرت میں نیکی معین کردے ہم تیری طرف لوٹ چکے ہیں، فرمایا: اپنا عذاب جس تک چاہوں گا پہنچا دوں گا اور میری رحمت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں مقرر کرونگا، وہ لوگ اس پیغمبر ﷺ اور نبی امی کا اتباع کرتے ہیں ایسا پیغمبر جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں،جو ان لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور منکر(برائی) سے روکتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور سنگین اور وزنی بار (بوجھ) نیز وہ زنجیریں جس میں وہ جکڑے ہوئے تھے انھیں ان سے آزاد کرتا ہے ،پس، جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت و توقیر کی اور اس کی نصرت فرمائی اور اس نور کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

---

(1)اعراف 156،157

سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے:

(اِقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلۃٍ معرضون)(ما یأتیھم من ذکرٍ من ربھم محدث اِلّاا ستمعوہ و ھم یلعبون)(لا ھیۃ قلو بھم و أسرّ وا النّجویٰ الذین ظلموا ھل ھذا اِلّا بشر مثلکم أفتا تون السحر و أنتم تبصرون)(قال ربّي یعلم القول فی السماء و الأرض و ھو السمیع العلیم)(بل قالو ا أضغاث أحلا مٍ بل افتراہ بل ھو شاعر فلیا تنا بآیۃٍ کما أرسل الأوّلون)(ما آمنت قبلھم من قریۃٍ أھلکنا ھا أفھُم یؤمنون)(و ما أر سلنا قبلک ألّا ر جالاً نو حيِ اِلیھم فسئلوا أھل الذِّکر أن کنتم لاتعلمون)(وما جعلنا ھم جسداً لا یأکلون الطعام و ما کانوا خالد ین)(ثُمّ صد قنا ھم الو عد فأ نجینا ھم و مَن نشائُ و أھلکنا المسر فین)(لقد أنزلنا اِلیکم کتا باً فیہ ذکر کم أفلا تعقلون)[1]

لوگوں کا یوم حساب ان سے نزدیک ہو گیا اوروہ لوگ اسی طرح غفلت اور بے خبری کے عالم میں پڑے منحرف اور رو گرداں ہیں، جب بھی ان کے ربّ کی جانب سے ان کے لئے کوئی نئی یاد دہانی ان کے پاس آتی ہے تو اسے سنکر کھلواڑ بناتے اور استہزا ء کرتے ہیں، ان کے دل لہو و لعب اور بے خبری میں مشغول ہیں اور ظالموں نے سر گوشی میں کہا: کیا یہ تمھارے جیسے انسان کے علاوہ کچھ اور ہے ؟ کیادیکھنے کے با وجود سحر و جادو کے پیچھے دوڑتے ہو؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: میرا رب زمین و آسمان کی تمام گفتگو کو جانتا ہے وہ سننے والا اور دانا ہے، بلکہ ان لوگوں نے کہا: (یہ سب وحی نہیں ہے) بلکہ یہ سب خوابِ پریشان کا مجموعہ ہے، یاخدا کی طرف اس کی جھوٹی نسبت دی گئی ہے، نہیں بلکہ وہ ایک شاعر ہے! اسے ہمارے لئے کوئی معجزہ پیش کرنا چاہیے جس طرح گزشتہ انبیا ء بھیجے گئے تھے، ان سے پہلے کی آبادیوں میں سے جن کو ہم نے نابود کردیا ہے کوئی بھی ایمان نہیں لایا آیا یہ لوگ ایمان لائیں گے ؟ ہم نے تم سے پہلے، جزان مردونکے جن پر ہم نے وحی کی کسی کو نہیں بھیجا، پس تم لوگ اگر نہیں جانتے توجاننے والوں سے دریافت کر لو۔ ہم نے پیغمبروں کو ایسے اجسام میں قرار نہیں دیا، جنہیںغذا کی ضرورت نہ ہو، وہ لوگ عمر جاوداں بھی نہیں رکھتے تھے! پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پس ان کو اور جنھیں ہم نے چاہا نجات دی اور زیادتی کرنے والوں کو ہلاک کر ڈالا، ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی جس میں تمہاری یاد آوری اور بلندی کا سرمایہ ہے کیا تم درک نہیں کرتے ؟

---

(1)انبیاء 1۔10

سورۃ اسراء میں فرمایا :

(من کان یر ید العا جلة عجّلنا له فیها ما نشاء لمن نر ید ثمّ جعلنا له جهنم یصلا ها مذمو ماً مد حو راً)(و من اراد الآخر ة و سعی لها سعیها و هو مؤمن فاولائک کان سعیهم مشکوراً) کلا نمد هو لا ء هولاءِ من عطا ء ر بّک و ما کان عطائُ ربک محظوراً) [1]

جو شخص زود گزر دنیا کی زندگی چاہے، تو ہم جو چاہیں گے جسے چاہیں گے اس دنیا میں اسے دیدیں گے ،پھر جہنم اس کے لئے معین کریں گے تا کہ مردود بارگاہ اور راندہ درگاہ ہوکر اس کا جزء لازم ہو جائے اور جو کوئی آخرت کا طلب گار ہو اوراس کے لئے کوشاں رہے، درانحالیکہ مومن ہو ،اس کی کوشش وتلاش کی جزا دی جائے گی ، ان دو گروہوں میں سے ہر ایک گروہ کی امداد کریں گے ،یہ تمہارے پروردگار کی عطا ہے اور تمہارے رب کی عطا کسی پر بند نہیںہے۔

سورۃ انسان میں فرماتا ہے:

(انَّ هٰئو لا ءِ یُحبّون العا جلة و یذ رون وراء هم یوماً ثقیلا ۞ انَّ ۞ هذ ه تذ کرة فمن شائَ اتّخذ الیٰ ربّه سبیلا ۞ و ما تشا ء ون اِلّا أن یشاء الله اِنَّ الله کان علیماً حکیما ید خل من یشاء فی رحمته والظا لمین أعدّ لهم عذا باً ألیماً) [2]

یہ لوگ دنیا کی زود گزر زندگی چاہتے ہیں اور سخت دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ ایک یاد آوری ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف ایک راہ انتخاب کرے اور تم لوگ وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے ،خدا دانا اور حکیم ہے ،وہ جس کو چا ہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور اس نے ستمگروں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔یہ" رب العا لمین "کے" ارادہ" اور "مشیت" کے معنی تھے،خدا وند متعال کے جملہ صفات میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کو چاہتا ہے" محو یا اثبات" کرتا ہے اس کے معنی انشاء اللہ آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

---

(1)اسراء 18تا20.

(2)انسان27تا31.

بدا یا محو و اثبات

الف:۔ بداء کے معنی

ب:۔بداء؛ اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

ج:۔بداء؛ قرآن کریم کی روشنی میں

د:۔ بداء سے متعلق مکتب خلفاء کی روایات

ھ:۔ بداء کے بارے میں ائمۂ اہل بیت کی روایات

اوّل: بداء کے لغوی معنی

بداء کے لغت میں دو معنی ہیں:

1۔"بَدَأَ الْاَمْرُ بُدُوّاًو بَدٰاءً":یعنی یہ موضوع واضح و آشکار ہوا ، لہٰذا بداء کے ایک معنی آشکار اور واضح ہونے کے ہیں۔

2 ۔"بَدَا لَهُ فيِ اْلاَمْرُ کَذَاْ" : اس موضوع میں اس کے لئے ایسی رائے پیدا ہوئی، ایک نیا نظریہ ظاہر ہوا۔

دوم: اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں بداء کے معنی

اسلامی عقائد کے علماء نے کہا ہے:بداء خداوندعالم کے بارے میں کسی ایسی چیز کا آشکار کرنا ہے،جو بندوں پر مخفی ہو لیکن اس کا ظہور ان کے لئے ایک نئی بات ہو، اس بنا پر، جن لوگوں کا خیال ہے کہ بداء سے مراد خدا کے بارے میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے بھی مخلوقات کی طرح ایک نیا خیال اور ایک نئی رائے (اس کے علاوہ جو بداء سے پہلے تھی)پیدا ہوئی تو، وہ حددرجہ غلط فہمی کا شکار ہیں، سچ مچ خداوند عالم اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے جو وہ خیال کرتے ہیں۔

سوم: بداء قرآن کریم کی روشنی میں

الف؛ خداوندمتعال سورہ رعد کی 7 ویں اور 27 ویں آیت میں فرماتا ہے :

(و يقول الذين کفروا لولا أنزل عليه آية من ربّه)

اور جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ کہتے ہیں : کیوں (ہماری پسند سے) کوئی آیت یا معجزہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل نہیں ہوا؟

ب : پھر اسی سورہ کی38ویں تا40 ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

(و ما کان لرسولٍ اِن یأتی بایة اِلّابِأذن الله لکلّ أجل کتاب)(یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب)(و اِن ما نر ینّک بعض الذی نعد هم أو نتو فّینّک فاِنّما علیک البلاغ و علینا الحساب)

کسی پیغمبر کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ اذن خداوندی کے بغیر کوئی آیت یا معجزہ پیش کردے ہر مدت اور زمانہ کے لئے ایک سر نوشت (نوشتہ مقرر)ہے، خدا جسے چاہتا ہے محو و نابود کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی جگہ پر ثابت اورباقی رکھتا ہے اور ام الکتاب (لوح محفوظ)اس کے پاس ہے، اگر اس کا کچھ حصّہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں دکھا دیں یا تمھیں (وقت معین سے قبل) موت دیدیں، بہر صورت جو کچھ تمہاری ذمہ داری ہے وہ تبلیغ وپیغام رسانی ہے اور (ان کا) حساب ہم پر ہے۔

کلمات کی تشریح

1۔"آےۃ": آیت؛ لغت میں واضح و آشکار نشانی اور علامت کوکہتے ہیں جیسا کہ اس شاعر نے کہا ہے:

وفی کلّ شیئٍ له آیة :: تد ل علیٰ انّه واحد

اورہر چیز میں اس کے وجودکی واضح و آشکارنشانی ہے جواس کے واحد اوریکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

انبیاء کے معجزات کو آیت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے صدق کی علامت اور قدرت الٰہی پر ایک دلیل ہے، وہی پرور دگار جس نے اس طرح کے معجزات پیش کرنے کی انہیںطاقت دی ہے جیسے موسیٰ کا عصا اور جناب صالح کا ناقہ ،جیسا کہ سورۂ شعرا کی 76 ویں اور اعراف کی 73 ویں آیات میں بیان ہوا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے انواع عذاب کوجسے خداوندسبحان نے کافرامتوں پر نازل کیا آیت کا نام دیا ہے ،جیسا کہ سورۂ شعراء میں قوم نوح کے متعلق فرماتا ہے:

(ثمّ أغرقنابعد البا قین ، اِنّ فی ذلک لآ یة ً)[1]

---

(1)شعرائ120، 121

پھر ہم نے باقی رہ جانے والوں کو غرق کر دیا یقینا اس میں علامت اور نشانی ہے۔

اور قوم ہود کے بارے میں فرماتا ہے:

(فکذّ بوہ فأھلکنا ھم انَّ فی ذالک لآ یة) ً[1]

ان لوگوں نے اپنے پیغمبر(ہود) کی تکذیب کی، ہم نے بھی انھیں نابود کردیا، بیشک اس میں (عقلمندوں کے لئے)ایک آیت اور نشانی ہے۔ اور سورۂ اعراف میں قوم فرعون کے بارے میں ارشاد ہوا:

(فأ رسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضَّفا دع والدَّ م آیاتٍ مفصَّلات) [2]

پھر ہم نے طوفان ،ٹڈیاں ، جوں ،مینڈھک، کھٹمل اور خون کی صورت میں ان پر عذاب نازل کیا کہ ہر ایک جدا جدا آیات اور نشانیاں تھیں۔

2۔"اجل": محدود مدت ، وقت، زمانہ، سر انجام، خاتمہ، انتہا۔

یہ جو کہا جاتاہے کہ فلاں کی اجل آگئی یعنی مرگیا اور اس کی مدت حیات تمام ہو گئی اور یہ جو کہا جاتا ہے: اس کے لئے ایک اجل (مدت) معین کی گئی ہے ،یعنی اس کے لئے ایک محدود وقت قرار دیا گیا ہے۔

3۔"کتاب": کتاب کے مختلف اور متعدد معانی ہیں، لیکن یہاں پر اس سے مراد لکھی ہوئی مقدار یا معین و مشخص مقدار ہے، جیسے "لکلّ أجل کتاب" کے معنی، جو آیت میں مذکور ہیں، یہ ہیں کہ معجزہ پیش کرنے کا زمانہ پیغمبر کے ذریعہ پہلے سے معین ہے، یعنی ہر ایک زمانہ کی ایک معین سرنوشت ہے۔

4۔"یمحو": محو کرتا ہے، زائل کرتا ہے، مٹاتا ہے، محو لغت میں باطل کرنے اور نابود کرنے کے معنی میں ہے،جیسا کہ خداوند عالم سورۂ اسراء کی 12 ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

(فمحونا آیة اللیل وجعلنا آیة النھار مبصرة)

پھر ہم نے شب کی علامت کو مٹا دیا اور دن کی علامت کو روشنی بخش قرار دیا۔

اور سورۂ شوریٰ کی 24 ویں آیت میں فرماتا ہے:

(ویمح اللہ الباطل و یحق الحق بکلماته)

---

(1) شعراء 139(2)اعراف 133

خدا وند عالم باطل کو محو ونابود اور حق کو اپنے فرمان سے ثابت و استوار رکھتا ہے،یعنی باطل کے آثار کو مٹا دیتا ہے۔

آیات کی تفسیر

خدا وند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے:کفار قریش نے رسول خدا ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے لئے معجزات پیش کریں خدا وند عالم نے ان کی نوع درخواست کو بھی سورۂ اسراء میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(و قالوا لن نؤمن لک حتیٰ تفجر لنا من الأرض ینبوعاً)(أو تُسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً أو تأتی باللہ و الملا ئکۃ قبیلا ً)[1]

اورانھوں نے کہا: ہم اس وقت تک ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم اس سرزمین سے جوش مارتا چشمہ نہ جاری کردو یا آسمان کے ٹکڑے (جیسا کہ خیال کرتے ہو) ہمارے سر پر نازل کردو، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر لے آؤ۔

سورۂ رعد کی 38 ویں آیت میں فرماتا ہے:

(و ما کان لرسولٍ أن یأتی بآیۃ)

کوئی پیغمبر حق نہیں رکھتا کہ جو معجزہ اس سے طلب کیا گیا ہے پیش کرے"الا باذن اللہ" مگر خدا کے اذن سے، کیونکہ ہر کام کے لئے جو مکتوب الٰہی میں مقدر ہے ایک خاص وقت اور زمانہ ہوتا ہے۔

خدا وند عالم بعد کی آیت میں بغیر فاصلہ کے، نوشتۂ تقدیر کے استثناء کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:(یمحو اللہ ما یشائ)خدا جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے، یعنی خدا کا ہاتھ بندھا ہوا (مجبور) نہیں ہے وہ جب چاہے رزق ، اجل، سعادت اور شقاوت اس مکتوب مقدر(نوشتۂ تقدیر) میں بدل دیتا ہے،ویثبت ما یشائ" اور(مکتوبات میں سے) جس کو چاہتا ہے ثابت اور باقی رکھتا ہے ، کیونکہ" وعندہ أمّ الکتاب"، اصل کتاب تقدیر و سرنوشت یعنی "لوح محفوظ" جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغییر نہیں ہے وہ خدا کے پاس ہے۔

اسی وجہ سے اس کے بعد فرماتا ہے:

(واِن ما نرینّک بعض الذی نعد ھم)

---

(1)اسراء 90، 92

اور اگر کچھ ایسے عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں (زمان حیات میں) دکھادیں "او نتوفینک" یا تمہیں (اس سے پہلے) موت دے دیں " فانما علیک البلاغ" ہر حال میں تم صرف ابلاغ کرنے والے ہو اور بس۔

اس آیت کی تفسیر میں طبری، قرطبی اور ابن کثیر نے ایک روایت ذکر کی ہے جو ہمارے مدعیٰ کی تائید کرتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:دوسرے خلیفہ عمر ابن خطاب نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہا:

"اللّهمّ اِن کنت کتبتنِی فِی أهل السعادة فا ثبتنِی فیها و اِن کنت کتبتنیِ فی أهل الشقا وة و الذنب فا محنِی و اثبتنیِ فِی أهل السعادة و المغفرة فاِنّک تمحو ما تشاء و تثبت وعندک أمّ الکتاب"

خدایا !اگر تو نے مجھے سعادت مندوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان مجھے استوار کردے اور اگر بد بختوں کے زمرہ میں مجھے قرار دیا ہے تو اشقیاء کی صف سے نکال کر سعیدوں کی صف میں شامل کردے کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت اور قائم رکھتا ہے اور اصل کتاب تیرے پاس ہے۔

"ابی وائل" کا قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بارہا کہتا تھا:

"اللّهمّ اِن کنت کتبتنا أشقیاء فامح واکتبنا سعدائ، واِن کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فاِنک تمحو ما تشاء وتثبت و عندک أمّ الکتاب"

خدایا! اگر تو نے ہمیں بد بختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان سے ہمارا نام مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں درج کر دے اور اگر نیک بختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو اس پر ہمیں ثابت رکھ کیونکہ تو جو چاہے محو کر دے اور جو چاہے ثابت اور باقی رکھے اور اصلی کتاب تیرے ہی پاس ہے۔[1]

بحار الانوار میں مذکور ہے:

(و اِن کنت من الأ شقیا ء فا محنِی من الأ شقیاء واکتبنیِ من السعداء فأنّک قلت فِی کتا بک المنزّل علیٰ نبیک صلوا تک علیه و أ له یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده أُم الکتاب)[2]

---

(1) دونوں ہی حدیث طبری نے آیت کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کی ہے ،ابو وائل شقیق ابن سلمہ کوفی ہے، اس کے حالات زندگی تہذیب التہذیب ،ج 10،ص354 پر اس طرح ہیں: وہ ثقہ ہے اور مخضرم: (جاہلیت اور اسلام) دونوں ہی کو درک کیا) ہے صحابہ اور تابعین کے زمانے میں موجود تھا اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانے میں سو سال کی زندگی میں دار فانی کو وداع کیا۔

(2) بحار الانوار ج98، ص162

اور اگر میں بد بخت اور شقی ہوں تو ان کے زمرہ سے مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں شامل کر دے ، کیونکہ تو نے ہی اپنی اس کتاب میں جسے تو نے اپنے پیغمبر ﷺ پر نازل کی ہے فرمایا ہے :خدا جو چاہتا ہے بر قرار رکھتا ہے اور جو چاہتاہے محو اورزائل کر دیتاہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

قرطبی نے بھی اس روایت کے ذیل میں جو اس نے صحیح بخاری اور مسلم سے نقل کی ہے ، اس معنی پر استدلال کیا ہے ۔

روایت کہتی ہے :رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"من سرّه أن يبسط له فيِ رزقه و يُنسأ له فيِ أثر ه (اجله) فليصل رَحِمَه"[1]

جو شخص وسعت رزق اور عمر کی زیادتی سے خوشنود و شاد ہوناچاہتا ہے، اسے چاہئےکہ اپنے اقرباء و اعزاء کے ساتھ نیکی کرے۔

ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی سائل نے یہ سوال کیا : عمر اور اجل میں کس طرح زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے؟ انھوںنے کہا: خداوند عزوجل نے فرمایا ہے:

(هو الذيِ خلقكم من طينٍ ثّم قضىٰ أجلاً و أجل مسمّى عنده)

وہ ذات جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا پھر ایک مدت معین کی، لیکن یقینی اجل (مدت) اسی کے پاس ہے۔[2]

ابن عباس نے کہا : آیت میں پہلی اجل (موت) بندہ کی اجل ہے پیدائش سے موت تک اور دوسری اجل یعنی جو خدا کے پاس ہے۔موت کے بعد سے قیامت تک ہے جو کہ برزخ میں گزارتاہے اور کوئی خدا کے علاوہ اسے نہیں جانتا ، اگر کوئی بندہ خدا سے خوف کھائے اور"صلہ رحم" بجا لائے تو خدا اس کی برزخی عمر کو کم کرتا ہے اور پہلی عمر میں اضافہ کر دیتاہے اور اگر نافرمانی کرے اور قطع رحم (رشتہ داری ختم کرے) کرے تو خدااس کی دنیاوی عمر کم کرکے برزخی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے۔،،[3]

ابن کثیر نے اس استدلال میں اضافہ کرتے ہوئے ایک بات کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: یہ بات اس روایت سے جو احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے ہم آہنگ ہے، ان لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ رسول

---

(1) صحیح بخاری ،ج3، ص 34 کتاب الادب، باب 12،13 اور صحیح مسلم ، ص 1982، حدیث 20 21،صلہ رحم کے باب سے اور مسند احمد ، ج 3، ص 247 ،266 ج5، ص 76.

(2)انعام2.

(3)تفسیر قرطبی ،ج9،ص 329، 331.

خدا ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّ الرجل لیحرم الرزق با لذنب یصیبه و لایردّ القدر اِلّا الد عاء و لا یز ید فی العمر اِلّا البرّ)[1]

انسان کبھی گناہ کے باعث روزی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس بلا و سرنوشت کو دعا کے علاوہ کوئی اور چیزٹال نہیں سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیزاس کی عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

"انَّ الدعاء و القضا ء لیعتلجان بین السماء و ألارض"[2]

دعا اور سرنوشت آسمان و زمین کے ما بین آپس میں مبارزہ کرتی ہیں۔

جو ہم نے ذکر کیا ہے اس آیت کے معنی کے ذیل میں .بیان کئے گئے رخوں میں سے ایک تھا، دیگر وجوہات بھی آیت کے معنی کے ذیل میں لوگوں نے بیان کی ہیں، جیسے یہ بات :"محوو اثبات" سے مراد آیت میں کسی حکم کا محو کرنا اور دوسرے حکم کا اثبات ہے، یعنی احکام شریعت کا نسخ کرنا اورزیادہ صحیح اور درست یہ ہے کہ ہم کہیں: مقصود آیت سب کو شامل ہے، جیساکہ قرطبی نے بھی اسی نظریہ کو انتخاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"یہ آیت عام ہے اور ہرچیز کو شامل ہے اور یہ اظہر ہے اور خدا زیادہ جاننے والا ہے"[3]

طبری اور سیوطی نے ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت:

(یمحو الله ما یشا ء ویثبت و عنده ام الکتاب)

کے سلسلہ میں کہا ہے کہ خدا ہر سال کے امور کو شب قدر میں معین فرماتا ہے سوائے نیک بختی اور بد بختی کے...[4]

ب:۔ خدا وند سبحان سورۂ یونس میں فرماتا ہے:

(فلولاکانت قر یة آمنت فنفعها اِیما نها اِلّاقوم یونس لمّاآمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزیِ فیِ الحیٰوة الدُّ نیا ومتَّعنا هم اِلیٰ حینٍ)[5]

کیوں شہر و آبادی کے لوگوں میں کسی نے ایمان قبول نہیںکیا تا کہ انھیں ان کا ایمان فائدہ پہنچائے جزیونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی،تو دنیا وی زندگی میں ذلت وخواری کا عذاب ان سے ہٹا لیا اور ایک مدت تک انھیں فیضیاب کیا۔

---

(1)مقدمہ سنن ابن ماجہ، باب 10، حدیث 90.(2) تفسیر ابن کثیر، ج،2،ص519.(4) تفسیر قرطبی،ج،2،ص329.(5)تفسیر طبری،ج 13،ص111 و تفسیر سیو طی،ج،4،ص65عبارت طبری کی ہے۔

کلمات کی تشریح

1۔ "کشفنا": ہم نے زائل کیا، مٹا دیا اور اٹھا لیا۔

2۔ "خزیِ": خواری، ذلت و رسوائی۔

3۔ "حین": نا معلوم وقت اور زمانہ جس کی کمی و زیادتی معلوم اور معین نہیں ہے۔

آیت کی تفسیر

تفسیر طبری، قرطبی اور مجمع البیان میں مذکور داستان کے مطابق حضرت یونس کی داستان کا خلاصہ یوں ہے:

یونس کی قوم موصل کی سرزمین نینوا میں زندگی گزار رہی تھی اور بتوں کی پوجا کرتی تھی، خداوند عالم نے یونس کو ان کی طرف بھیجا تاکہ انھیں اسلام کی دعوت دیں اور بت پرستی سے روکیں، انھوں نے انکار کیا۔ ان میں سے دو آدمی ایک عابد اور ایک عالم نے حضرت یونس کی پیروی کی، عابد نے حضرت یونس سے درخواست کی کہ اس قوم کے خلاف نفرین و بددعا کریں لیکن عالم نے انھیں منع کیا اور کہا: ان پر نفرین نہ کریں، کیونکہ خدا آپ کی دعا تو قبول کرلے گا لیکن اپنے بندوں کی ہلاکت پسند نہیں کرے گا! یونس نے عابد کی بات مان لی اور نفرین کر دی، خدا نے فرمایا فلاں دن عذاب نازل ہوگا، یونس نے انھیں اس کی خبر دی، جب عذاب کا وقت قریب آگیا تو یونس اس عابد کے ساتھ باہر نکل گئے لیکن وہ عالم ان کے درمیان موجود رہا، قوم یونس نے اپنے آپ سے کہا: ہم نے اب تک یونس سے کوئی جھوٹ نہیں دیکھا، ہوشیار رہو اگر وہ آج رات تمہارے درمیان رہے تو پھر کوئی عذاب نہیں ہے لیکن اگر باہر نکل گئے تو یقین کرو کہ کل صبح تم پر عذاب آنا یقینی ہے، جب آدھی رات ہوئی تو یونس ان کے درمیان سے اعلانیہ نکل گئے، جب ان لوگوں نے یہ جان لیا اور عذاب کے آثار مشاہدہ کئے اور اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا تو اس عالم کے پاس گئے اس نے ان لوگوں سے کہا: خدا کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرو وہ تم پر رحم کرے گا اور تم سے عذاب کو دور کر دے گا بیابان کی طرف نکل جاؤ عورتوں بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کردو اور حیوانوں اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کردو پھر دعا کرو اور گریہ کرو۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا عورتوں بچوں اور چوپایوں کے ہمراہ صحرا کی طرف نکل پڑے، لباس پشمی پہنا اور ایمان و توبہ کا اظہار کیا اور اپنی نیت کو خالص کیا اور تمام ماؤنکے خواہ (انسانوں کی ہوں یا حیوانات)کی اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کردی پھر گریہ و زاری، نالہ و فریاد میں مشغول ہوگئے جب آوازیںغم و اندوہ میں ڈوب گئیں اور فریادیںگونج گئیں تو نالہ و اندوہ کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: خدایا جو کچھ یونس نے پیش کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے تو خدا نے انھیں بخش دیا اوران کے گناہ معاف کرکے ان کی دعا قبول کرلی اور ان کے سروں پر سایہ فگن عذاب کو ان سے بر طرف کردیا....۔

خداوند عالم نے قوم یونس سے عذاب کو اس طرح ان کے توبہ کرنے کے بعدبر طرف کردیا، ہاں، خدا جو چاہتا ہے محو کرتا یا اسے برقرار رکھتا ہے۔

ج: خداوند سبحان سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

(وواْعد نا موسی ثلا ثین لیلةً و أتممنا ھا بعشرٍ فتمَّ میقات ربّہ أر بعین لیلةً)[1]

اور ہم نے موسیٰ کے ساتھ 30 رات کا وعدہ کیا اور اسے دیگر 10 شب سے مکمل کیا یہاں تک ان کے رب کا وعدہ چالیس شب میں تمام ہوگیا۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔

(واِذا وأعد نا مو سیٰ أر بعین لیلة ثُمَّ اتّخذ تم العجل من بعدہ و أنتم ظا لمون)

اورجب ہم نے موسیٰ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا اور تم نے اس کے بعد جب کہ ظالم و ستمگر تھے، گو سالہ تیار کرلیا۔[2]

---

(1)اعراف142.

(2)بقرہ:51.

چهارم: بداء مکتب خلفاء کی روایات میں

طیالسی، احمد، ابن سعد اور ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ طیالسی کی عبارت میں یوں ہے:

"قال رسول الله ﷺ صلی الله علیه وآله وسلم:انَّ الله أریٰ آدم ذر یّته فرأ یٰ رجلاً أز هرسا طعاًنو ره، قال: یا ربّ من هذا؟ قال : هذا ابنک داود! قال : یا ربّ فما عمره ؟ قال: ستوّن سنة! قال: یا ربِ زد فی عمرهِ! قال : لا .اِلّا تزیده من عمر ک ! قال وما عمری ؟ قال: ألف سنة! قال آدم! فقد و هبتُ له أر بعین سنة من عمری فلمَّاحضرهُ الموتُ و جا ئَ ته الملا ئکةُ قال : قد بقِی من عمریِ أربعون سنة، قٰا لُوا اِنّک قد وهبتهالد اود"

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا وند عالم نے آدم کو ان کی نسل دکھائی، تو آدم نے ان کے درمیان ایک نورانی صورت مرد کو دیکھا، عرض کیا: خدایا: یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تمہارے فرزند داؤد ہیں! عرض کیا: خدایا! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال! آدم نے کہا: پالنے والے! میرے اس فرزند کی عمر میں اضافہ فرما! ارشاد قدرت ہوا: نہیں، مگر یہ کہ تم خود اپنی عمر سے اس کی عمر میں اضافہ کردو، دریافت کیا: پالنے والے! میری عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ہزار سال، آدم نے کہا: میں نے اپنی عمر کے چالیس سال اسے بخش دیئے چنانچہ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے ان کے سرہانے آئے تو انھوں نے کہا: ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں! انھوں نے کہا: آپ نے خود ہی اسے داؤد کو بخش دیا ہے۔[1] یہ روایت اور اس کے علاوہ، "صلہ رحم" کے آثار کے بارے میں اور اس کے مانند ہم نے مکتب خلفاء کی روایات سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ سب" یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب" کے مصادیق میں سے ہے، ائمہ اہل بیت نے" محوو اثبات" کو بداء کے نام سے ذکرکیاہے کہ انشاء اللہ پانچویں حصّہ میں اس کی تحقیق اور بررسی کریں گے۔

پنجم: بداء ائمہ اہل بیت کی روایات میں

بحار میں حضرت امام جعفر صادق سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ما بعث الله عزَّ وجل نبیاً حتیٰ یأ خذ علیه ثلاث خصا لِ: الا قرارُ با لعبو دیة، و خلع الأنداد، و انَّ الله یقدم ما یشا ء و یؤخرما یشائ"[2] خدا وند عالم نے کسی پیغمبر کو اس وقت تک مبعوث نہیں کیا جب تک کہ اس سے تین چیزوں کا مطالبہ نہیں کیا: خدا کی بندگی کا اقرار، اس کے لئے ہر طرح کے شریک اور ہمتا کی نفی اور یہ کہ خدا جسے چاہے مقدم کردے

---

(1) مسند طیالسی ص350ح2692؛ مسند احمد ج1، ص251، 298، 371؛ طبقات ابن سعد چاپ یورپ، ج1، پہلا حصہ ص7تا9؛ سنن ترمذی، ج11، ص196 197؛ سورۂ اعراف کی تفسیر میں۔ اور علامہ مجلسی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس روایت کو بحار الانوار ج4 ص 102، 103 میں درج کیا ہے۔ (2) بحار ج4، ص108، بہ نقل از توحید صدوق.

اور جسے چاہے مؤخر کر دے۔

امام جعفر صادق نے اس معنی کو ایک دوسرے بیان میں لفظ "محوو اثبات" کے ذریعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"ما بعث اللہ نبیاً قط حتیٰ یأ خذ علیه ثلا ثاً : الا قرارُ با لعبودية ،و خلع الأ ند اد، و انَّ اللہ یمحو ما یشا ئُ و یثبت ما یشائُ"[1]

خدا وند عالم نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس سے تین چیزوں کا مطا لبہ کیا : خدا کی عبو دیت کا اقرار ، خدا کے لئے کسی کو شریک اور ہمتا قرار نہ دینا اور یہ کہ جو چاہے محو کر دے اور جو چاہے باقی رکھے۔

ایک تیسری روایت میں (محو و اثبات) کو بداء کا نام دیا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:

" ما تنبَّأنبیّ قط حتیٰ یُقِرَّللہ تعا لی با لبدائ"[2]

کسی پیغمبر نے کبھی پیغمبری کا لباس نہیں پہنا مگر یہ کہ خدا وند متعال کے لئے ان امور کا اعتراف کیا ہوانہی اعترافات میں بداء کا اعتراف ہے۔

امام رضا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

" ما بعث نبیا قط اِلّا بتحر یم الخمر و اَن یقرّ له با لبدائ"[3]

خدا وند متعال نے کبھی کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ شراب کی حرمت کے ساتھ اور یہ کہ بداء (محو و اثبات) کا خدا کے حق میں اعتراف کرے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے محوو اثبات کے زمانہ کی بھی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

" اِذا کان لیلة القدر نز لت الملا ئکة و الرّ وح و الکتبة الیٰ سما ء الدُنیا فیکتبون ما یکون من قضا ء اللہ تعا لیٰ فی تلک السنة فاِ ذا أراد اللہ أن یْقدِّم شیئاً أو یؤخرأو ینقص شیئاً أمر الملک أن یمحو ما یشا ئُ ثُمّ أثبت الذی أراد"

جب شب قدر ہوتی ہے تو فرشتے، روح اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف نازل ہو تے ہیں اور جو کچھ اس سال خدا وند عالم نے مقرر فرمایا ہے اسے لکھتے ہیں ، اگر کسی چیز کو خدا مقدم یا موخر یا کم کرنا چاہتا ہے

---

(1).بحارج4،ص108، بہ نقل از توحید صدوق

(2).بحارج4،ص108، بہ نقل از توحید صدوق

(3).بحارج4،ص108، بہ نقل از توحید صدوق

تو مامور فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اسے اسی طرح جیسے چاہتا ہے محو ونابود کرے یا ثابت و برقرار رکھے۔[1]

حضرت امام باقرنے بھی ایک دوسرے بیان میں اس کی خبردی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

" تَنز ل فيها الملا ئكة و الكتبة اِلى السماء فيكتبون ما هو كائن فى أمرالسّنه و ما يصيب العباد فيها، قال: و أمر مو قوف لله تعا لىٰ فيه المشيئة يُقد م منه ما يشا ئُ و يُو خر ما يشاءُ و هو قو له تعا لىٰ : يمحو الله ما يشاء ويثبتُ وعنده أم الكتاب"[2]

شب قدر میں فرشتے اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف آتے ہیں اور جو کچھ اس سال ہونے والا ہے اور جو کچھ اس سال بندہ کو پہنچنے والا ہے، سب کچھ لکھ لیتے ہیں، فرمایا: اور کچھ ایسے امور ہیں جن کا تعلق مشیت خداوندی سے ہے جسے چاہے مقدم کر دے اور جسے چاہے موخر کردے ،یہی خداوند متعال کے کلام کے معنی ہیں کہ فرماتا ہے:

(يمحوا الله ما يشاء و يثبت و عنده أم الكتاب)[3]

حضرت امام باقر نے دوسری حدیث میں اس آیت:(و لن یوٴخر الله نفساً اِذا جاء اَجلها)(خداوندعالم جسکی موت کا وقت آگیاہواس کی موت کبھی تاخیر میں نہیں ڈالتا) کے ذیل میں فرمایا: "جب موت آتی ہے اور آسمانی کاتبین اسے لکھ لیتے ہیں تو اس موت کو خداوند عالم تاخیر میں نہیں ڈالتا"۔

علاّمہ مجلسی نے بحارالانوار کے اسی باب میں اسی داستان کو جس میں آدم نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد کو بخش دئے تھے، ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے مکتب خلفاء کی روایات میں ذکر کیا ہے:[4]

بداء کے یہ معنی ائمہ اہل بیت کی روایات میں تھے لیکن "بدائ" کے یہ معنی کہ خدا کے لئے کوئی نئی اور جدید رائے کس کام میں ظاہرہوتی ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتا تھا !! معاذاللہ یہ نظریہ مکتب اہل بیت میں مردود اور انکار شدہ ہے اور اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اہل بیت کا نظریہ وہی ہے جسے علاّمہ مجلسی نے امام صادق سے ذکر کیا ہے کہ امام نے فرمایا :

"مَن زعم انَّ الله عزَّوجل يبد و له فى شيئٍ لم يعلمه أمس فأ بروا منه"[5]

جو شخص خداوند متعال کے بارے میں کسی امر سے متعلق یہ خیال کرے کہ اس کے لئے نئی اور جدید رائے

---

(1)بحارج4،ص99 تفسیر علی بن ابراہیم سے نقل .(2)بحارج 4، ص102 ، نقل از امالی شیخ مفید(3)بحارج 4، ص102 ، نقل از تفسیر علی بن ابراہیم(4)بحارج 4، ص102 ، بہ نقل از علل الشرائع(5)بحارج 4ص111 بہ نقل از اکمال الدین.

ظاہر ہوئی ہے جسے وہ اس سے قبل نہیں جانتا تھا تو ایسے لوگوں سے دوری اور بیزاری اختیار کرو۔

عقیدہ بدا کا فائدہ

اگرکسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ بعض وہ انسان جو نیک بختوں کے زمرہ میں واقع ہوتے ہیں کبھی ان کی حالت بدلتی نہیں ہے اور کبھی بد بختوں کی صف میں واقع نہیں ہونگے اور بعض انسان جو کہ بد بختوں کی صف میں ہیں ان کی بھی حالت کبھی نہیں بدلے گی اوروہ نیک بختوں کی صف میں شامل نہیں ہوں گے اور قلم تقدیر، انسان کی سر نوشت بدلنے سے خشک ہوچکا ہے اور رک گیا ہے، اگر ایسا تصور صحیح ہو تو کبھی گناہ گار اپنے گناہ سے توبہ ہی نہیں کرے گا بلکہ اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھے گا، کیونکہ وہ سونچ چکا ہے کہ شقاوت اور بد بختی اس کی یقینی اور قطعی سرنوشت ہے اور اس میں تبدیلی نا ممکن ہے ! دوسری طرف ، شیطان نیکو کاربندوں کو وسوسہ کرے گا کہ تم نیک بخت ہو، اشقیاء اور بد بختوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگے اور عبادت و اطاعت میں سستی پیدا کر نے کے لئے اتنا وسوسہ کافی ہے اور پھر اس کے ساتھ ایسا کرے گا جو نہیں ہونا چاہئے ۔

بعض مسلمان جنھوں نے" مشیت " کے سلسلہ میں واردآیات و روایات کے معانی واضح اور کامل طور سے درک نہیں کئے مختلف گروہ میں تقسیم ہوگئے ہیں ، ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان اپنے کاموں میں مجبور ہے اور دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ تمام امور انسان کے حوالے اور پر چھوڑدئے گے ہیں ہم آئندہ بحث میں انشاء اللہ اس موضوع کی تحقیق کر کے راہ حق و صواب کی شناسائی کریں گے ۔

جبر و تفویض اور اختیار

الف: جبر کے لغوی معنی

"جبر" لغت میں زور زبردستی سے کوئی کام کرانے کو کہتے ہیں اور "مجبور" اس کو کہتے ہیں جس کو زور زبردستی سے کوئی کام کرایا جائے۔

ب: جبر اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

"جبر" اس اصطلاح میں یہ ہے: خداوند عالم نے بندوں کو جو اعمال وہ بجالاتے ہیں ان پر مجبور کیا ہے، خواہ نیک کام ہو یا بد ،براہو یا اچھا وہ بھی اس طرح سے کہ بندہ اس سلسلہ میں اس کی نا فرمانی ، خلاف ورزی اور ترک فعل پر ارادہ واختیار نہیں رکھتا۔
مکتب جبر کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے انسان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہی اس کی پہلے سے تعین شدہ سرنوشت ہے، انسان مجبور ہے وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے ، یہ اشاعرہ کا قول ہے۔[1]

ج: تفویض کے لغوی معنی

تفویض لغت میں حوالہ کرنے اور اختیار دینے کے معنی میں ہے۔

د: تفویض اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

"تفویض" اس اصطلاح میں یعنی: خداوند عالم نے بندوں کے امور (افعال) خود ان کے سپرد کر دئے ہیں جو

---

(1) اشاعرہ کی تعریف اور ان کی شناخت کے لئے شہرستانی کی کتاب ملل و نحل کے حاشیہ میں (الفصل فی الملل و الاھواء و النحل) ابن حزم، ج،1،ص119،تا 153،ملاحظہ ہو.

چاہیں آزادی اوراختیار سے انجام دیں اور خدا وند عالم ان کے افعال پر کوئی قدرت نہیں رکھتا، یہ فرقۂ "معتزلہ" کا قول ہے۔[1]

ھ: اختیار کے لغوی معنی

" اختیار" لغت میں حق انتخاب کے معنی میں ہے، انتخاب کرنا پسند کرنا اور انتخاب میں آزاد ہونے کو اختیار کہتے ہیں۔

و: اختیار اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

خدا وند عالم نے اپنے بندوں کو اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ بعض امور میں مکلف بنایایعنی ان کے انجام دینے کا مطالبہ کیا تو بعض سے نہی اور ممانعت فرمائی، خدا نے کسی کام کے انجام دینے یا اس کے ترک یعنی نہ کرنے کی بندوں کو قدرت عطا کی جو امور وہ انجام دیتے ہیں ان کے انتخاب کا انھیںحق دیا اور کسی کو اس سلسلہ میں مجبور نہیں کیا، پھر اس کے بعد ان سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کی امر و نہی میں اطاعت کریں۔اس موضوع سے متعلق استدلال انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گا۔

---

(1) "معتزلہ"کی شناخت کے لئے شہر ستانی کی کتاب ملل و نحل، ابن حزم کے حاشیہ (الفصل فی الملل والاھواء و النحل) ج1، ص55، 57پر ملاحظہ ہو۔

(8)

قضا و قدر

الف:۔ قضا و قدر کے معنی

ب:۔قضا و قدر کے بارے میں ائمہ اہل بیت کی روایات

ج:۔سوال و جواب

قضا وقدر کے معنی

"قضا و قدر" کا مادہ مختلف اور متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے جو کچھ اس بحث سے متعلق ہے اسے ذکر کرتے ہیں۔

الف:۔ مادۂ قضا کے بعض معانی:

1۔ "قضا" دو آپس میں جھگڑنے والوں کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرنے کے معنی میں ہے، جیسے۔

(انَّ ربّک یقضی بینهم یوم القیا مة فیما کا نوا فیه یختلفون)[1]

تمہا را پر وردگار قیا مت کے دن جس چیز کے بارے میں وہ لوگ اختلا ف کرتے تھے ان کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرے گا۔

2۔ "قضا" آگاہ کرنے کے معنی میں ہے، جیسے خدا وند عالم کا قول لوط کی داستان سے متعلق اور ان کو ان کی قوم کے نتا ئج سے آگا ہ کرنا کہ فرماتا ہے:

(وقضینا اِلیه ذلک الأمر انَّ دابرهٰؤلاء مقطوع مُّصبحینَ)

ہم نے لوط کو اس موضوع سے با خبر کر دیا کہ ہنگام صبح سب کے سب بیخ وبن سے اکھاڑ دئے جائیں گے۔[2]

3۔ "قضا " واجب کرنے اور حکم دینے کے معنی میں ہے، جیسے:

(و قضیٰ ربّک ألا تعبد وا اِلاّ اِیّا هُ)[3]

---

(1)یونس 93۔(2)حجر 66 (3) اسراء 23

تمہارے رب کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو۔

4۔" قضا " تقدیر اور ارادہ کے معنی میں ہے، جیسے:

(وإذا قضیٰ أمراً فإِنّما یقو ل له کن فیکون)[1]

جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو صرف کہتا ہے ہو جا، تو ہو جاتی ہے۔

(هو الذی خلقکم من طین ثُمَّ قضیٰ أجلا ً)[2]

وہ ایسا خدا ہے جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا ہے، پھر (ہر ایک کے لئے) ایک مدت مقدر (معین) فرمائی، یعنی انسان کی حیات کے لئے ایک معین مقدار اور اندازہ قرار دیا۔

ب:مادہ قَدر کے بعض معانی

1۔قدر؛ یعنی قادر ہوا، اقدام کی قدرت پیدا کی، "قادر" یعنی توانا اور "قدیر" یعنی قدرت مند. خدا وند متعال سورہ یٰس میں فرماتا ہے:

(أو لیس الذی خلق السّموات و الأرض بقٰدرٍ علیٰ أن یخلق مثلهم)[3]

آیا جس نے زمین و آسمان کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے وہ اس جیسا خلق کرنے پر قادر نہیں ہے؟

سورۂ بقرہ 20،میں ارشاد فرماتا ہے:

(ولوشاء الله لذهب بسمعهم وأبصا رهم اِنَّ الله علیٰ کلّ شی ءٍ قدیر)[4]

اگر خدا چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو زائل کردے، کیونکہ، خدا وند عالم ہر چیز پر قادر ہے۔یعنی خدا وند عالم ہر کام کے انجام دینے پر جس طرح اس کی حکمت اقتضاء کرتی ہے قادر ہے۔

2۔قدر: یعنی تنگی اور سختی میں قرار دیا، "قَدَرَ الرزق علیه ویقدر" یعنی اسے معیشت کی تنگی میں قرار دیا اور دیتا ہے۔خدا سورۂ سبا کی 36 ویں آیت میں فرماتا ہے:

(قل اِنّ ربّی یبسط الرّزق لمن یشا ء و یقدر)

کہو: خدا وند عالم جس کے رزق میں چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔

3۔ قَدَرَ: تدبیر کی اور اندازہ لگایا، "قدر الله الامر بقدره" خدا وند سبحان نے اسکی تدبیر کی یا

---

(1)بقرہ 117 (2) انعام 2(3)یس 81(4)بقرہ 20

اس کے واقع ہونے کا خواہشمند ہوا، جیسا کہ سورۂ قمر کی بارہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

(وفجَّر ناالأرض عیوناً فا لتقی الما ء علی أمرٍ قد قدر)

اورہم نے زمین کوشگاف کیا اور چشمے نکالے اوریہ دونوں پانی (بارش اور چشمے کے) تدبیر اور خواہش کے بقدر آپس میں مل گئے۔

ج:۔ قدَّر کے معنیٰ

1۔قدر "یعنی اس نے حکم کیا، فرمان دیا، قَدَّرَ اللہ الأمر یعنی خدا وند رحمان نے حکم صادر فرمایا اور فرمان دے دیا کہ کام، اس طرح سے ہو جیسا کہ سورۂ نمل کی 57 ویں آیت میں لوط کی بیوی کے بارے میں فرماتا ہے:

(فأ نجینا ہ و أھلہ اِلّاامرأ تہ قدّرنا ھا من الغا بر ین)

ہم نے انھیں (لوط) اور ان کے اہل و عیال کو نجات دی، جز ان کی بیوی کے کہ ہم نے فرمایا: وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گی، یعنی ہمارا حکم اور فرمان یہ تھا کہ وہ عورت ہلاک ہونے والوں میں رہے گی۔

2۔"قدَّر"یعنی مدارات کی، توقف و تامل اور تفکر کیا، "قدرفی الامر"یعنی کام کی انجام دہی میں توقف و تامل کیا اور اس کے ساتھ رفق و مدارات کی، جیسا کہ خدا وند عالم سورہ سبا کی 11 ویں آیت میں داؤد سے فرماتا ہے:

(أن أعمل سابغا ت وقدّرفی السّرد)

مکمل اور کشادہ زرہیں بناؤ نیز اس کے بنانے میں غور و خوض اور نرمی سے کام لو۔

یعنی زرہ بنانے میں جلدبازی سے کام نہ لو بلکہ کافی غور و فکر، توجہ اور دقت کے ساتھ زرہ بناؤ تاکہ تمہارے کام کا نتیجہ محکم اور استوار ہو۔

د: ۔ قدر کے معنی

1۔قَدَر:مقدار، اندازہ اور کمیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۂ حجر کی 21 ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

(واِن من شی ئٍ اِلاّ عند نا خزا ئنه و ما ننزّ له اِلاّ بقدرمّعلو مٍ)

اور جو کچھ ہے اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین اندازہ اور مقدار کے علاوہ نازل نہیں کرتے ۔

2 ۔ قدر: زمان و مکان کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سورۂ مرسلات کی 20 ویں تا22 ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

(ألم نخلقکّم مِّن مّائٍ مّھینٍ ، فجعلناه فی قرارٍمکینٍ اِلیٰ قدرٍمعلوم)

کیا ہم نے تم کو پست اور معمولی پانی سے خلق نہیں کیا ، اس کے بعد ہم نے اسے محفوظ اور آمادہ جگہ پر قرار دیا، معین اور معلوم زمانہ تک ؟ !

3۔قدر: قطعی اور نافذ حکم کے معنی میں ، قَدَرُ اللہ خداوند سبحان کا قطعی، نافذ اور محکم حکم ، جیسا کہ سورۂ احزاب کی 38 ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

(سنّة الله فی الّذ ین خلوا من قبل وُ کان أمر الله قدراً مّقد وراً)

اللہ کی یہ سنت گزشتگان میں بھی جاری تھی اور خدا کا فرمان قطعی اور، نافذ ہونے والا ہے۔

قول مؤلف:

شاید قضا و قدر کے متعدد معنی اور اس کی خداوند منّا ن کی طرف نسبت باعث ہوئی کہ بعض مسلمان غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور اس طرح خیال کرتے ہیںکہ "قضا و قدر" کے معنی قرآن و حدیث میں یہ ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے خواہ نیک ہو یا بد اسی"قضا و قدر" اور سرنوشت کی بنیا دپر ہے،جسے خداوند عالم نے اس کی خلقت سے پہلے اسکے لئے مقرر کردیا تھا۔جیسا کہ ہماری روایتوں میں کلمہ قدری کا اطلاق "جبری "اور" تفویضی" دونوں پر ہوا ہے۔

اور اس اطلاق کی بنا پر کلمہ"قدر" کسی شئے اوراس کی ضد دونوں کا نام ہو جاتا ہے، جیسے کلمہ" قرئ"کہ حیض " اور پاکی" دونوں کا نام ہے یعنی متضاد معنی میں استعمال ہوا ہے۔

خاتمہ میں قدریوں کے اقوال اور ان کے جواب سے اس بناء پر صرف نظر کرتے ہیں کہ کہیں بحث طولانی نہ ہو جائے اور صرف ان احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں جن میں ان کے جوابات پائے جاتے ہیں،تاکہ خدا کی تائید وتوفیق سے ، جواب کے علاوہ موضوع کی توضیح اور تشریح بھی ہو جائے۔

قضا و قدر سے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایات

پہلی روایت:

صدوق نے کتاب توحید میں اپنی سند کے سلسلہ کو امام حسن مجتبی تک لے جاتے ہوئے اور ابن عساکر نے تاریخ میں اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے: (عبارت صدوق کی ہے)

" دخل ر جل من أهل العراق على أمير المؤمنين فقال : اخبر نا عن خروجنا الى اهل الشام أبقضا ء من الله وقدر ؟

فقال له أمير المومنين أجل يا شيخ ، فوالله ما علو تم تلعة ولا هبطتم بطن وادٍ الّا بقضا ءٍ من الله و قدرٍ ، فقال الشيخ: عند الله احتسب عنا ئی يا أمير المومنين ، فقال مهلاً يا شيخ! لعلک تظن قضا ءً حتماً و قدراً لا ز ماً ، لو كان كذلک لبطل الثواب وا لعقاب و الامر والنهى و الزّ جر، و لسقط معنى الوعيد والو عد ، و لم يكن على مسيءٍ لا ئمة و لا لمحسن مُحَمَّدة ، و لكا ن المحسن اولیٰ با للا ئمة من المذ نب و المذ نب اولی با لاحسا ن من المحسن تلک مقا لة عبدة الا وثان و خصماء الرحمان و قد رية هذه الأمة و مجو سها، يا شيخ! ان الله عز وجل كلف تخييراً ، ونهى تحذيرا، واعطى على القليل كثيراً و لم يعص مغلو با ، و لم يطع مكر هاً و لم يخلق السموا ت و الأر ض و ما بينهما با طلاً ذلک ظن الذين كفروا فو يل للذين كفر وا من النّا ر"

ایک عراقی حضرت امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا: کیا ہمارا شامیوں کے خلاف خروج "قضا و قدر الٰہی" کی بنیاد پر ہے؟ امام نے اس سے فرمایا! ہاں، اے شیخ! خدا کی قسم کسی بلندی پر نہیں گئے اور نہ ہی کسی وادی کے درمیان اترے مگر! قضا وقدر الٰہی

کے تحت ایسا ہوا ہے، اس شخص نے کہا : امید کرتا ہوں کی میری تکلیف خدا کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل ہو۔[1]

امام نے اس سے کہا : ٹھہر جا اے شیخ ! شاید تو نے خیال کیا کہ ہم قضا و قدر کو بیان کررہے ہیں اگر ایسا ہوتو ثواب و عقاب ، امر و نہی اور زجر سب باطل ہو جائے ، ڈرانا اور بشارت دینا بے معنی ہو جائے ، نہ گنا ہگار کی ملامت بجا ہوگی اور نہ نیکو کار کی ستا ئش روا ، بلکہ نیکو کار بد کار کی بہ نسبت ملامت کا زیا دہ سزا وار ہو گا[2] اور گنا ہگا ر نیکی کا نیک شخص سے زیادہ سزاوار ہوگا، یہ سب بت پر ستوں ، خدا وند رحما ن کے دشمنوں اوراس امت کے "قدریوں" اور مجو سیوں کی باتیں ہیں ! اے شیخ! خدا وند عز وجل نے بندوں کو مکلف بنایا ہے تا کہ وہ اپنے اختیار سے کام کریں اور انھیں نہی کی تا کہ وہ خود اس سے باز رہیں اور معمولی کام پر زیا دہ جزا دے ، مغلوب ہو کر یعنی شکست خوردگی کے عالم میں اس کی نافرمانی نہیں ہو ئی اور زبر دستی اس کی اطا عت نہیں ہو ئی اس نے آسمانوں اورزمین اور ان کے درمیان تمام مو جو دات کو بے کار اور لغو پیدا نہیں کیا ، یہاں لو گوں کا گمان ہے جو کا فر ہو گئے ہیں ، پس ان لوگوں پر وائے ہو جو آتش جہنم کے عذاب کا انکار کرتے ہیں۔[3]

روای کہتا ہے: وہ شخص اٹھا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

أنت الِامام الذّی نرجو بطا عته :: یوم النِجا ة من الرّحمن غفرا ناً

أوضحت من دینِنا ما کان مُلتبساً :: جزا ک ر بُّک عنّا فیه اِحسا ناً

فلیس معذرة فی فعل فا حشة :: قدکُنت راکبها فسقاً و عصیا ناً

تم وہی امام ہو جس کی اطاعت کے ذریعہ قیا مت کے دن ہم خدا وند رحمن سے عفو و بخشش کے امید وار ہیں ۔ تم نے ہمارے دین سے یکبا رگی تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیا ہم تمہا رے رب سے در خواست کرتے ہیں کہ وہ تمھیں اس کی نیک جزا دے۔ لہذا اس واضح اور روشن بیان کے بعد مجھ سے کوئی گناہ سر زد نہ

---

(1)یعنی اگر ہمارا خروج اور جہاد کرنا" قضا و قدر" الٰہی کی بنیا دپر ہے تو جزا کے مستحق نہیں ہیں ، پس میں امید وار ہونگا ہماری مشقت وزحمت راہ خدا میں محسوب ہو اورہم ان لوگوں کے اعمال کی ردیف میں واقع ہو جو قیا مت کے دن خدا کے فضل ورحمت کے سایہ میں ہوں گے۔

(2) کیو نکہ دونوں دراصل مساوی اور برابر ہیں چونکہ عمل ان کے ارادہ اور اختیار سے نہیں تھا، دوسری طرف چونکہ نیکو کار لوگوں کی ستا ئش کا مستحق ہوتا ہے اوراسے اپنا حق سمجھتا ہے جب کہ ایسا نہیںہے ، اس گمان و خیال کی بنیادپر وہ شخص گنا ہگار سے زیا دہ ملامت کا حقدار ہے، کیو نکہ گناہ گار لوگوں کی ملامت کا نشانہ بنتا ہے اور وہ خود کو اس ملامت کا مستحق جا نتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے ، لہٰذا اس پر احسان ہونا چاہیئے تا کہ لوگوں کے آزارو اذیت اور ان کی سر زنش و ملا مت بر داشت کرنے کی اس سے تلافی کر ے، نہ کہ نیکو کار پر احسان ہونا چاہیئے سے۔

(3)سورہ ٔص کی 27 ویں آیت سے اقتبا س ہے.

ہو کہ جس پر نہ معذرت کر سکوں اور نہ میری نجات ہو۔

دوسری روایت

ائمہ اہل بیت میں سے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق سے دوسری روایت ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"اِنَّ النا س فی القدر علیٰ ثلا ثة أو جه: ر جل زعم أنَّ اللہ عزَّو جلّ أجبر النّا س علیٰ المعا صی فھذا قد ظلم اللہ فی حکمه فھو کا فر، ورجل یز عم انَّ الأمر مفوَّض الیھم فھذا قد أو ھن اللہ فی سلطا نه فھو کا فر ، و رجل یز عم انَّ اللہ کلَّف العباد ما یُطیقون و لم یُکلَّفھم ما لا یُطیقون و اِذاأحسن حمد اللہ واِذا أسا ئَ استغفر اللہ فھذا مسلم با لغ"[1]

"قدر" کے مسئلہ میں لوگ تین گروہ میں تقسیم ہیں:

1۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا وند عزو جل نے لوگوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے، اس نے فرمان خدا وندی کے بارے میں خدا پر ظلم کیا ہے اور وہ کافر ہے۔

2۔ جس کا عقیدہ ہے کہ تمام امور لوگوں کے سپرد کر دئے گئے ہیں، اس نے خدا کو اس کی قدرت اور بادشاہی میں ضعیف و نا تواں تصور کیا ہے لہٰذا وہ بھی کا فر ہے۔

3۔جس کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا وند سبحان نے بندوں کو انھیں چیزوں پر مکلف بنایا ہے جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے اس کا ان سے مطا لبہ نہیں کیا ہے، وہ جب بھی کو ئی نیک کام کرتا ہے تو خدا کی حمد ادا کرتا ہے اور اگر کوئی بُرا فعل سرزد ہوتا ہے تو خدا سے مغفرت اور بخشش طلب کرتا ہے، یہ وہی مسلما ن ہے جس نے حق کو درک کیا ہے۔

تیسری روایت:

ائمہ اہل بیت میں سے آٹھویں امام، حضرت امام علی بن مو سیٰ الر ضا سے ہے کہ آپ نے فرما یا:

1۔"انَّ اللہ عزّ وجلَّ لم یطع بِأِکراہٍ، ولم یعص بغلبةٍ و لم یُھمل العباد فی ملکه، ھو المالک لما مَلَّکَھم و القا در علیٰ ما أقد ر ھم علیه فاِن ائتمر العباد بطا عته لم یکن اللہ منھا

---

(1)توحید صدوق، ص361،360.

صا دّاً ، و لا منها ما نعاً ، واِنِ أئتمر وا بمعصیتهِ فشا ء أن یحول بینهم و بین ذلک فعل و اِن لم یحل و فعلوہُ فلیس ھو الذّی اد خلھم فیه"[1]

خدا وند عالم کی جبر و اکراہ کے ذریعہ اطاعت نہیں کی گئی ہے نیز ضعف و شکست اور مغلوب ہونے کی بنا پر اس کی نا فرمانی نہیں کی گئی، اس نے اپنے بندوں کو اپنی حکومت اور مملکت میں لغو و بیہودہ نہیں چھوڑا ہے، وہ ان تمام چیزوں کا جس پر انھیں اختیار دیا ہے مالک ہے اوران تمام امور پر جس کی توانائی دی ہے قادر ہے اگر بندے اطاعت گزار ہوں تو خدا ان کے راستوں کو بند نہیں کرے گا اور اطاعت سے انھیں نہیں روکے گا اور اگر وہ لوگ نافرمانی و عصیان کے در پے ہوں گے اور وہ چاہے کہ گناہ اور ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے تو وہ کردے گا اور اگر گناہ سے نہ روکا اور انھوں نے گناہ انجام دیا، تو اس نے ان لوگونکو گناہ کے راستہ نہیں پرڈالا ہے۔

یعنی جو انسان خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ اس اطاعت و پیروی پر مجبور نہیں ہے اور جو انسان خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کی مرضی اوراس کے ارادہ پر غالب نہیں آگیا ہے بلکہ یہ خود خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ بندہ اپنے کام میں آزاد و مختار ہو۔

2۔ اور فرمایا: خدا وند متعال فرماتا ہے:

(یاابن آدم بمشیئتی کُنت انت الذّی تشائُ لنفسک ما تشائ، و بقوَّ تی ادَّ یت الیّ فرا ئضی، و بنعمتی قویت علی معصیتی، جعلتک سمیعاً بصیراً قو یّاً، ما اصا بک من حسنةٍ فمن اللہ و ما أصا بک من سیِّئة ٍ فمن نفسک)[2]

اے فرزند آدم! میری مشیت اور مرضی سے تو انتخاب کرنے والا ہو گیا ہے اور جو چاہتا ہے اپنے لئے اختیار کر لیتا ہے اور میری ہوئی طاقت سے میرے واجبات بجا لاتا ہے اور میری ہی نعمتیں ہیں جن کے ذریعہ تو میری نا فرمانی پر قادر ہے، میں نے تجھے سننے والا، دیکھنے والا اور طاقتور بنایا ہے(پس یہ جان لے کہ) جو کچھ تجھے نیکی حاصل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو بدی تجھ تک پہنچتی ہے تیری وجہ سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

"عملت با لمعا صی بقو تی التی جعلتھا فیک"[3]

ہم نے جو توانائی تیرے وجودمیں قراردی تونے اس کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کیا ۔

---

(1)توحید صدوق ص361.(2)توحید صدوق، ص327، 340 اور 362 اور کافی ،ج،1،ص160، سورہ نساء 79.(3)توحید صدوق، ص362.

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

" لا جبرولا تفو یض ولکن أمر بین أمر ین، قال قُلتُ: و ما أمر بین أمر ین؟ قال مثل ذلک رجل رأ یته علیٰ معصیةٍ فنهیتهُ فلم ینته فتر کته ففعل تلک المعصیة، فلیس حیثُ لم یقبل منک فتر کته کنت أنت الذّی أمر ته بالمعصیة"[1]

نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک چیز ہے، راوی کہتا ہے: میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان ایک چیز کیا ہے؟ فرمایا: اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو گناہ کی حالت میں ہو اور تم اسے منع کرو اور وہ قبول نہ کرے اس کے بعد تم اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اور وہ اس گناہ کو انجام دے، پس چونکہ اس نے تمہاری بات نہیں مانی اور تم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ تم ہی نے اسے گناہ کی دعوت دی ہے۔

2 " ما استطعت أن تلو م العبد علیه فهو منه و ما لم تستطع أن تلو م العبد علیه فهو من فعل الله، یقول الله للعبد: لم عصیت؟ لم فسقت؟لم شربت الخمر؟ لم ز نیت؟ فهذا فعل العبد ولا یقول له لم مر ضت؟ لم قصرت؟ لم ابیضضتَ؟ لم اسو ددت؟ لأنه من فعل الله تعا لیٰ"[2]

جس کام پر بندہ کو ملامت و سرزنش کر سکو وہ اس کی طرف سے ہے اور جس کام پر ملامت و سرزنش نہ کر سکو وہ خدا کی طرف سے ہے، خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے: تم نے کیوں سرکشی کی؟ کیوں نافرمانی کی؟ کیوں شراب پی؟ کیوں زنا کیا؟ کیونکہ یہ بندے کا کام ہے، خدا اپنے بندوں سے یہ نہیں پوچھتا: کیو ں مریض ہو گئے؟ کیوں تمہارا قد چھوٹا ہے؟ کیوں سفید رنگ ہو؟ کیوں سیاہ رو ہو؟ کیونکہ یہ سارے امور خدا کے ہیں۔

روایات کی تشریح

جبر وتفویض کے دو پہلو ہیں:

1۔ ایک پہلو وہ ہے جو خدا اوراس کے صفات سے متعلق ہے۔

2۔ دوسرا پہلو وہ ہے جس کی انسان اوراس کے صفات کی طرف بازگشت ہوتی ہے۔

"جبر و تفویض" میں سے جو کچھ خدا اوراس کے صفات سے مربوط اور متعلق ہے، اس بات کا سزاوار

---

(1) کافی، ج، 1، ص 160 اور توحید صدوق، ص 362.(2) بحار ج5، ص59 ح109

ہے کہ اس کو خدا، اس کے انبیاء اور ان کے اوصیاء سے اخذ کریں اور جو چیز انسان اور اس کے صفات اور افعال سے متعلق ہوتی ہے، اسی حد کافی ہے کہ ہم کہیں: میں یہ کام کروں گا، میں وہ کام نہیں کروں گا تا کہ جانیں جو کچھ ہم انجام دیتے ہیں اپنے اختیار سے انجام دیتے ہیں، گزشتہ بحثوں میں بھی ہم نے یہ بھی جانا کہ انسان کی زندگی کی رفتار ذرہ، ایٹم، سیارات اور کہکشانوں نیز خدا کے حکم سے دیگر مسخرات کی رفتار سے حرکات اور نتائج میں یکساں نہیں ہے، یہ ایک طرف، دوسری طرف خداوند سبحان نے انسان کو اس کے حال پر نہیں چھوڑا اور اسے خود اس کے حوالے نہیں کیا تا کہ جو چاہے، جس طرح چاہے اور نفسیانی خواہشات جس کا حکم دیںا سی کو انجام دے، بلکہ خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے ذریعہ اس کی راہنمائی کی ہے: اسے قلبی ایمان کی راہ بھی حق کے ساتھ دکھائی نیز اعمال شائستہ جو اس کے لئے جسمانی اعتبار سے مفید ہیں ان کی طرف بھی راہنمائی کی اور نقصان دہ اعمال سے بھی آگاہ کیا ہے، اگر وہ خدا کی ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ کی سیدھی راہ پر ایک قدم آگے بڑھ جائے تو خداوند عالم اسے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دس قدم آگے بڑھا دیتا ہے پھر دنیا و آخرت میں آثار عمل کی بناء پر اس کو سات سو گنا زیادہ جزا دیتا ہے اور خداوند عالم اپنی حکمت کے اقتضاء اور اپنی سنت کے مطابق جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

ہم نے اس سے قبل مثال دی اور کہا: خداوند عالم نے اس دنیا کو" سلف سروس "والے ہوٹل کے مانند مومن اور کافر دونوں کے لئے آمادہ کیا ہے، جیسا کہ سورۂ اسراء کی بیسویں آیت میں فرماتا ہے:

(کلاًّ نمدّ ھٰؤلا ء و ھٰؤلآء من عطا ءِ ربّک و ما کان عطاءُ ربِّک محظورا)

ہم دونوں گروہونکو خواہ یہ خواہ وہ تمہارے رب کی عطا سے امداد کرتے ہیں، کیونکہ تمہارے ربّ کی عطا کسی پر بند نہیں ہے۔

یقینا اگر خدا کی امداد نہ ہوتی اور خدا کے بندے جسمی اور فکری توانائی اور اس عالم کے آمادہ و مسخر اسباب و وسائل خدا کی طرف سے نہ رکھتے تو نہ راہ یافتہ مومن عمل صالح اور نیک و شائستہ عمل انجام دے سکتا تھا اور نہ ہی گمراہ کافر نقصان دہ اور فاسد اقدامات کی صلاحیت رکھتا، سچ یہ ہے کہ اگر خدا ایک آن کے لئے اپنی عطا انسان سے سلب کر لے چاہے اس عطا کا ایک معمولی اور ادنیٰ جزہی کیوں نہ ہو جیسے بینائی، سلامتی، عقل اور خرد وغیرہ... تو یہ انسان کیا کر سکتا ہے؟ اس لحاظ سے انسان جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے اور ان وسائل و اسباب کے ذریعہ کرتا ہے جو خدا نے اسے بخشے ہیں لہٰذا انسان انتخاب اور اکتساب میں مختار ہے۔

جی ہاں، انسان اس عالم میں مختارکل بھی نہیں ہے جس طرح سے وہ صرف مجبور بھی نہیں ہے، نہ اس عالم کے تمام اموراس کے حوالے اور سپرد کردئے گئے ہیں اور نہ ہی اپنے انتخاب کردہ امور میں مجبور ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک امر ہے اور وہ ہے(امربین امرین) اوریہ وہی خدا کی مشیت اور بندوں کے افعال کے سلسلے میں اس کا قانون اور سنت ہے، "ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ً "ہرگز سنت الٰہی میں تغیر و تبدیلی نہیں پاؤ گے!

چند سوال اور جواب

اس حصّہ میں درج ذیل چار سوال پیش کئے جارہے ہیں:

1۔ انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں مختار کیسے ہے، باوجودیکہ شیطان اس پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے جب کہ وہ دکھائی بھی نہیں دیتا آدمی کو اغوا(گمراہ) کرنے کے چکرمیں لگا رہتا ہے اوراس کے دل میں وسوسہ ڈالتا رہتاہے اور اپنے شرآمیز کاموں کی دعوت دیتا ہے؟

2۔انسان فاسد ماحول اور برے کلچرمیں بھی ایسا ہی ہے، وہ فساد اور شر کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھتا پھر کس طرح وہ اپنے اختیار سے عمل کرتاہے ؟

3۔ایسا انسان جس تک پیغمبروں کی دعوت نہیں پہنچی ہے اوردور دراز افتادہ علاقہ میں زندگی گزارتا ہے وہ کیا کرے ؟

4۔"زنا زادہ" کا گناہ کیا ہے ؟(یعنی ناجائز بچہ کا کیا گناہ ہے) کیوں وہ دوسروں کی رفتار کی بناء پر شرپسند ہوتا ہے اور شرارت و برائی کرتا ہے؟

پہلے اوردوسرے سوال کا جواب:

ان دو سوالوں کا جواب ابتدائے کتاب میں جو ہم نے یثاق کی بحث کی ہے اس میں تلاش کیجئے۔[1]

وہاں پر ہم نے کہا کہ خدا نے انسان پر اپنی حجت تمام کردی ہے اور تمام موجودات کے سبب سب کے متعلق جستجو اور تلاش کے غریزہ کو ودیعت کرکے اس کی بہانہ بازی کا دروازہ بند کردیا ہے، لہٰذا اسے چاہیئے کہ اس غریزہ کی مدد سے اس اصلی سبب سازتک پہنچے ، اسی لئے سورۂ اعراف کی 172 ویں آیت میں یثاق خداوندی سے متعلق ارشاد فرمایا:

---

(1)اسی کتاب کی پہلی جلد، بحث یثاق .ملاحظہ ہو.

(أن تقولوا يو م القيامة اِنّا کُناعن هذا غا فلین)

تا کہ قیا مت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس (پیمان) سے غا فل تھے ہمیں ۔

انسا ن جس طرح ہر حا لت میں بھو ک کے غریزہ سے غا فل نہیں ہو تا ہے جب تک کہ اپنی شکم کو غذا سے سیر نہ کرلے ، اسی طرح معر فت طلبی کے غریزہ سے بھی غا فل نہیں ہو تا یہاں تک کہ حقیقی مسب الاسباب کی شنا خت حا صل کر لے۔

تیسرے سوال کا جو اب:

ہم اس سوال کے جواب میں کہینگے : خداو ند سبحا ن نے سورہ بقرہ کی 286 ویں آیت میں ارشا د فرما یا :

(لا یکلف الله نفساًاِلاّ وسعها)

خدا کسی کو بھی اس کی طا قت سے زیا دہ تکلیف نہیں دیتا۔

چو تھے سوا ل کا جو اب:

نا جا ئز اولا د بھی بُرے کا م انجام دینے پر مجبو ر نہیں ہے ، جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بد کا ر مرد اور عو رت کی روحی حالت اور کیفیت ارتکاب گناہ کے وقت اس طرح ہوتی ہے کہ خو د کو سما جی قوا نین کا مجرم اور خا ئن تصور کرتے ہیں اور یہ بھی جا نتے ہیں کہ معا شرہ ان کے کام کو برا اور گنا جا نتا ہے اور اگر ان کی رفتا ر سے آگا ہ ہو جا ئے اور ایسی گند گی اور پستی کے ارتکاب کے وقت دیکھ لے تو ان سے دشمنی کر تے ہو ئے انھیں اپنے سے دور کر دیگا اور یہ بھی جا نتے ہیں کہ تمام نیکو کار ، پا کیزہ کر دار اور اخلاق کریمہ کے ما لک ایسے کا م سے بیزاری کرتے ہیں یہ رو حی حا لت اور اندرونی کیفیت نطفہ پر اثر اندا ز ہو تی ہے اور میرا ث کے ذریعہ اس نو مو لو د تک منتقل ہوتی ہے اورنوزاد پر اثر انداز ہوتی ہے جو اسے شر دوست اور نیکیوں کا دشمن بنا تی ہے اور سما ج کے نیک افراد اور مشہو ر و معروف لو گوں سے جنگ پر آمادہ کرتی ہے اس سیرت کا بارز نمو نہ "زیا د ابن ابیہ" اور اس کا بیٹا ابن زیاد ہے کہ انھوں نے عرا ق میں اپنی حکومت کے دوران جو نہیں کرنا چا ہیئے تھا وہ کیا ، با لخصوص" ابن زیاد" کہ اسکے حکم سے امام حسین کی شہا دت کے بعد آپ اور آپ کے پا کیزہ اصحاب کے جسم اطہر کو مثلہ کیا گیا اور سروں کو شہروں میں پھرایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے حرم کو اسیر کر کے کو فہ و شام پہنچا یا گیا اور دیگر امور جو اس کے حکم سے انجام پا ئے اور یہ ایسے حا ل میں ہو اکہ حضرت امام حسین کی شہا دت کے بعد کوئی فرد ایسی نہیں بچی تھی جو ان لوگونکی حکومت کا مقا بلہ کرے

اور کسی قسم کی توجیہ اس کے ان افعال کیلئے نہیں تھی، بجز اس کے کہ وہ شر و برائی کا خوگر تھا اس کی خواہش یہ تھی کہ عرب اور اسلام کے شریف ترین گھرانے کی شان و شوکت، عظمت و سطوت ختم کرکے انھیں بے اعتبار بنا دے، ہاں وہ ذاتی طور پر برائی کا دوست اور نیکیوں کا دشمن تھا اور سماج و معاشرہ کے کریم و شریف افراد سے بر سرپیکار رتھا۔[1]

اس بنا پر (صحیح ہے اور ہم قبول کرتے ہیں کہ) شر سے دوستی، نیکی سے دشمنی، نیکو کاروں کو آزار و اذیت دنیا اور سماج کے پاکیزہ لوگوں کو تکلیف پہنچانا زنا زادہ میں حلال زادہ کے بر خلاف تقریباً اس کی ذات اور فطرت کا حصہ ہے، لیکن ان تمام باتوں کے با وجود ان دو میں سے کوئی بھی خواہ امور خیر ہوں یا شر جو وہ انجام دیتے ہیں یا نہیں دیتے مجبور، ان پر نہیں ہیں، ان دونوں کی مثال ایک تندرست و صحت مند، بالغ و قوی جوان اور کمر خمیدہ بوڑھے مرد کی سی ہے: پہلا جسمانی شہوت میں غرق اور نفسانی خواہشات تک پہنچنے کا خواہاں ہے اور دوسرا وہ ہے جس کے یہاں جوانی کی قوت ختم ہو چکی ہے اور جسمانی شہوت کا تارک ہے! ایسے حال میں واضح ہے کہ کمر خمیدہ مرد "زنا" نہیں کر سکتا اور وہ جوان جس کی جنسی توانائی اوج پر ہے وہ زنا کرنے پر مجبور بھی نہیں کہ مجبوری کی حالت میں وہ ایسے ناپسندیدہ فعل کا مرتکب ہو تو معذور کہلائے، بلکہ اگر زنا کا موقع اور ماحول فراہم ہو اور وہ "خاف مقام ربہ" اپنے رب کے حضور سے خوفزدہ ہو، (ونھیٰ النفس عن الھوی) اور اپنے نفس کو بیجا خواہشوں سے روک رکھے تو (فاِنّ الجنۃ ھی المأویٰ) یقینا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔[2]

اس طرح ہم اگر انسان کی زندگی کے پہلوؤں کی تحقیق کریں اور ان کے بارے میں غور و فکر کریں، تو اسے اپنے امور میں صاحب اختیار پائیں گے، جز ان امور کے جو غفلت اور عدم آگاہی کی بنیاد پر صادر ہوتے ہیں اور اخروی آثار نہیںرکھتے ہیں۔

یہاں تک مباحث کی بنیاد قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں "عقائد اسلام" کے بیان پر تھی آئندہ بحثوں میں انشاء اللہ خدا کے اذن سے مبلغین الٰہی کی سیرت کی قرآن کریم کی رو سے تحقیق و بررسی کریں گے اور جس قدر توریت، انجیل اور سیرت کی کتابوں سے قرآن کریم کی آیات کی تشریح و تبیین میں مفید پائیں گے ذکر کریں گے۔

"الحمد للہ ربّ العالمین"

---

(1) زیاد کے الحاق (معاویہ کا اسے اپنا پدری بھائی بنانے) کی بحث آپ کتاب عبداللہ بن سبا کی جلد اول میں، اور شہادت امام حسین کی بحث معالم المدرستین کی جلد 3 میں ملاحظہ کریں۔ (2) سورۂ نازعات کی چالیسویں آیت "و اما من خاف..." سے اقتباس ہے۔

(9)

ملحقات

اسلامی عقائد میں بحث و تحقیق کے راستے اور راہ اہل بیت کی فوقیت و برتری[1]

اسلامی عقائد ہمیشہ مسلمانوں اور اسلامی محققین کی بحث و تحقیق کا موضوع رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلامی عقائد کا مرجع قرآن اور حدیث ہی ہے، وہ اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود گزشتہ زمانے میں صدیوں سے، مختلف وجوہ اور متعدد اسباب[2] کی بنا پر مختلف خیالات اور نظریات اسلامی عقائد کے سلسلہ میں پیدا ہوئے کہ ان میں بعض اسباب کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

1۔ بحث و تحقیق اور استنباط کے طریقے اور روش میں اختلاف.

2۔ علمائے یہود و نصاریٰ (احبار و رہبان) کا مسلمانوں کی صفوں میں نفوذ اور رخنہ اندازی اور اسلامی روایات کا "اسرائیلیات" اور جعلی داستانوں سے مخلوط ہونا۔

3۔ بدعتیں اور اسلامی نصوص کی غلط اور نادرست تاویلیں اور تفسیریں۔

4۔ سیاسی رجحانات اور قبائلی جھگڑے۔

5۔ اسلامی نصوص سے ناواقفیت اور بے اعتنائی ۔

ہم اس مقالہ میں سب سے پہلے سبب "راہ اور روش میں اختلاف" کی تحقیق وبررسی کریں گے اور اسلامی عقائد کی تحقیق و بررسی میں جو موجودہ طریقے اور راہیں ہیں ان کا اہل بیت کی راہ و روش سے موازنہ کرکے قارئین کے حوالے کریں گے، نیز آخری روش کی فوقیت وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔

---

(1) مجمع جہانی اہل البیت، تہران کے نشریہ رسالۃ الثقلین نامی مجلہ میں آقا شیخ عباس علی براتی کے مقالہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو نمبر 10، سال سوم 1415ھ، ق.(2) مقدمہ کتاب "فی علم الکتاب": ڈاکٹر احمد محمود صبحی ج1، ص 46 پانچواں ایڈیشن، بیروت، 1405ھ، 1985ئ.

عقیدتی اختلافات اور اس کی بنیاد اور تاریخ

مسلمانوں کے درمیان فکری اور عقیدتی اختلاف پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے سے ہی ظاہر ہو چکا تھا، لیکن اس حد تک نہیں تھا کہ، کلامی اور فکری مکاتب و مذاہب کے وجود کا سبب قرار پائے، کیونکہ رسول ﷺ خدا بنفس نفیس اس کا تدارک کرتے تھے اور اس کے پھیلنے کی گنجائش باقی نہیں رکھتے تھے، بالخصوص روح صداقت وبرادری، اخوت و محبت اس طرح سے اسلامی معاشرہ پر حاکم تھی کہ تاریخ میں بے مثال یاکم نظیر ہے۔

نمونہ کے طورپر اورانسانوں کی سرنوشت "قدر" کا موضوع تھا جس نے پیغمبر کے اصحاب اور انصار کے ذہن و فکر کو مکمل طورپر اپنے میں حصار میں لے لیا تھا اور انھیں اس کے متعلق بحث کرنے پر مجبور کردیا تھا، یہاں تک کہ آخر میں بات جنگ و جدال اور جھگڑے تک پہنچ گئی جھگڑے کی آواز پیغمبر ﷺ کے کان سے ٹکرائی تو آنحضرت ﷺ نے (جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں ذکر ہوا ہے) اس طرح سے ان لوگوں کو اس موضوع کے آگے بڑھانے کے عواقب و انجام سے ڈرایا:

احمد ابن حنبل نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دن رسول خدا ﷺ اپنے گھر سے باہر نکلے تو لوگوں کو قدر کے موضوع پر گفتگو کرتے دیکھا، راوی کہتا ہے: پیغمبر اکرم کے چہرہ کا رنگ غیظ و غضب کی شدت سے اس طرح سرخ ہو گیا تھا، گویا انار کے دانے ان کے رخسار مبارک پر بکھرے ہوئے ہوں! فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کتاب خدا کی جرح وتعدیل اور تجزیہ و تحلیل کر رہے ہو اسکے بعض حصّہ کا بعض سے موازنہ کر رہے ہو (اس کی نفی و اثبات کرر ہے ہو)؟ تم سے پہلے والے افراد انھی کاموں کی وجہ سے نابود ہو گئے ہیں۔[1]

قرآن کریم اور پیغمبر ﷺ کی سنت میں اسلامی عقائد کے اصول اور اس کے بنیادی مبانی بطور کلی امت اسلام کے لئے بیان کیے گئے ہیںبعد میں بعض سوالات اس لئے پیش آئے کہ (ظاہراً) قرآن و سنت میں ان کا صریح اور واضح جواب ان لوگوںکے پاس نہیں تھا اور مسلمان اجتہاد و استنباط کے محتاج ہوئے تو یہ ذمہ داری عقائد و احکام میں فقہاء و مجتہدین کے کاندھوں پر آئی، اس لئے اصحاب پیغمبر بھی کبھی کبھی اعتقادی مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے، اگرچہ پیغمبر کی حیات میں ان کے اختلاف کے آثار و نتائج، بعد کے

---

(1) مسند احمد ج3، ص178تا 196.

زمانوں میں ان کے اختلاف کے آثار و نتائج سے مختلف تھے، کیونکہ، پیغمبر اکرم ﷺ اپنی حیات میں خود ہی ان کے درمیان قضاوت کرتے تھے اور اپنی راہنمائی سے اختلاف کی بنیاد کو اکھاڑ دیتے تھے![1]

لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد لوگ مجبور ہوئے کہ کسی صحابی یا ان کے ایک گروہ سے (جوکہ خلفاء و حکام کے برگزیدہ تھے) اجتہاد کا سہارا لیں اور ان سے قضاوت طلب کریں جب کہ دوسرے اصحاب اپنے آراء و نظریات کو محفوظ رکھتے تھے (اور یہ خود ہی اختلاف میں اضافہ کا سبب بنا) اس اختلاف کے واضح نمونے مندرجہ ذیل باتیں ہیں۔

1۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد امت کا خلافت اور امامت کے بارے میں اختلاف۔[2]

2۔ زکوۃ نہ دینے والوں کا قتل اور یہ کہ آیا زکوۃ نہ دینا ارتداد اور دین سے خارج ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟ اس طرح سے ہر اختلاف، خاص آراء و خیالات، گروہ اور کلامی اور اعتقادی مکاتب کی پیدائش کا سرچشمہ بن گیا جس کے نتیجہ میں ہر ایک اس روش کے ساتھ جو اس نے استدلال و استنباط میں اختیار کی تھی اپنے آراء و عقائد کی ترویج و تدوین میں مشغول ہوگیا، ہماری تحقیق کے مطابق ان مکاتب میں اہم ترین مکاتب مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ خالص نقلی مکتب۔

2۔ خالص عقلی مکتب

3۔ ذوقی و اشراقی مکتب

4۔ حسّی و تجربی مکتب

5۔ فطری مکتب

الف ۔ خالص نقلی مکتب:

" احمد ابن حنبل" حنبلی مذہب کے امام (متوفی 241ھ) اپنے زمانے میں اس مکتب کے پیشوا اور پیشرو شمار کئے جاتے تھے، یہ مکتب، اہل حدیث (اخباریین عامہ) کے مکتب کے مانند ہے: ان لوگوں کا روایات

---

(1) سیرہ ابن ہشام، ص 341،342، اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ مجموعۃ الوثائق السیاسۃ ج1، ص7.(2) اشعری "مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین" ج1، ص34، 39 اور ابن حزم "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" ج2، ص 111 اور احمد امین "فجر الاسلام".

کی حفاظت وپاسداری نیزان کے نقل کرنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھااوران کے مطالب میں تدبر اور غور خوض کرنے نیز صحیح کو غلط سے جدا کرنے سے انھیںکوئی تعلق نہ تھا، اس طرح کی جہت گیری کو آخری زمانوں میں "سلفیہ" کہتے ہیں، اور فقہ میں اہل سنت کے حنبلی مذہب والے ہیں اس روش کی پیروی کرتے ہیں، وہ لوگ دینی مسائل میں رائے و نظر کو حرام (سبب و علت کے بارے میں) سوال کو بدعت اور تحقیق اور استدلال کو بدعت پرستی اورہواپرستوں کے مقابلے میں عقب نشینی جانتے ہیں، اس گروہ نے اپنی ساری طاقت سنت کے تعقل وتفکرسے خالی درس و بحث پر وقف کردی اوراس کو سنت کی پیروی کرنااوراس کے علاوہ کو "بدعت پرستی" کہتے ہیں۔

ان کی سب سے زیادہ اور عظیم ترین کوشش وتلاش یہ ہے کہ اعتقادی مسائل سے مربوط احادیث کی تدوین اور جمع بندی کرکے اس کے الفاظ وکلمات اور اسناد کی شرح کریں جیسا کہ بخاری، احمد ابن حنبل، ابن خزیمہ، بیہقی اور ابن بطّہ نے کیا ہے، وہ یہاںتک آگے بڑھ گئے کہ عقیدتی مسائل میں علم کلام اور عقلی نظریات کو حرام قراردے دیا، ان میں سے بعض نے اس سلسلہ میں مخصوص رسالہ بھی تدوین کیا، جیسے ابن قدامہ نے "تحریم النظر فی علم الکلام "نامی رسالہ تحریر کیا ہے۔

احمد ابن حنبل نے کہا ہے: اہل کلام کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ممکن نہیں کہ کوئی کلام یا کلامی نظریہ کا حامل ہو اور اس کے دل میں مکر وحیلہ نہ ہو، اس نے متکلمین کی اس درجہ بدگوئی کی کہ حارث محاسبی جیسے (زاہد وپرہیزگار) انسان سے بھی دور ہو گیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی، کیونکہ اس نے بدعت پرست افراد کی رد میں کتاب تصنیف کی تھی احمد نے اس سے کہا: تم پر وائے ہو! کیا تم پہلے ان کی بدعتوں کا ذکر نہیں کروگے تاکہ بعد میں اس کی رد کرو؟ کیا تم اس نوشتہ سے لوگوں کو بدعتوں کا مطالعہ اور شبہوں میں غور وفکر کرنے پر مجبور نہیں کروگے یہ بذات خود ان لوگوں کو تلاش وجستجو اور فکرونظر کی دعوت دینا ہے۔

احمدبن حنبل نے یہ بھی کہا ہے: علمائے کلام زندیق اور تخریب کار ہیں۔

زعفرانی کہتا ہے: شافعی نے کہا: اہل کلام کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ انھیں کھجور کی شاخ سے زدوکوب کرکے عشائر اور قبائل کے درمیان گھمائیں اور کہیں: یہ سزا اس شخص کی ہے جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر علم کلام سے وابستہ ہوگیا ہے!

تمام اہل حدیث سلفیوں (اخباریین عامہ) کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ ہے اور متکلمین کے مقابل ان کے عمل کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا لوگوں نے نقل کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں: پیغمبر ﷺ کے اصحاب باوجودیکہ حقائق کے سب سے زیادہ عالم اور گفتار میں دوسروں سے زیادہ محکم تھے، انہوں نے عقائد سے متعلق بات کرنے میں اجتناب نہیں کیا مگر صرف اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ کلام سے شر وفساد پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک ہی جملے کی تین بار تکرار کی اور فرمایا:

(هلک المتعمقون، هلک المتعمقون ،هلک المتعمقون)

غور وخوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، غور وخوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، غور وخوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، یعنی (دینی) مسائل گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے والے ہلاک ہوگئے!

یہ گروہ(اخبارین عامہ) عقیدہ میں تجسیم اور تشبیہ(یعنی خدا کے جسم اور شباہت) کا قائل ہے ، "قدر" اور سرنوشت کے ناقابل تغییر ہونے اور انسان کے مسلوب الارادہ ہونے کا معتقد ہے۔[1]

یہ لوگ عقائد میں تقلید کو جائز جانتے ہیں اور اس کے سلسلہ میں رائے و نظر کو جیسا کہ گزر چکا ہے حرام سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد محمود صبحی فرماتے ہیں:

"باوجودیکہ عقائد میں تقلید- عبد اللہ بن حسن عنبری، حشویہ اور تعلیمیہ[2] کے نظریہ کے برخلاف نہ ممکن ہے اور نہ جائز ہے،یہی نظریہ "محصل" میں فخر رازی کا ہے[3]

اورجمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عقائد میں تقلیدجائز نہیں ہے اور استاد ابو اسحاق نے "شرح الترتیب" میں اس کی نسبت اجماع اہل حق اور اس کے علاوہ کی طرف دی ہے اور امام الحرمین نے کتاب "الشامل" میں کہا ہے کہ حنبلیوں کے علاوہ کوئی بھی عقائد میں تقلید کا قائل نہیں ہے ، اس کے باوجود، امام شوکانی نے لوگوں پر عقائد میں غور و فکر کو واجب جاننے کو "تکلیف مالایطاق" (ایسی تکلیف جو قدرت و توانائی سے باہر ہو) سے تعبیر کیا ہے، وہ بزرگان دین کے نظریات اور اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: خدا کی پناہ !یہ کتنی عجیب و غریب باتیں ہیں یقیناً یہ ، لوگوں کے حق میں بہت بڑا ظلم ہے کہ امت مرحومہ کو ایسی چیز کا مکلف بنایا جائے جس کی ان میں قدرت نہیں ہے،(کیا ایسا نہیں ہے) وہی صحابہ کا حملی اور تقلیدی ایمان جو اجتہاد و نظر کی منزل تک نہیں پہنچے تھے، بلکہ اس سے نزدیک بھی نہیں ہوئے تھے ، ان کے لئے کافی ہو ؟۔

---

(1)صابونی ؛ ابو عثمان اسماعیل ؛رسالۃعقیدۃالسلف و اصحاب الحدیث(فی الرسائل المنیرۃ).

(2)آمدی: "الاحکام فی اصول الاحکام" ،ج4 ، ص300.

(3)شوکانی: "ارشاد الفحول "ص266-267.

انھوں نے اس سلسلے میں نظر دینے کو بہت سارے لوگوں پر حرام اور اس کو گمراہی اور نادانی میں شمار کیا ہے ۔[1]

اس لحاظ سے ان کے نزدیک علم منطق بھی حرام ہے اور ان کے نزدیک منطق انسانی شناخت اور معرفت تک رسائی کی روش بھی شمار نہیں ہوتی ہے، باوجودیکہ علم منطق ایک مشہورترین اور قدیم ترین مقیاس و معیار رہے یہ ایک ایسا علم ہے جس کو ارسطو نے "ارغنون" نامی کتاب میں تدوین کیا ہے اور اس کا نام علم سنجش و میزان رکھا ہے۔

اس روش کو اپنانے والوں کی نظر میں تنہا علم منطق ذہن کو خطا و غلط فہمی سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے، یہ لوگ کہتے ہیں بہت سارے اسلامی مفکرین جیسے کندی. فارابی، ابن سینا، امام غزالی، ابن ماجہ، ابن طفیل اور ابن رشد علم منطق میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، لیکن آراء وافکار اور نظریاتمیں آپس میں شدید اور بنیادی اختلافات کا شکار ہو گئے ہیں، لہٰذا منطق حق و باطل کی میزان نہیں ہے ۔

البتہ آخری دور میں اس گروہ کا موقف علم منطق اور علم کلام کے مقابلہ میں بہت نرم ہو گیا تھا جیسے ابن تیمیہ کے موقف کو علم کلام کے مقابل مضطرب دیکھتے ہیں، وہ علم کلام کو کلی طورپر حرام نہیں کرتا بلکہ اگر ضرورت اقتضاء کرے اور کلام عقلی اور شرعی دلائل پر مستند ہو اور تخریب کاروں، زندیقوں اور ملحدوں کے شبہوں کو جدا کرنے کا سبب ہو تو اسے جائز سمجھتا ہے۔[2]

اس کے باوجود اس نے منطق کو حرام کیا اور اس کی ردّمیں "رسالۃ الرد علیٰ المنطقین" نامی رسالہ لکھا ہے: اور اس کے پیرو کہتے ہیں: "ڈیکارٹ فرانسیسی"(1596ـ1650ئ) نے خطا وصواب کی تشخیص کے لئے ارسطا طالیس کی منطق کے بجائے ایک نئی میزان اور معیار اختراع کیا اور تاکید کی کہ اگر انسان اپنے تفکر میں قدم بہ قدم اس کے اختراعی مقیاس کو اپنائے تو صواب کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں پائے گا" ڈکارٹ" کی روش کا استعمال کرنا یقین آور نتیجہ دیتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوا اور دور معاصر میں ڈکارٹ کی روش سے جو امیدیں جاگیں تھیں ان کا حال بھی منطق ارسطو سے پائی جانے والی امیدونکی طرح رہا اور میلاد مسیح سے لے کر اب تک کے موضوع بحث مسائل ویسے کے ویسے پڑے رہ گئے۔[3]

---

(1) امام جوینی: "الارشاد الی قواطع الادلۃ" ص25، غزالی "الجام العوام عن العلم الکلام" ص66، 67.ڈاکٹر احمد محمود صبحی : "فی علم الکلام" مقدمہ ٔجلد اول.

(2)ابن تیمیہ :"مجموع الفتاوی "ج3، ص306 ، 307.(3)ڈاکٹر عبدالحلیم محمود: "التوحید الخالص"، ص5تا 20.

یہ وہی چیز ہے جس کے باعث بہت سارے پہلے کے مسلمان مفکرین منجملہ امام غزالی (450-505ھ) روش عقلی کے ترک کرنے اور اسے مطرود قرار دینے کے قائل ہوئے، غزالی اپنی کتاب (تھافۃ الفلاسفہ) میں عقلی دلائل سے فلسفیوں کے آراء و خیالات کو باطل اور رد کرتا ہے، غزالی کی اس کتاب میں دقت اس بات کی گواہ ہے کہ وہ عقل جو کہ دلائل کا بنئی ہے، وہی عقل ہے جو ان سب کو برباد کر دیتی ہے۔

غزالی ثابت کرتا ہے کہ عالم الٰہیات اور اخلاق میں انسانی عقل سے ظن و گمان کے علاوہ کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

اسلامی فلسفی ابن رشد اندلسی (متوفی۔595ھ) نے اپنی کتاب (تھافۃ التہافت) میں غزالی کے آراء و خیالات کی ردکی ہے، ابن رشد وہ شخص ہے جو اثبات کرتا ہے کہ عقل صریح اور نقل صحیح کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہ بات اس کی کتاب (فصل المقال بین الحکمۃ و الشریعۃ من الاتصال) سے واضح ہوتی ہے، حیرت انگیز یہ ہے کہ وہ اس موقف میں "ابن تیمیہ" کے ساتھ اپنی کتاب (عقل صریح کی نقل صحیح سے موافقت) میں ایک نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

پھر ابن تیمیہ کے دونوں موقف: "عقلی روش سے مخالفت اور عقل صریح کے حکم سے موافقت" کے درمیان جمع کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ نہیں معلوم۔

مکتب خلفاء کے اہل حدیث اور مکتب اہل بیت کے اخباریوں کی روش؛ نصوص شرعی، آیات وروایات کے ظواہر کی پیروی کرنا اور رائے و قیاس سے حتی الامکان اجتناب کرنا ہے۔[1] (سلفی مکتب) یا اہل حدیث کا مرکز اس وقت جزیرۃ العرب (نجد کا علاقہ) ہے نیز ان کے کچھ گروہ عراق، شام اور مصر میں بھی پائے جاتے ہیں۔[2]

ب: خالص عقلی مکتب

اس مکتب کے ماننے والے عقل انسانی کی عظمت و شان پر تکیہ کرتے ہوئے، شناخت و معرفت کے اسباب و وسائل کے مانند، دوسروں سے ممتاز اور الگ ہیں، یہ لوگ اسلامی نقطہ نظر سے "مکتب رائے" کے ماننے والے اور عقیدہ میں "معتزلہ" کہلاتے ہیں۔

---

(1) شیخ مفید، "اوائل المقالات"؛ سیوطی "صون المنطق والکلام عن علمی المنطق والکلام" ص 252. شوکانی: ارشاد الفحول؛ ص 202؛ علی سامی النشار: "مناھج البحث عند مفکری الاسلام" ص 194 تا 195، علی حسین الجابری، الفکر السلفی عند الاثنی عشریہ، ص 154، 167، 204، 240، 424، 439. (2) قاسمی "تاریخ الجھمیہ والمعتزلۃ" ص 56۔ 57.

اس مکتب کی پیدائش تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہوئی ہے، سب سے پہلے مکتب اعتزال کی بنیاد" واصل ابن عطا(80ھ، 131ھ) اور اس کے ہم کلاس "عمر و بن عبید"(80ھ - 144ھ) منصور دوانقی کے معاصر نے ڈالی، اس کے بعد مامون عباسی کے وزیر" ابی داؤد"اور قاضی عبد الجبار بن احمد ہمدانی، متوفی 415"جیسے کچھ پیشوا اس مکتب نے پیدا کئے اس گروہ کے بزرگوں میں "نظّام""ابو ہذیل علاّف""جاحظ" اور جبائیان کا نام لیا جا سکتا ہے۔

اس نظریہ نے انسانی عقل کو بہت اہمیت دی، خداوند سبحان اور اس کے صفات کی شناخت اور معرفت میں اسے اہم ترین اور قوی ترین شمار کرتا ہے، شریعت اسلامی کا ادراک اور اس کی تطبیق و موازنہ اس گروہ کی نگاہ میں ، عقل انسانی کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔

یہ مکتب (معتزلہ) ہمارے زمانے میں اس نام سے اپنے پیرو اوریار ویاور نہیں رکھتا صرف ان کے بعض افکار"زیدیہ" اور اباضیہ فرقے میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ" معتزلہ" کے ساتھ بعض افکار ونظریات میں شریک ہیں اسی طرح "معتزلہ" شیعہ اثنا عشری اور اسماعلیہ کے ساتھ بعض جوانب کے لحاظ سے ایک ہیں، اہل حدیث(اخباریین عامہ) نے" معتزلہ" کو اس لحاظ سے کہ ارادہ اور انتخاب میں انسان کی آزادی کے قائل ہیں"قدریہ" کا لقب دیا ہے۔

عقائد میں ان کی سب سے اہم کتاب" شرح الاصول الخمسۃ"قاضی عبد الجبار معتزلی کی تالیف اور"رسائل العدل والتوحید" ہے جو کہ معتزلہ کے رہبروں کے ایک گروہ جیسے حسن بصری، قاسم رسی اور عبد الجبار بن احمد کی تالیف کردہ کتاب ہے۔

معتزلہ ایسے تھے کہ جب بھی ایسی قرانی آیات نیز مروی سنت سے روبرو ہوتے تھے جو ان کے عقائد کے بر خلاف ہوتی تھی اس کی تاویل کرتے تھے اسی لئے انھیں "مکتب تاویل" کے ماننے والوں میں شمار کیا جاتاہے، اس کے باوجود ان لوگوں نے اسلام کیلئے عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور عباسی دور کے آغاز میں جب کہ اسلام کے خلاف زبردست فکری اور ثقافتی یلغار تھی اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بعض خلفاء جیسے" مامون" اور" معتصم "ان سے منسلک ہو گئے، لیکن کچھ دنوں بعد ہی" متوکل" کے زمانے میں قضیہ برعکس ہو گیا اور ان کے نقصان پر تمام ہوا اور کفر و گمراہی اور فسق کے احکام یکے بعد دیگرے ان کے خلاف صادر ہوئے، بالکل اسی طرح جس طرح خود یہ لوگ درباروں پر اپنے غلبہ و اقتدار کے زمانے میں اپنے مخالفین کے ساتھ کرتے تھے اور جو ان کے آراء و نظریات کو قبول نہیں کرتے تھے انھیں اذیت و آزار دیتے تھے۔

اس کی مزید وضاحت معتزلہ کے متعلق جدید اور قدیم تالیفات میں ملاحظہ کیجئے ۔[1]

فرقۂ معتزلہ حسب ذیل پانچ اصول سے معروف و مشہور ہے :

1۔توحید، اس معنی میں کہ خداوند عالم مخلوقین کے صفات سے منزہ ہے اور نگاہوں سے خدا کو دیکھنا بطور مطلق ممکن نہیں ہے ۔

2۔ عدل، یعنی خداوند سبحان نے اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا ہے اور اپنی مخلوقات کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے

3۔ "المنزلۃ بین المنزلتین"

یعنی جو گناہ کبیرہ انجام دیتا ہے نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے۔

4۔ وعدو وعید، یعنی خدا پر واجب ہے کہ جو وعدہ (بہشت کی خوشخبری) اور وعید (جہنم سے ڈرانا) مومنین اور کافرین سے کیا ہے اسے وفا کرے۔

5۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یعنی ظالم حکام جو اپنے ظلم سے باز نہیں آتے ، ان کی مخالفت واجب ہے۔[2]

مکتب اشعری :ماتریدی یا اہل سنت میں متوسط راہ

"مکتب اشعری"کہ آج زیادہ تر اہل سنت اسی مکتب کے ہم خیال ہیں،" معتزلہ مکتب" اور اہل حدیث کے درمیان کا راستہ ہے ، اس کے بانی شیخ ابو الحسن اشعری(متوفی 324ھ) خود ابتدا میں (چالیس سال تک) معتزلی مذہب رکھتے تھے ، لیکن تقریبا 300ھ کے آس پاس جامع بصرہ کے منبر پر جا کر مذہب اعتزال سے بیزاری اور مذہب سنت وجماعت کی طرف لوٹنے کا اعلان کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ ایک میانہ اور معتدل روش جو کہ معتزلہ کی عقلی روش اور اہل حدیث کی نقلی روش سے مرکب ہو ، لوگوں کے درمیان عام

---

(1)زھدی حسن جار اللہ:(المعتزلۃ) طبع بیروت، دار الاھلیۃ للنشر و التوزیع، 1974ئ.

(2) قاسم رسی،" رسائل العدل و التوحید و نفی التشبیہ عن اللہ الواحد الصمد" ج،1، ص 105۔

کریں، وہ اسی تگ ودو میں لگ گئے، تاکہ مکتب اہل حدیث کو تقویت پہنچائیں اور اس کی تائید و نصرت کریں، لیکن یہ کام معتزلہ کی اسی بروش یعنی: عقلی اور برہانی استدلال سے انجام دیا کرتے تھے اس وجہ سے معتزلہ اور اہل حدیث کے نزدیک مردود و مطرود ہوگئے اور دونوں گروہوں میں سے ہر ایک اب تک اہم اور اساسی اعتراضات وارد کر کے ان کی روش کو انحرافی اور گمراہ کن جانتا ہے، یہاں تک کہ ان کے بعض شدت پسندوں نے ان کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ایک دوسرا عالم جو کہ اشعری کا معاصر تھا، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی رابطہ اور تعلق ہو، اس بات کی کوشش کی کہ اسی راہ وروش کو انتخاب کر کے اسے باقی رکھے اور آگے بڑھائے، وہ ابو منصور ماتریدی سمرقندی(متوفی 333ھ) ہے وہ بھی اہل سنت کے ایک گروہ کا عقیدتی پیشوا ہے، یہ دونوں رہبر مجموعی طور پر آپس میں آراء و نظریات میں اختلاف بھی رکھتے ہیں بعض لوگوں نے ان میں سے اہم ترین اختلاف کو گیارہ تک ذکر کیا ہے۔[1]

اشعری مکتب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف آیات و روایات کے ظاہری معنی کی تاویل سے شدت کے ساتھ اجتناب کرتا ہے، دوسری طرف کوشش کرتا ہے کہ"بلا کیف" کے قول کے ذریعہ یعنی یہ کہ باری تعالیٰ کے صفات میں کیفیت کا گزر نہیں ہے "تشبیہ و تجسیم" کے ہلاکت بار گڈھے میں سے فرار کرتا ہے اور" بالکسب" کے قول سے یعنی یہ کہ انسان اپنے کردار میں جو کچھ انجام دیتا ہے کسب کے ذریعہ ہے نہ اقدام کے ذریعہ "جبر" کی دلدل میں پھنسنے سے دوری اختیار کرتا ہے، اگرچہ علماء کے ایک گروہ کی نظر میں یہ روش بھی فکری واعتقادی مسائل کے حل کے لئے ناکافی اور ضعیف و ناتواں شمار کی گئی ہے،" اشعری مکتب" نے تدریجاً اپنے استقلال اور ثبات قدم میں اضافہ کیا ہے اور اہل حدیث (اخبارین عامہ) کے بالمقابل استقامت کا مظاہرہ کیا اور عالم اسلام میں پھیل گیا۔[2]

---

(1)دیکھئے: محمد ابو زہرہ؛ "تاریخ المذاهب الاسلامیۃ" قسم الاشاعرہ و الماتریدیۃ، آیۃ اللہ شیخ جعفر سبحانی، الملل والنحل، ج، 1، 2، 4، الفرد بل: (الفرق الاسلامیۃ فی الشمال الافریقی) ص 118۔ 130، احمد محمود صبحی: (فی علم الکلام).

(2) سبکی: "الطبقات الشافعیۃ ج 3، ص 391. الیافعی "مرآۃ الجنان" ج 3، ص343. ابن کثیر: "البدایۃ والنہایۃ" ج 14، ص 76.

ج:۔ ذوقی و اشراقی مکتب

بات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہیں اور ایک علیحدہ اور جداگانہ روش کہ جس میں کلامی مسائل جن کا اپنے محور بحث اور مناقشہ ہے ان سے آزاد ہو کر صوفیوں کے رمزی اور عشقی مسلک کی پیروی کرتے ہیں، یہ مسلک تمام پہلوؤں میں فلسفیوں اور متکلمین کی روش کا جوکہ عقل و نقل پر استوار ہے، مخالف رہا ہے۔" منصور حلاج" (متوفی 309ھ) کو بغدادمیں اس مذہب کا بانی اور" امام غزالی" کو اس کا عظیم رہبر شمار کیا ہے، غزالی اپنی کتاب "الجام العوام عن علم الکلام" میں کہتا ہے! یہ راہ " خواص" اور برگزیدہ افراد کی راہ ہے اور اس راہ کے علاوہ (کلام و فلسفہ وغیرہ)"عوام" اور کمتر درجے والوں نیزان لوگوں کی راہ ہے جن کے اور عوام کے درمیان فرق صرف ادلہ کے جاننے میں ہے اور صرف ادلہّ سے آگاہی استدلال نہیں ہے۔[1]

بعض محققین نے عقائد اسلامی کے دریافت کرنے میں امام غزالی اور صوفیوں کی روش کے بارے میں مخصوص کتاب تالیف کی ہے ۔[2] ڈاکٹر صبحی، غزالی کی راہ و روش کو صحیح درک کرنے کے بعدکہتے ہیں:

اگرچہ غزالی ذات خداوندی کی حقیقت کے بارے میں غور و خوض کرنے کو عوام پرحرام جانتے ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ان کے متعلق کوئی انکار نہیں کرتا ، لیکن انھوں نے ادبائ، نحویوں، محدثین ،فقہاء اور متکلمین کو عوام کی صف میں قرار دیا ہے اورتاویل کو راسخون فی العلم میں محدود و منحصر جانا ہے اور وہ لوگ ان کی نظرمیں اولیاء ہیں جو معرفت کے دریا میں غرق اور نفسانی خواہشات سے منزہ ہیں اور یہ عبارت بعض محققین کے اس دعویٰ کی صحت پر خود ہی قرینہ ہے کہ" غزالی" حکمت اشراقی و ذوقی وغیرہ... میں ایک مخصوص اور مرموز عقیدہ رکھتے ہیں جو کہ ان کے عام اور آشکار اعتقاد کے مغائر ہے کہ جس کی بناء پروہ لوگوں کے نزدیک حجۃالاسلام کی منزل پر فائز ہوئے ۔

ڈاکٹر صبحی سوال کرتے ہیں:

کیا حقیقت میں راسخون فی العلم صرف صوفی حضرات ہیں اور فقہائ، مفسرین اور متکلمین حضرات ان سے خارج ہیں؟!

اگر ایسا ہے کہ فن کلام کی پیدائش اور اس کے ظاہر ہونے سے برائیوں میں اضافہ ہوا ہے توکیا یہ استثنائ(صرف صوفیونکو راسخون فی العلم جاننا) ان کے لئے ایک خاص موقع فراہم نہیں کرتا ہے کہ وہ اس خاص موقع سے فائدہ اٹھائیں اورناروا دعوے اور نازیباگستاخیاں کریں؟

---

(1)"الجام العوام عن علم الکلام " ص66تا 67.

(2) ڈاکٹر سلیمان دنیا؛ " الحقیقۃفی نظر الغزالی"

تصوف فلسفی کے نظریات جیسے فیض، اشراق اوراس کے (شرع سے) بیگانہ اصول بہت زیادہ واضح ہیں، اور ان کا اسلامی عقائد کے سلسلے میں شر و نقصان متکلمین کے شرور سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔[1]

لیکن بہر صورت ، اس گروہ نے اسلامی عقائد میں صوفیانہ طرز کے کثرت سے آثار چھوڑے ہیں کہ ان کے نمونوں میں سے ایک نمونہ "فتوحات مکیہ" نامی کتاب ہے۔[2]

د: حسی و تجربی مکتب(آج کی اصطلاح میں علمی مکتب)

یہ روش اسلامی فکر میں ایک نئی روش ہے کہ بعض مسلمان دانشوروں نے آخری صدی میں ، یورپ کے معاصر فکری رہبروںکی پیروی میں اس کو بنایاہے ، اس روش کا اتباع کرنے والے جدید مصر، ہند، عراق اور ان دیگر اسلامی مما لک میں نظر آتے ہیںجو غرب کے استعماری تمدن اور عالم اسلام پر وارد ہونے والی فکری امواج سے متاثر ہوگئے ہیں۔

وہ لوگ انسانی معرفت و شناخت کے وسائل کے بارے میں مخصوص نظریات رکھتے ہیں، حسی اور تجربی روشوں پر مکمل اعتماد کرنا اورپرانی عقلی راہ وروش اور ارسطوئی منطق کو بالکل چھوڑ دینا ان کے اہم خصوصیات میں سے ہے. یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ" معارف الٰہی"کی بحث اور ما وراء الطبیعت مسائل کو"علوم تجربی"کی روشوں سے اور میدان حس و عمل میں پیشکریں۔[3]

اس جدید کلامی مکتب کے منجملہ آثار میں سے معجزات کی تفسیراس دنیا کی مادی علتوں کے ذریعہ کرنا ہے ، اور نبوت کی تفسیر انسانی نبوغ اورخصوصیات سے کرنا ہے، بعض محققین نے ان نظریات کی تحقیق و بررسی کے لئے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔[4]

اس نظریہ کے کچھ نمونے ہمیں " سرسید احمد خان ہندی" کے نوشتوں میں ملتے ہیں اگرانھیں اس مکتب کا پیرو نہ مانیں ، تب بھی وہ ان لوگوں میں سے ضرورہیں جو اس نظریہ سے ہمسوئی اور نزدیکی رکھتے ہیں، اس نزدیکی کا

---

(1) ڈاکٹر احمد محمود صبحی ؛"فی علم الکلام "ج 2، ص604تا606. (2) شعرانی عبد الوہاب بن احمد ؛" الیواقیت والجواہرفی بیان عقاید الاکابر". سمیع عاطف المزین ؛" الصوفیۃ فی نظر الاسلام "تیسرا ایڈیشن ، دار الکتاب اللبنانی ، 1405ھ ، 1985 ئ. (3)ڈاکٹر عبد الحلیم محمود:" التوحید الخالص اوالاسلام والعقل"، مقدمہ.

(4)ڈاکٹر عبد الرزاق نوفل؛" المسلمون والعلم الحدیث". فرید وجدی؛" الاسلام فی عصر العلم".

سبب بھی یہ ہے کہ انھوں نے غرب کے جدید دانشوروں کے آراء و نظریات کو قرآن کی تفسیر میں پیش کرکے اوراپنی تفسیر کو ان نظریات سے پُر کر کے یہ کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کریں کہ قرآن تمام جدید انکشافات سے موافق اور ہماہنگ ہے، سر سیداحمد خان ہندی بغیر اس کے کہ اپنے نظریئے کے لئے کوئی حدومرز مشخص کریں، اوردینی مسائل اور جدید علمی مباحث میں اپناہدف، روش اور موضوع واضح کریں، ایک جملہ میں کہتے ہیں:"پورا قرآن علوم تجربی انکشافات سے موافق اور ہم آہنگ ہے"۔ [1]

ھ:اہل بیت کا مکتب راہ فطرت

اس مکتب یعنی راہ فطرت کاخمیر، اہل بیت کی تعلیمات میں موجود ہے، ان حضرات نے لوگوں کے لئے بیان کیا ہے :" اسلامی عقائد کا صحیح طریقہ سے سمجھنا انسانی فطرت سے ہم آہنگی اور مطابقت کے بغیر ممکن نہیں ہے" اس بیان کی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے ، کیونکہ قرآن کریم جہاں باطل کا کسی صورت سے گزر نہیں ہے اس میں ذکر ہوا ہے:

((فطرة اللہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم و لکن اکثر الناس لایعلمون) سورہ روم :30.

اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے ، اللہ کی آفرینش میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہے ، یہ ہے محکم آئین لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے!

پروردگار عالم نے اس آیت میں اشارہ فرمایا: دینی معارف تک پہنچنے کی سب سے اچھی راہ انسان کی فطرت سلیم ہے، ایسی فطرت کہ جسے غلط اور فاسد معاشرہ نیزبری تربیت کاماحول بھی بدل نہیں سکتا اوراسے خواہشات ، جنگ و جدال محوا ورنابود نہیں کرسکتے اوراس بات کی علت کہ اکثر لوگ حق و حقیقت کو صحیح طریقے سے درک نہیں کرسکتے یہ ہے کہ خود خواہی (خودپسندی) اور بے جا تعصب نے ان کے نور فطرت کو خاموش کردیا ہے، اور ان کے اور اللہ کے واقعی علوم و حقائق کے اور ان کی فطری درک وہدایت کے درمیان طغیانی اور سرکشی حائل ہو گئی ہے اوردونوں کے درمیان فاصلہ ہو گیا ہے۔

---

(1)۔ محمود شلوت "تفسیر القرآن الکریم" الاجزاء العشرة الاولی" ص 11 ۔ 14، اقبال لاہوری: (احیا ئے تفکر دینی در اسلام) احمد آرام کا ترجمہ ص 147۔151 ، سید جمال الدین اسد آبادی: (العروة الوثقی) شمارہ 7 ،ص 383 ، روم، اٹلی ملاحظہ ہو.

اس معنی کی سنت نبوی ﷺ میں بھی تاکید ہوئی ہے اور رسول خدا ﷺ سے ایک روایت میں مذکور ہے:

"کل مولودٍ یو لد علی الفطر ۃِ فا بوٰ اہ یھو دٰ ا نہ او ینصرٰا نہ او یُمجسانہ"[1]

ہر بچہ اللہ کی پاکیزہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ تو اس کے ماں باپ ہیں جو اسے (اپنی تربیت سے) یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

راہ فطرت کسی صورت عقل و نقل، شہود و اشراق، علمی و تجربی روش سے استفادہ کے مخالف نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ یہ راہ شناخت کے اسباب و وسائل میں سے کسی ایک سبب اور وسیلہ میں محدود و منحصر نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خداوند عالم کی ہدایت کے مطابق میں استعمال کرتی ہے، وہ ہدایت جس کے بارے میں قرآن کریم خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(یمنو ن علیک أن أسلموا قل لاتمنوا علیّ اِسلا مکم بل اللہ یمن علیکم أن ھدا کم للاِیمان اِن کنتم صا دقینَ)[2]

(اے پیغمبر ﷺ) وہ لوگ تم پر اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، تو ان سے کہہ دو! اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ، بلکہ خدا تم پر احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی طرف ہدایت کی ہے، اگر ایمان کے دعوے میں سچے ہو!

دوسری جگہ فرماتا ہے: (و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکیٰ منکم من أحدٍ أبدا) ()[3]

اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا۔

اس راہ کا ایک امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ماننے والے کلامی مناظرے اور پیچیدہ شکوک و شبہات میں نہیں الجھتے اور اس سے دوری اختیار کرتے ہیں۔اور اس سلسلے میں اہل بیت کی ان احادیث سے استناد کرتے ہیں جو دشمنی اور جنگ و جدال سے روکتی ہیں، ان کی نظر میں وہ متکلمین جنھیں اس راہ کی توفیق نہیں ہوئی ہے ان کے اختلاف کی تعداد ایک مذہب کے اعتقادی مسائل میں کبھی کبھی (تقریبا) سینکڑوں مسائل تک پہنچ جاتی ہے۔[4]

---

(1) صحیح بخاری: کتاب جنائز و کتاب تفسیر؛ صحیح مسلم: کتاب قدر، حدیث 22تا 24.مسند احمد: ج 2، ص 233، 275، 293، 410، 481، ج3،ص 353؛ صراط الحق: آصف محسنی. (2)سورہ حجرات 17

(3)سورہ نور21.

(4) علی ابن طاؤوس، "کشف المحجۃ لثمرۃ الحجۃ" ص 11اور ص 20، پریس داروی قم.

یہ پاکیزہ "فطرت" جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے، اہل بیت کی روایات میں کبھی "طینت اور سرشت" اور کبھی "عقل طبیعی" سے تعبیر ہوتی ہے، اس موضوع کی مزید معلومات کے لئے اہل بیت کی گرانبہا میراث کے محافظ اور ان کے شیعوں کی حد یث کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔(1)

اسلامی عقائد کے بیان میں مکتب اہل بیت کے اصول و مبانی

عقائد میں ایک مہم ترین بحث اس کے ماخذ و مدارک کی بحث ہے، اسلامی عقائد کے مدارک جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے،صرف کتاب خداوندی اور سنت نبوی ﷺ ہیں، لیکن مکتب اہل بیت اور دیگر مکاتب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مکتب اہل بیت پوری طرح سے اپنے آپ کو ان مدارک کا تابع جانتا ہے اور کسی قسم بھی کی خواہشات، ہوائے نفس اوردلی جذبات اور تعصب کو ان پر مقدم نہیںکرتا اور ان دونوں مرجع سے عقائد حاصل کرنے میں صرف قرآن کریم اور روایات رسول اسلام میں اجتہاد کے اصول عامہ کو ملحوظ رکھتا ہے، ان میں سے بعض اصول یہ ہیں:

1۔ ان نصوص و تصریحات کے مقابلے میں، جو معارض سے خالی ہوں یا معارض ہو لیکن نص کے مقابل استقامت کی صلا حیت نہ رکھتا ہو، کبھی اجتہاد کو نص پر مقدم نہیں رکھتے اس حال میں کہ بعض ہوا پرستوں اور نت نئے مکتب بنانے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لغو اور بیہودہ تاویلات کے ذریعہ اپنے آپ کو نصوص کی قید سے آزاد کر لیں، عنقریب اس کے ہم چند نمونوںکی نشان دہی کریں گے۔

حضرت امام امیر المومنین "حارث بن حوط" کے جواب میں فرماتے ہیں:

"انک لم تعرف الحقّ فتعرف من اتاہ و لم تعرف البا طل فتعرف مَن أتا ھ"(2)

تم نے حق ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو اور تم نے باطل ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو۔

2۔ دوسرے لفظوںمیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں: مکتب اہل بیت کے ماننے والے کسی چیز کو نص اوراس روایت پر جو قطعی اور متواتر ہو مقدم نہیں کرتے اور یہ اسلام کے عقیدہ میں نہایت اہم اصلی ہے، کیونکہ عقائد میں ظن و گمان اور اوہام کا گزر نہیں ہے، اس پر ان لوگوں کو توجہ دینی چاہیئے جو کہ "سلفی" نقطۂ نظر رکھتے ہیں، نیز

---

(1)کافی کلینی: ترجمہ، ج3، ص 2، باب طینۃ المؤمن والکافر، چوتھا ایڈیشن، اسلامیہ تہران، 1392ھ.(2) نہج البلاغہ، حکمت:262:

وہ لوگ جو آحاد اور ضعیف روایات کو عقائد میں قبول کرتے ہیں اور اس کا شدت کے ساتھ دفاع کرتے ہیں، نیز اسی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں،" سلفی حضرات " اور اہل سنت کے اخباریوں کو توجہ کرنا چاہئے کہ روایات میں " حق و باطل اور سچ وجھوٹ، ناسخ ومنسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ حفظ (حقیقت) ووہم "سب کچھ پائے جاتے ہیں۔[1]

بہت جلد ہی اس موضوع کی مزید شرح و وضاحت پیش کی جائے گی۔

---

(1) نہج البلاغہ: خطبہ 210.

3۔ اسلامی عقائد دو حصّوں پر مشتمل ہیں: ضروری و نظری:

ضروری اسلامی عقائد:

ضروری وہ ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا مگر یہ کہ دین کے دائرہ سے خارج ہو جائے کیونکہ ضروری کا شمار، دین کے بدیہیات وواضحات میں ہوتا ہے جیسے: توحید، نبوت اور معادوغیرہ۔

نظری اسلامی عقائد:

نظری وہ ہیں جو تحقیق و برہان، شاہد و دلیل کا محتاج ہو اور اس میں صاحبان آراء و مذاہب کا اختلاف ممکن ہو، ضروری عقائد کا منکر کافر ہو جاتا ہے لیکن نظری عقائد کے منکر تکفیر سے روکا گیا ہے۔

4۔ عقیدہ میں قیاس اور استحسان کی کوئی اہمیت نہیں جانتے ہیں۔

5۔ حکم صریح عقلی کی حکم صحیح نقلی سے مقافقت پر ایمان رکھتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ تمام اوصاف لازم کی ان دونوں میں رعایت کی گئی ہو اور کبھی بھی ظن و گمان کو یقین کی جگہ قرار نہیں دیتے وہ لوگ کبھی ضیعف خبر سے استناد نہیں کرتے اور نہ ہی خبر واحد کو صحیح متواتر کی جگہ اپناتے ہیں۔

6۔ ذاتی اجتہاد، خیال بافی اور گمان آفرینی سے عقائد میں اجتناب کرتے ہوئے ان تعبیروں سے جو بدعت شمار ہوتی ہیں کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں ۔

7۔ اللہ کے تمام انبیاء اوربارہ ائمہ کو صلوات اللہ اجمعین معصوم جانتے ہیں اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے آثار نیز صحیح و معتبر روایات پر ایمان رکھنا واجب ہے اور مجتہدین حضرات ان آثار میں کبھی درست اور صواب کی راہ اختیار کرتے ہیں تو کبھی خطا کر جاتے ہیں، لیکن وہ اجتہاد کی تمام شرطوں کی رعایت کریں اور اپنی تمام کوششوں اورصلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو معذورقرارپائیں گے ۔

8۔ امت کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں "محدَّث" اور "مُلهَم" کہتے ہیں: نیز ایسے لوگ بھی ہیں جو صحیح خواب دیکھتے ہیں اور اس کے ذریعہ حقائق تک رسائی حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ ساری باتیں اثبات چاہتی ہیں اور ان کا استعمال ذاتی عقیدہ کی حدتک ہے اوراس پر عمل انفرادی دائرہ سے آگے نہیں بڑھتا۔

9۔عقائد میں مناظرہ اور مناقشہ اگر افہام و تفہیم کے قصد سے آداب تقویٰ کی رعایت کے ساتھ ہو تو پسندیدہ ہے، لیکن یہ انسان کا فریضہ ہے کہ جو نہیں جانتا اس کے بارے میں کچھ نہ کہے ،بحث و مناظرہ اگر ضد،ہٹ دھرمی ، خود نمائی کے ساتھ نا زیبا کلمات اور بد اخلاقی کے ذریعہ ہو تو یہ امر نا پسندیدہ اور قبیح ہے اور اس سے عقیدہ کی حفاظت کے لئے اجتناب واجب ہے۔

10 ۔ "بدعت"دین کے نام پر ایک اختراعی اور جعلی چیز ہے جو کہ دین سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ ہی شریعت میں کوئی اصل رکھتی ہے کبھی ایسی چیز کو بھی "بدعت" کہہ دیتے ہیں کہ اگر دقت اور غور و خوض سے کام لیا جائے تو وہ "بدعت" نہیں ہے، جیسا کہ بعض ان چیزوں کو جو" سنت" نہیں ہیں سنت کہہ دیتے ہیں ، لہٰذا فتویٰ دینے سے پہلے غور و فکر کرنا لازم ہے۔[1]

11 ۔"تکفیر" کے بارے میں غور و فکر اور دقت نظر واجب ہے اس لئے کہ جب تک کسی کا کفر خود اس کے قرار یا قطعی بینہ ذریعہ ثابت نہ ہو اس کے بارے میں کفر کا حکم جائیز نہیں ہے ، کیونکہ(تکفیر) حد شرعی کا باعث ہے اور حد شرعی کے بارے میں فقہی قاعدہ یہ ہے کہ "اِنَّ الحدودتدرأبالشبھات" حدود شبہات سے بر طرف ہو جاتے ہیں اور دوسرونکو کافر سمجھنا عظیم گناہ ہے مگر یہ کہ حق ہو۔

12 ۔ اختلافی مواردمیں "کتاب، سنت اور عترت"کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے حکم دیا ہے اور خداوند عالم اس کے بارے میں فرماتا ہے:

(و لو ردُّوہُ اِلٰی الرسو ل و اِلٰی أولی الأمر منھم لعلمہ الذین یستنبطو نہ منھم و لولافضل اللہ علیکم و رحمتہ لا تَّبعتمُ الشَّیطان اِلاَّ قلیلا ً)[2]

اوراگر(حوادث اورپیش آنے والی باتوں کے سلسلہ میں)پیغمبر ﷺ اور صاحبان امرکی طرف رجوع کریں تو انہیںٰبنیادی مسائل سے آگاہی و آشنائی ہو جائے گی ، اگر تم پرخداکی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوتا تو کچھ لوگوں کے علاوہ تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرتے۔

---

(1)سید مرتضیٰ علی ابن الحسین الموسوی (وفات 436ھ ، رسائل الشریف المرتضی ، رسالۃ الحدود والحقائق.

(2) نساء 83.

13 ۔ خدا وند عالم کے صفات سے متعلق اہل بیت کا نظریہ یہ ہے:

" خدا وند عالم؛ حی ،قادر اور اس کا علم ذاتی ہے ، یعنی حیات ،قدرت اور علم عین ذات ِباری تعا لیٰ ہے، خدا وند سبحان (مشبّہہ اور بد عت گزا روں جیسے ابو ہا شم جبائی کے قول کے بر خلاف) زائد بر ذات صفات و

احوال سے منزہ و مبرا ہے، یہ ایسا نظریہ ہے جس پر تمام اما میہ اور معتز لہ(ما سوا ان لوگوں کے جن کا ہم نے نام لیا ہے) اکثر مرجئہ تمام زیدیہ اور اصحاب حدیث و حکمت کے ایک گروہ کا اتفاق ہے[1] ان کا اثبات و تعطیل کے درمیا ن ایک نظریہ ہے یعنی با و جو دیکہ خدا وند سبحا ن کو زائد بر ذات صفات رکھنے سے منزہ جانتے ہیں لیکن اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات سے متعلق بحث کو ممنوع اور بے فائدہ نہیں جانتے ہیں"۔

14 ۔وہ لوگ " حسن و قبح" عقلی کے معتقدہیں اور کہتے ہیں : بعض اشیاء کے " حسن و قبح" کا درک کرنا عقل کے نزدیک بدیہی اور آشکار ہے۔

---

(1) شیخ مفید؛" اوائل المقالات" ص 18

اہل بیت کی راہ قرآن کی راہ ہے

اسلامی عقائد میں مکتب اہل بیت کو جب بدیہی معلومات اور با عظمت یقینیات کے ساتھ موازنہ کیا جاتا ہے تو اس کی فوقیت و برتری کی تجلی کچھ زیادہ ہی نمایاںہو جاتی ہے، ہم اس کے کچھ نمونوں کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

1۔ توحید کے بارے میں:

توحید کے سلسلے میں اہل بیت کا مکتب قرآن کریم کی تعلیم کی بنیا دپر خدا وند عالم کو مخلوقات سے ہر قسم کی تشبیہ اور مثال و نظیر سے بطور مطلق منزہ قرار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا :

(لیس کمثله شیئ وهو السمیع البصیر)[1]

کوئی چیز اس (خدا) کے جیسی نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔

اسی طرح نگا ہوں سے رویت خدا وندی کو قرآن کریم کے الہام کے ذریعہ مردود جانتا ہے ، جیسا کہ ارشاد ہوا:(لا تد رکه الأبصا روهوید رک الأبصاروهواللّطیف الخبیر)[2]

نگا ہیں (آنکھیں) اسے نہیں دیکھتیں لیکن وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف و آگا ہ ہے۔

نیز مخلوقات کے صفات سے خدا کی توصیف کرنا مخلوقات کی طرف سے نا ممکن جانتا ہے ، جیسا کہ ارشاد ہوا:

الف ۔(سبحا نه وتعا لیٰ عمّایصفون) [3]

جو کچھ وہ توصیف کرتے ہیں خدا اس سے منزہ اور برتر ہے!

ب ۔(سبحان ربک ربّ العزّة عمّایصفون) [4]

---

(1)شوری 11.

(2) انعام 103

(3) انعام 100

(4)صافات 180

تمہارا پروردگارپروردگارِ عزت ان کی توصیف سے منزہ اور مبرا ہے۔

2۔عدل کے بارے میں :

مکتب اہل بیت نے خدا سے ہر قسم کے ظلم و ستم کی نفی کی ہے اور ذات باری تعالیٰ کو عدل مطلق جانتا ہے،جیسا کہ خدا وند عالم نے فرمایا :

الف۔ (اِنّ اللہ لایظلم مثقال ذرۃ)

بیشک خدا وند عالم ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ۔

ب۔(ان اللہ لایظلم الناس شیئاً و لکن الناس أنفسھم یظلمون)[1]

بیشک خداوند عالم لوگوں کے اوپر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر کچھ بھی ظلم کرتے ہیں ۔

3۔ نبوت کے بارے میں :

نبوت کے بارے میں مکتب اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام مطلقاً معصوم ہیں ، کیونکہ خدا وند عالم کا ارشاد ہے :

الف:۔(وما کا ن لنبیٍ أن یغلّ ومن یغلل یأت بماغلّ یوم القیامۃ)[2]

اور کوئی پیغمبر خیانت نہیں کرتا اور جو خیانت کرے گاقیامت کے دن جس چیز میں خیانت کی ہے اسے اپنے ہمراہ لائے گا۔

ب:۔ (قل اِنیّ أخاف اِن عصیت ربیّ عذا ب یومٍ عظیمٍ)[3]

(اے پیغمبر ﷺ)کہہ دو! میں بھی اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس عظیم دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔

ج :۔ (ولو تقوّل علینا بعض الأقا ویلِ)(لاخذ نا منہ با لیمین ثُمَّ لقطعنا منہ الوتین)[4]

اگر وہ (پیغمبر) ہم پر جھوٹا الزام لگاتا تو ہم اسے قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے، پھر اس کے دل کی رگ کو قطع کر دیتے۔

اسی طرح مکتب اہل بیت تمام فرشتوں کو بھی معصوم جانتا ہے ، کیونکہ خدا وند عالم نے فرمایا ہے:

---

(1)یونس 44 (2) آل عمران 161 (3) انعام 15. (4)حاقۃ44۔46

(عليهاملا ئكة غلا ظ شدا دلا يعصو ن الله مآأمر هم ويفعلو ن ما يؤمرون)

اُس (جہنم) پر سخت گیر اور درشت مزاج فرشتے مامور ہیں اور کبھی خدا کی جس کے بارے میں اس نے حکم دیا ہے نا فرمانی نہیں کرتے اور جس پر وہ مامور ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔[1]

4۔امامت کے بارے میں:

مکتب اہل بیت کہتا ہے: امامت یعنی، پیغمبر اکرم ﷺ کی دینی اور دنیا وی امور میں نیا بت یہ ایک ایسا اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ جو غیر معصوم کو نہیں ملتا، کیونکہ، خدا وند عالم نے فرمایا ہے:

(واِذ ابتلیٰ اِبرا هیم ربُّه بکلما ت فا تمّهنّ قال اِنّی جا علک للناس اِماماً قال و من ذُرّ یتی قال لا ینا ل عهدی الظّالمین)[2]

اور جب ابراہیم کو ان کے رب ّ نے چند کلمات (طریقوں) سے آزمایا اور وہ بحسن و خوبی اس سے عہدہ بر آہو گئے تو خدا وند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو لوگوں کا امام اور پیشوا قرار دیا! ابراہیم نے عرض کیا: میری ذریت میں بھی اس عہد کو قرار دے گا؟ فرمایا: میرا یہ عہد ظالموں کو نصیب نہیں ہو گا۔

آیت شریفہ کے (مضمون اور ابراہیم کے امتحان دینے کی کیفیت) سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تمام رسولوں، انبیاء اور ائمہ کے خواب جھوٹ سے محفوظ بلکہ صادق ہوتے ہیں اور خدا وند عالم انھیں خواب میں بھی غلطی اور اشتباہ سے محفوظ رکھتا ہے۔[3]

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ راہ اہل بیت کی قرآن کریم سے مطابقت اور ہماہنگی کا ایک نمونہ تھا۔

---

(1) تحریم 6

(2) بقرہ 124

(3) شیخ مفید، اوائل المقالات، ص 41۔

مکتب اہل بیت میں ''عقل'' کا مقام

مکتب اہل بیت کا نظریہ عقل کے استعمال اور اس کی اہمیت کے متعلق ایک درمیانی نظریہ ہے جو معتزلہ کی تندروئی اور شدت پسندی سے اور اہل حدیث کے ظاہربین افراد کی سستی اور جمود سے محفوظ ہے۔

شیخ مفید(متوفی 413ھ)کہتے ہیں:

یہ جو بات امامیہ کے مخالفین کہتے ہیں:"تمہارے ائمہ کی امامت پر صریح اخبار تو اتر کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں اور آحاد خبریں حجت نہیں ہیں" ہمارے مکتب کے لئے ضرر رساں نہیںہے اور ہماری حجت و دلیل کو بے اعتبار نہیںکرتی، کیونکہ ہماری خبریں" عقلی دلائل کے ہمراہ ہے، یعنی وہ دلائل ماضی میں جن کی تفصیل اماموں کی امامت اور ان کے صفات کے بارے میں گزر چکی ہے، وہ دلائل (جیسا ہمارے مخالفین نے تصور کیا ہے) اگر باطل ہوں، تو" ائمہ پر نص کے وجوب کے عقلی دلائل" بھی باطل ہو جائیں گے۔"[1]

اور یہ بھی کہتے ہیں:" ہم خدا کی مرضی اور اس کی توفیق سے، اس کتاب میں مکتب شیعہ اور مکتب معتزلہ کے درمیان فرق اور عدلیہ شیعہ اور عدلیہ معتزلہ کے درمیان افتراق وجدائی کے اسباب کا اثبات کریں گے۔"[2]

شیخ صدوق محمدبن بابویہ (متوفی 381ھ) فرماتے ہیں:" خداوند عالم کسی سبب کی سمت دعوت نہیں دیتا مگر یہ کہ اس کی حقانیت کو عقول میں اجاگر کردے اور اگر اس کی حقانیت کو عقلوں میں اجاگر اور روشن نہ کیا ہو تو دعوت ناروا اور بے جا ہوگی اور حجت ناتمام کہلائے گی، کیونکہ اشیاء اپنے اشکال کو جمع کرنے والی اور اپنی ضد کے بارے میں خبر دینے والی ہیں، لہٰذا اگر عقل میں رسولوں کے انکار کی جگہ اور گنجائش ہوتی تو خداوندعالم کسی پیغمبر کو ہرگز مبعوث نہ کرتا۔"[3]

---

(1) شیخ مفید؛" المسائل الجارودیہ"ص46، طبع، شیخ مفید،ہزار سالہ عالمیکانفرنس، قم، 1413ھ.

(2) شیخ مفید؛"اوائل المقالات فی المذاہب و المختارات"

(3) ابن بابویہ؛"کمال الدین و تمام النعمۃ" طبع سنگی، تہران، 1301ھ.

مزید کہتے ہیں: اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ کہا جائے: ہم نے خدا کو اس کی تائید و نصرت سے پہچانا، کیونکہ، اگر خدا کو اپنی عقل کے ذریعہ پہچانا تو وہی عقل عطا کرنے والا ہے اور اگر ہم نے اسے انبیائ، رسولوں اور اس کی حجتوں کے ذریعہ پہچانا تو اسی نے تمام انبیاء رسولوں اور ائمہ کا انتخاب کیا ہے اور اگر اپنے نفس کے ذریعہ معرفت حاصل کی تو اس کا بھی وجود میں لانے والا خداوند ذوالجلال ہے لہٰذا اسی کے ذریعہ ہم نے اس کو پہچانا۔ "(1)

اس طرح سے عقل کا استعمال اور اس سے استفادہ کرنا، یعنی اس کا کتاب، سنت اور ائمہ معصومین کے ہمراہ کرنا اہل بیت کی روش کے علاوہ کہیں کسی دوسری اسلامی روش میں نہیں ملتا ہے۔

امام جعفر صادقؑاس سلسلہ میں فرماتے ہیں:"لولا الله ماعرفنا ولولانحن ماعرف الله" اگر خدا نہ ہوتا تو ہم پہچانے نہیںجاتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو خدا پہچانا نہیں جاتا۔ (2)

اس حدیث کی شرح میں شیخ صدوق کہتے ہیں: یعنی اگر خدا کی حجتیں نہ ہوتیں تو خدا جیسا کہ وہ مستحق اور سزاوار ہے پہچانا نہیں جاتا اور اگر خدا نہ ہوتا تو خدا کی حجتیں پہچانی نہیں جاتیں۔"(3)

کلامی مناظرہ اور اہل بیت کا نظریہ

گزشتہ بحثوں میں ان لوگوں کے نظریہ سے آگاہ ہو چکے جو دین میں بطور مطلق ہر طرح کے بحث و مناظرہ کو ممنوع جانتے ہیں نیز ان لوگوں کے نظریہ سے آشنا ہوئے جو معتدل رہتے ہوئے اقسام مناظرہ کے درمیان تفصیل اور جدائی کے قائل ہیں۔

اہل بیت کی روش بھی اس سلسلے میں معتدل اوردرمیانی ہے، وہ لوگ کتاب خداوندی کی پیروی میں جدال کی دو قسم کرتے ہیں:

1۔ جدال حسن

2۔ جدال قبیح

خداوند متعال فرماتا ہے:

---

(1) توحید شیخ صدوق؛ ص 290.(2)توحید صدوق، ص290(3)توحید صدوق، ص290

(أُدعُ اِلیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم با لتی هی احسن اِنَّ ربّک هواعلم بمن ضلَّ عن سبیله وهوأعلم بالمهتدین)

(لوگوں کو) حکمت اورنیک موعظہ کے ذریعہ سے اپنے ربّ کے راستہ کی طرف دعوت دو اور ان سے نیک روش سے جدال و مناظرہ کرو تمہارا ربّ ان لوگوں کے حال سے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے اور گمراہ ہوگئے ہیں زیادہ واقف ہے اور وہی ہدایت یافتہ افراد کو بہتر جانتا ہے۔[1]

اس سلسلہ میں شیخ مفید فرماتے ہیں:

(ہمارے ائمہ)صادقین نے اپنے شیعوں کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ وہ اظہار حق سے بازرہیں اوراپنا تحفظ کریں" اور حق کو اپنے اندردین کے دشمنوں سے چھپائے رکھیں اوران سے ملاقات کے وقت اس طرح برتاؤ کریں کہ مخالف ہونے کا شبہ ان کے ذہن سے نکل جائے، کیونکہ یہ روش اس گروہ کے حال کے لئے زیادہ مفید تھی، نیزاسی حال میں شیعوں کے ایک دوسرے گروہ کو حکم دیا کہ مخالفین سے بحث و مناظرہ کرکے انھیں حق کی سمت دعوت دیں، کیونکہ ہمارے ائمہ جانتے تھے کہ اس طریقہ سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"[2]

شیخ مفیدکی اپنی گفتگو میں "صادقین" سے مرادرسول خدا ﷺ کی عترت سے "منصوص ائمہ" ہیں کہ خداوندعالم نے اپنی کتاب میں جن کی طہارت کی گواہی دی اور انھیں گناہ و معصیت سے پاک و پاکیزہ قرار دیا اور انھیں مخاطب قرار دے کر فرمایا ہے:

(اِنّما یر ید الله لیذ هب عنکم الرّجس أهل البیت ویطهِّرَکم تطهیرا ً)[3]

خداوندعالم کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیت سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

خداوندعالم نے امت اسلامی کو بھی تقوائے الٰہی اور عقیدہ و عمل میں ان حضرات کی ہمراہی کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(یا أیها الذ ین آ منوا اتّقوا الله وکونو امع الصَّا دقین)[4]

اے اہل ایمان! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!

---

(1) نحل 125(2) شیخ مفید؛" تصحیح الاعتقاد"ص 66.(3) احزاب 33 .(4)توبہ 119.

بیشک وہ ایسے امام ہیں جن کے اسمائے گرامی کو رسول خدا ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا اور ہر ایک امام نے اپنے بعد والے امام کا بارہ اماموں تک واضح اور آشکار تعارف کرایا ہے، ان کے اولین وآخرین کے نام اور عدد پر نص اور صراحت رسول گرامی ﷺ کی سنت میں موجود ہے، جو چاہے رجوع کر سکتا ہے۔[1]

عقل وحی کی محتاج ہے

منجملہ ان باتوں کے جو عقل و شرع کے درمیان ملازمہ کے متعلق مکتب اہل بیت میں تاکید کرتی ہیں وہ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ہے، وہ کہتے ہیں: (عقل وحی کی محتاج ہے) لیکن حضرت ابراہیم خلیل کا استدلال کہ زہرہ کی طرف نظر کر کے اس کے بعد چاند اس کے بعد سورج کی طرف نظر کر کے ان کے ڈوبنے کے وقت کہا:

(یا قوم اِنّی برئ ممّا تشرکون)[2]

اے میری قوم! میں ان شرکاء سے جو تم خدا کے لئے قرار دیتے ہو بیزار ہوں۔

یہ کلام اس وجہ سے تھا کہ آپ ملہم نبی اور الہام خداوندی کے ذریعہ مبعوث پیغمبر تھے، کیونکہ خداوند عالم نے خود ہی فرمایا ہے:

(و تلک حُجَّتُنا ئَ اتینا ھا اِبرا ھیم علیٰ قو مہ) [3]

یہ ہمارے دلائل تھے جن کو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا۔

اور تمام لوگ ابراہیم کے مانند (غیبی الہام کے مالک) نہیں ہیں، اگر ہم توحید کی شناخت میں خدا کی نصرت اور اس کی شناسائی کرانے سے بے نیاز ہوتے اور عقلی شناخت ہمارے لئے کافی ہوتی تو خداوند سبحان پیغمبر اکرم ﷺ سے نہیں فرماتا:

(فا علم أنّہ لا اِلہ اِلاَّ اللّٰہ) [4]

پھر جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

ابن بابویہ کی مراد یہ ہے کہ عقل بغیر وحی کی نصرت و تائید کے جیسا خدا کو پہچاننا چاہئے نہیں پہچان سکتی، نہ

---

(1) ابن عباس، جوہری "مقتضب الاثر فی النص علی عدد الائمہ الاثنی عشر"؛ ابن طولون الدمشقی، الشذرات الذھبیہ فی ائمہ الاثناء عشریہ"؛ المفید، المسائل الجارودیۃ، ص 45، 46. طبع ہزار سالہ شیخ مفید کانفرس قم، 1413ھ ؛"اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات" شیخ حر عاملی تحقیق: ابو طالب تجلیل طبع قم، 1401ھ ، ملاحظہ ہو۔

(2) سورہ انعام 78. (3) سورہ انعام 83. (4) سورہ محمد 19.

یہ کہ عقلی نتائج بے اعتبار ہیں۔[1]

یہی مطلب شیخ مفید کی بات کا بھی ہے کہ فرماتے ہیں: عقل مقدمات اور نتائج میں وحی کی محتاج ہے۔[2]

لیکن اسی حال میں ،وہ خود عقل کے استعمال کو عقائد اسلامی کے سمجھنے میں تقویت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: خدا کے بارے میں گفتگو کرنے کی ممانعت صرف اس لئے ہے کہ خلق سے خدا کی مشابہت اور ظلم و ستم کی خالق کی طرف نسبت دینے سے لوگ باز آئیں۔[3]

انھوں نے عقل و نظر کے استعمال کے لئے مخالفین سے احتجاج کرنے میں دلیل پیش کی ہے اور ان لوگوں کو فکر (رائے)و نظر کے اعتبار سے ناتواں اور ضعیف تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" عقل و نظر کے استعمال سے روگردانی کی بازگزشت تقلید کی طرف ہے کہ جس پرپوری امت کا اتفاق ہے کہ وہ مذموم اورنا پسند ہے۔"[4]

نقل کا مرتبہ

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ " عقل " اہل بیت کے مکتب میں اپنی تمام تر ارزش و اہمیت کے باوجود "معرفت دینی " میں نور وحی سے بے نیاز نہیں ہے اور اس سے کوئی بھی کلامی اور اسلامی مکتب فکر انکار نہیں کرتا، جو کچھ بحث ہے نقل پر اعتماد کے حدود کے سلسلے میں ہے ، کیونکہ نقل (یہاں پر اس سے مراد حدیث ہے چونکہ قرآن کریم کی نقل متواتر اور قطعی ہے) کبھی ہم تک متواتر صورت میں پہنچتی ہے ، یعنی راویوں اورناقلین کی کثرت کی وجہ سے ہر طرح کے شکوک و شبہات برطرف ہو جاتے ہیں، اس طرح سے کہ انسان کو رسول اکرم ﷺ یا عترت طاہرہ یا آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے حدیث صادر ہونے کا اطمینان پیدا ہو جاتا ہے، لیکن کبھی حدیث اس حد کو نہیں پہنچتی ہے، بلکہ صرف ظن قوی یا گمان ضعیف حاصل ہوتا ہے اور کبھی اس حد تک پہنچتی ہے کہ اسے خبر واحد کہتے ہیں ، یعنی وہ خبر جو ایک آدمی نے روایت کی ہو اورصرف ایک شخص اس خبر کے معصوم سے صادر ہونے کا مدعی ہو اس حالت میں بھی بہت سارے مقامات پر شک و جہل کی طرف مائل ظن اور گمان پیدا ہوتا ہے۔

مکتب اہل بیت کا اس آخری حالت میں موقف یہ ہے:

---

(1) توحید: ص 292.(2) شیخ مفید؛ " اوائل المقالات " ص 11۔12.(3) تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد: ص 26، 27.(4) تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد: ص 28، طبع شدہ با اوائل المقالات ، تبریز، 1370 ھ ، ش.

"اس طرح کی روایات کے صدق و صحت پر اگر کوئی قرینہ نہ ہو توقابل اعتماد اور لائق استناد نہیں ہیں۔"

عقائد میں خبر واحد کا بے اعتبار ہونا

مکتب اہل بیت میں خبر واحد پر بے اعتمادی جب عقیدتی مسائل تک پہنچتی ہے تو جو کچھ ہم نے کہا اس سے بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے، کیونکہ عقائد اپنی اہمیت کے ساتھ ضعیف دلائل اور کمزور براہین سے ثابت نہیں ہوتے ہیں، بالخصوص ہمارے زمانہ میں جب کہ ہمارے اور رسول اکرم ﷺ نیز سلف صالح کے زمانے میں کافی فاصلہ ہوگیا ہے اور ہم پر فرض ہے کہ کافی کوشش و تلاش کے ساتھ مشکوک اور گمان آور باتوں سے اجتناب کرتے ہوئے یقینیات یقین کرنے والی باتیں یا جو ان سے نزدیک ہوں ان کی طرف رخ کریں، تاکہ ان فتنوں اور جدلی اختلافات اور جنجالوں میں واقع ہونے سے محفوظ رہیںجودین اور امت کے اتحاد کو بزرگترین خطرہ سے دوچار کرتے ہیں۔

شیخ مفید اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"ہمارا کہنا یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ اخبار آحاد سے آگاہی اور ان پر عمل کرنا واجب نہیں ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے دین میں خبر واحد کے ذریعہ قطع و یقین تک پہنچے مگر یہ کہ اس خبر کے ہمراہ کوئی قرینہ ہو جو اس کے راوی کے بیان کی صداقت پر دلالت کرے، یہ مذہب تمام شیعہ کا اور بہت سے معتزلہ، محکمہ کا اور مرجئہ کے ایک گروہ کا ہے کہ جو عامہ کے فقیہ نما افراد اور اصحاب رائے کے خلاف ہے۔" (1)

جی ہاں! عقیدتی مسائل میں مکتب اہل بیت کے پیرو محتاط ہیں کیونکہ اہل بیت نے اپنے ماننے والوں کو احتیاط کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب ورع وہ ہے جو شبہات کے وقت اپنا قدم روک لے اور احتیاط سے کام لے۔

بحث کا خاتمہ

اب ہم اپنی بحث کے خاتمہ پر عقائد اسلامی سے متعلق مکتب اہل بیت علیہم السلام کی روش بیان کرنے اس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اہل بیت کا نہج اور راستہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کامل اور اکمل نہج اور راستہ ہے، جو اپنی جگہ پر شناخت کے تمام وسائل سے بہرہ مند ہے، مثال کے طور پر الٰہیات کے مسائل اور باری تعالیٰ کے صفات کو تجربہ کی راہ سے درک نہیں کرتا، کیونکہ یہ مسائل ایسے وسائل کی دسترس سے

---

(1) اوائل المقالات، ص 100، طبع تبریز 1370ھ ش.

دورہیں، اسی طرح ایک وسیلہ پر جمود اوراڑے رہنے جیسے باطنی اشراق اورصوفی عشق وذوق کو بھی جائز نہیں سمجھتا، جس طرح کہ عقل کے بارے میں بھی زیادہ روی اور غلو سے کام نہیں لیتا اورا سے مستقل اورتمام امور (منجملہ ان کے غیب اورنہاں نیز جزئیات معاد) کا درک کرنے والا نہیں جانتا اور وحی (نقل) کے بارے میں کہتا ہے کہ وحی کا درک کرنا نور عقل سے استفادہ کئے بغیر نا ممکن ہے۔

اہل بیت کا مکتب یہ ہے کہ جو بھی روایت، سنت اور نقل کی صورت میں ہو-جب تک کہ اس کی نسبت کی صحت پیغمبر اکرم ﷺ، ائمہ اور صحابہ کی طرف ثابت نہ ہو نیز جب تک اس کا تمام نصوص اورقرآن کی تصریحات سے مقابلہ نہ کرلے اور اس کے عام و خاص، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور حقیقت و مجاز کو پہچان نہ لے، اس وقت -تک اس کے قبول کرنے میں سبقت نہیں کرتا، مختصر یہ کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام اس "اجتہاد" پر موقوف ہے جو نصوص سے شرعی مقصود کے سمجھنے میں جد و جہد اور قوت صرف کرنے اور اپنی تمام تر توانائی کا استعمال کرنے کے معنی میں ہے، اس کے باوجود نقد و تحقیق اور علمی مناظرہ اور مناقشہ سے -جب تک عواطف وجذبات کو برانگیختہ نہ کیا جائے، یا دشمنی نہ پیدا ہو- نہ صرف یہ کہ منع نہیں کرتا بلکہ اسے راہ پروردگار کی طرف دعوت، جدال احسن، حکمت اور موعظۂ حسنہ سمجھتا ہے، جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا ہے:

(و الّذین آمنوا وعملو االصا لحا ت لا نُکلّف نفساً اِلّاو سعها اولآ ئک أصحاب الجنّة هم فیها خا لدون)(ونزعنا ما فی صدورهم من غلّ تجری من تحتهم الأنهاروقالوا ألحمد لله الذی هدا نا لهٰذا وما کُنا لنهتدی لو لاأن هدا نا الله لقد جائت رُسل ربّنا بالحقّ و نو دوا أن تلکم الجنّةأورثتمو ها بما کنتم تعملون)[1]

اورجو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہ اہل بہشت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ان کے دلوں میں کینہ ہے، اسے ہم نے یکسر ختم کردیا ہے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ کہتے ہیں: خدا کی ستائش اور اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس راستہ کی ہدایت کی" ایسا راستہ کہ اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم راہ گم کر جاتے! یقینا ہمارے ربّ کے رسول حق لائے !(" ایسے موقع پر) ان سے کہا جائے گا: یہ بہشت ان اعمال کے عوض اور بدلے میں جو تم نے انجام دئے ہیں، تمھیںبطور میراث ملی ہے۔

---

(1)اعراف 42،43

روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات

1۔ مسعودی کی روایت کے مطابق آغاز خلقت:

مسعودی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام علی سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابتدائے خلقت کو اپنے مختصر سے خطبہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"فسح الأرض علی ظھر الماء ، وأخرج من الماء دخا ناً فجعله السما ء ، ثم استجلبھما اِلی الطا عة فا ذعنتابا لا ستجا بة ، ثم أنشأ اللہ الملا ئکة من انٔوار ابٔدعھا و ارواح اختر عھا ، و قرن بتو حید ہ نبوّ ة مُحَمَّد صلی اللہ علیه وآله و سلم فشھرت فِی السماء قبل بعثته فیِ الأرض ، فلما خلق اللہ آ دم أ بان فضله للملا ئکة، و أرا ھم ما خصّه به من سا بق العلم من حیث عرَّ فه عند استنبا ئهِ ا یّا ہ أ سماء ا لا شیا ء ، فجعل اللہ آدم محرا باً وکعبة وبا باً و قبلة أ سجد الیھا ألا بر ار و الر وحا نیین الأ نوار ثم نبّه آدم علی مستو د عه ، وکشف له عن خطر ما ائتمنه علیه ، بعد ما سما ہ اِ ما ماً عند الملا ئکة"(1)

اس (خدا) نے پانی کی پشت پر زمین بچھائی اور پانی سے بھاپ اور دھواں نکالا اور اسے آسمان بنایا، پھر ان دونوں کو اطاعت کی دعوت دی، ان دونوں نے بھی عاجزانہ جواب دیا اور لبیک کہی، اس کے بعد اس نور سے جسے خود پیدا کیا تھا اور اس روح سے جسے خود ایجاد کیا تھا فرشتوں کی تخلیق کی، اپنی توحید ویکتا پرستی سے محمد ﷺ کی نبوت کو وابستہ کیا اس وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ زمین پر مبعوث ہونے سے پہلے آسمان پر مشہور تھے،جب خدا نے حضرت آدم کو خلق کیا تو ان کی فوقیت وبرتری فرشتوں پر برملا وآشکار کی ،نیز علم ودانش کی وہ خصوصیت جو اس نے پہلے ہی حقیقت اشیاء کے بارے میں خبر دینے کے واسطے آدم کو دے رکھی تھی، فرشتوں

---

(1)مروج الذہب، ج1، ص 43

کو بتائی، پس خدا نے آدم کو محراب، کعبہ، باب اور قبلہ قرار دیا تا کہ نیک لوگ، روحانی اور نورانی افراد اس کی طرف سجدہ کو آئیں، پھر انھیں (فرشتوں کے سامنے امام پکارنے کے بعد) ان کے امانت دار ہونے سے آگاہ کیا اور اس کے خطرات اور اس کی لغزشوں کو ان کے سامنے نمایاں کیا۔

2۔ نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں خلقت و آفرینش کا آغاز:

" أنشأ الخلق اِنشا ئً ، و ابتدأ ہ ابتدا ءً ، بلا رو یّۃ أ جا لھا ، ولا تجر بۃ استفا د ھا ، و لا حر کۃ أ حد ثھا، ولا ھما مۃ نفس اضطر ب فیھا، أ حا ل الا شیا ء لاوقا تھا ، و لأ م بین مختلفا تھا، و غرَّز غرا ئز ھا ، و ألز مھا أشبا حھا؛ عالماً بھا قبل ابتدا ئھا ، محیطاً بحدود ھا وأنتھا ئھا ، عا رفاً بقر ائنھا و أحنا ئھا، ثمّ أ نشأ سبحا نہ فتق الأجوا ئ، و شق الأرجا ئ، و سکا ئک الھوا ئ، فأجری فیھا ما ئً متلا طماً تیاّ رہ ، متراکماً زخّا رہ، حملہ علی متن الریح العا صفۃ، والز عزع القا صفۃ، فأ مر ھا بردّہ، وسلّطھا علی شدّہ و قر نھا الی حدّہ؛ الھواء من تحتھا فتیق، و الما ء من فو قھا دفیق ، ثم أنشأ سبحا نہ ریحاً اعتقم مھبّھا، وأ دا م مر بّھا ، و أعصف مجرا ھا ، و أبعد منشاھا ، فأ مر ھا بتصفیق الماء الزّخّا ر، و اِثا رۃ موج البحا ر، فمخضتہ مخض السّقا ئ، و عصفت بہ عصفھا با لفضا ئ، تردُّ أوَّ لہ اِلی آخرہ و سا جیہ اِلی ما ئرہ، حتیّ عبّ عبا بہ، و رمی با لزّبد رکامہ، فر فعہ فی ھو اء منفتق، وجوّ منفھق ، فسوی منہ سبع سموات جعل سفلا ھنَّ موجاً مکفو فاً ، وعلیا ھنَّ سقفاً محفو ظاً ، و سمکاً مر فوعاً ، بغیرعمد ید عمھا ، ولا دسار ینظمھا ، ثم زیّنھا بز ینۃ الکوا کب، وضیا ء الثوا قب، وأ جری فیھا سرا جاً مستطیراً ، وقمراً منیراً ، فی فلک دائر، وسقف سائر، ورقیم ما ئر "

اس نے بغیر غور و خوض اور سابق تجربہ کے اور ہر طرح کی اثر پذیری، انفعال اور داخلی اضطراب سے دور مخلوقات کو پیدا کیا اور موجودات کو ان کے ظرف زمان میں ایجاد اور ثابت کیا، ان کے تفاوت اور اختلاف کو مناسب پیوند اور ان کی سرشت کو ایک خوشگوار ترکیب بخشی، جبکہ خلقت سے پہلے ہی ان کی کیفیت کو جانتا تھا اور ان کی ابتداء انتہاء، حدود اور ماہیت اور ان کی حقیقت پر محیط تھا، ہر ایک کی فطرت اور سرشت اس کے ملازم اور ہمراہ قرار دی۔

پھر فضا کو وسعت بخشی اور اس کے اطراف و اکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے پھر اس میں موج مارتے، سرکش ،مضطرب اور تہ بہ تہ، تلاطم خیز پانی کو جاری کیا۔

اور اس کوتند و تیز اور پر صلابت ہواؤں کے دائرہ ٔاقتدار میں دیا اور اس کو حکم دیا تاکہ اس کو گرنے اور ٹوٹنے سے روکے اور محکم طور پر اس کے دائرہ کار میں اس کی حفاظت کرے ، حالانکہ اس کے نیچے ہوا پھیلی اور کھلی ہوئی تھی اور اس کے اوپر پانی اچھلنے اچھل رہا تھا ۔

پھر اس کے بعد دوسری عقیم ہوا پیدا کی تاکہ ہمیشہ پانی کے ساتھ رہے ، اور اسے مرکز پر روک کر اس کے جھونکو ںکو تیز کردیا اور اس کے میدان کو وسیع تر بنا دیا ،پھر اس کو حکم دیا تاکہ اس آب زخار کو تھپیڑے لگائے اور سمندر کی موجوں کو جنبش اور تحریک میں لائے اور دریا کے ٹھہرے ہوئے پانی کو موج آفرینی پر مجبور کرے،چنانچہ اس ہوا نے پر سکون اور ٹھہرے ہوئے دریا کو مشک آب کے مانند متھ ڈالااور اس زور کی ہوا چلی کہ اس کے تھپیڑوں نے اس کے اول و آخر اور ساکن و متحرک ،سب کو آپس میں ملادیا ،یہاں تک کہ پانی کی ایک سطح بلند ہوگئی اور اس کے اوپر تہ بہ تہ جھاگ پیدا ہو گیا پھر اس کے جھاگ کو کھلی ہوئی ہوا اور وسیع فضا میں بلندی پر لے گیا اور اس سے ساتوں آسمان بنائے ایسے آسمان جن کے نچلے طبقہ کو موج ثابت اور اوپری طبقہ کو بلندو محفوظ چھت اور بے ستون سائبان قرار دیا ، پھر ان کو ستاروں اور نورانی شہابوں سے زینت بخشی اور ضو فگن آفتاب اور روشن ماہتاب کی قندیلیں آسمانِ پُر نقش و نگار،فلک دوار، سائبان سیار اور صفحہ ٔتاباں و زرنگار میں لگائیں ۔

کلمات کی تشریح

1 ۔"الرّو یّة": تفکر اور غور و خوض۔

2 ۔"ھما مة النفس": روح کا متاثر ہونا اور اثر قبول کرنا۔

3 ۔"اٴحال الا شیاء لأوقا تھا" موجودات کو ان کے ظرف زمان میں عدم سے عالم وجود میں لایا۔

4 ۔"لأم": اتصال اور ہم آہنگی بخشی یعنی ان کے تفاوت و اختلاف کو تناسب و توافق بخشا ، جس طرح جسم و روح کے پیوند اور اتصال سے انسان کی ترکیب دل آرا کو وجود بخشا:

" (فتبا رک اللہ أحسن الخا لقین")

5 ۔"غرَّ ز الغرا ئز" : غرائز غریزہ کی جمع سرشت اور طبیعت کے معنی میں ہے یعنی ہر موجود میں ایک خاص سرشت قرار دی۔

6 ۔"ا ئلز مها أشبا حها" : شَبَح، اشیاء کا وہمی سایہ اور ان کی خیالی تصویر اور یہاں پر مقصود یہ ہے کہ ہر خو اور طبیعت کے مالک کو جدا نہ ہونے والی سرشت اور طبیعت کے ہمراہ قرار دیا ہے، مثال کے طور پر ایک بہادر اور دلیر انسان ڈرپوک اور خوفزدہ نہیں ہوسکتا۔

7 ۔"عا رفاً بقرا ئنها وأحنا ئها" :

قرائن قرین کی جمع مصاحب اور ہمراہ کے معنی میں ہے اور احناء حَنْو کی جمع، پہلو اور ہر ٹیڑھے پن اور کجی کے معنی میں ہے خواہ وہ جثہ ہو یا غیر جثہ لیکن یہاں پر پوشیدہ چیزوں سے کنایہ ہے ، یعنی خداوند عالم تمام موجودات کے تمام صفات اور ان کی طبیعتوں، خصلتوں سے آگاہ اور باخبر ہے۔

8 ۔" أنشأ سبحانہ: فتق الأجواء و شقُّ الأرجاء وسکائک الھوائ.

فتق الاجوائ" فضاؤں کا شگاف "شق الارجائ" گرد و نواح اور اطراف کا کشادہ کرنا ، "سکائک الھوا"فضا اور ہوا کے اوپری حصے یعنی : خداوند عالم نے کشادہ فضا اور اس کے مافوق ہوا کو تمام عالم ہستی کے اطراف میں خلق کیا اور اسے پھیلا دیا۔

9 ۔" متلاطم"، ٹھاٹھیں مارنے والا، تھپیڑے کھانے والا ، موج مارنے والا۔

10۔"تیاّر": موج، حرکت اور جنبش ۔

11 ۔ "متراکم": ڈھیر، جمع شدہ (تہہ بہ تہہ)۔

12۔"زخاّر" لبریز اور ایک پر ایک سوار ۔

13 ۔"الریح العاصفہ" : تیز و تند اور طوفان خیز ہوا۔

14 ۔" الزَّعزعُ القاصفۃ": تیز و تند ہوا ، گرج اور کڑک کے ساتھ ہوا ۔

15 ۔"دفیق": جہندہ اور اچھلنے والا۔

16 ۔" اعتقم مھبّھا" : اس کے چلنے والے رخ کو عقیم اور بانجھ بنا دیا، یعنی اس ہوا کی خاصیت صرف پانی کو تحریک اور جنبش دینا ہے۔

17 ۔"اَدام مُربھا": ہمیشہ اس کے ہمراہ رہی۔

18 ۔"اَمرھا بتصفیقِ الماء الزّخار و اثارۃ موج البحار"

اسے حکم دیا تا کہ اس لبریز اور انبوہ کو تھپیڑے لگائے اور اس پر آپ دریا کو جنبش اور ہیجان میں لائے۔

19 ۔" مخض السقائ": وہ مشک جیسے گردش دے کر(متھ کر) اس کے اندر دہی سے مکھن نکالتے ہیں یعنی یہ ہوا اس پانی کو اس مشک کے مانند گردش دیتی ہے جس سے مٹھا اور مکھن نکالتے ہیں۔

20 ۔"عصفت بہ عصفاً با لفضائ":

اسے شدت کے ساتھ ادھر اورادھر جھکورے دیتی ہے۔

21 ۔"حتّیٰ عب ّعبا بہُ و رفی با لزبد رکا مہ"

یہاں تک کے ایک دوسرے پر ڈھیر لگ گیا اور اس کی جنبش اور ڈھیر سے جھاگ پیدا ہوگیا ۔

22 ۔"مُنفتق": کھلا ہوا اور کشادہ۔

23 ۔" منفھق": وسیع و عریض

24 ۔"سفلیٰ": نچلا

25 ۔" عُلیا": اوپری۔

26 ۔"مکفوف":رکا ہوا، ٹھہرا ہوا ۔

27 ۔"سمک": بلند چھت۔

28 ۔"دسار": مسمار، کیل، ریسمان اور بندھن۔

29 ۔"ثواقب": ثاقب کی جمع ہے نور افشان یا نورانی شہاب۔

30 ۔"فلک": آسمان۔

31 ۔"رقیم": متحرک لوح اور صفحہ۔

قرآن کریم میں ''کوْن وہستی ''یا'' عالم طبیعت ''[1]

کلمۂ" کون" اور" ہستی" خارجی موجودات اور ظواہر طبیعت کو بیان کرتا ہے یعنی تمام مخلوقات انسان ، حیوان ، ستارے، سیارے، کہکشاں اور دیگر موجودات سب کو شامل ہے۔

"کون " اور " ہستی"" مک میلان "[2] کے دائرۃ المعارف کے مطابق ، ان اجسام کے مجموعہ سے مرکب ہے جو شناخت کے قابل ہیں ، جیسے : زمین ، چاند، سورج ، اجرام منظومۂ شمشی ، کہکشائیں اور ان کے درمیان کی دیگر اشیاء ، اسی طرح چٹانوں، معادن (کانیں) مٹی، گیس، حیوانات ، انسان اور دیگر ثابت اور متحرک اجسام کو بھی شامل ہے۔

منجمین اور ماہرین فلکیات نے مجبوری اور ناچاری کی بناپر لفظ" کون" کوآسمانی فضا اور اجرام کے معنی میں استعمال کیاہے، جبکہ مجموعہ ہستی کی وسعت اور کشادگی اتنی ہے کہ زمین آسمان، چاند سورج اور دیگر سیارے اس بیکراں، وسیع و عریض مجموعہ کے چھوٹے چھوٹے نقطے ہیں یہ خورشید اس کہکشاں کا صرف ایک ستارہ ہے کہ جس میں سو ملین (ایک ارب) کے قریب ستارے پائے جاتے ہیں ! اوریہی ہماری زمین اور وہ دیگر سیارے جو سورج کے اردگرد چکر لگاتے ہیں اور اس عالم کے نظم کو وجود میں لاتے ہیں ، ہم انسانوں کی نگاہ میں بہت عظیم اور وسیع نظر آتے ہیں۔

ہماری زمین سے سورج کا فاصلہ تقریباً 93ملین میل کا ہے اور یہ انسان کی نظر میں کافی لمبی اور طولانی

---

(1) اقتباس از مقالہ" حافظ محمد سلیم " ، مجلۂ ثقافتی ، نشریۂ سفارت پاکستان ، دمشق، فروری ۔مارچ ، 1991 ئ.

(2) MACMILLAN ENCICLOPEDIA.

مسافت ہے، لیکن اگر اس مسافت کو اس مسافت سے جو کہ آفتاب منظومہ شمشی کے سب سے دور والے سیارہ سے رکھتا ہے، موازنہ کیا جائے تو بہت کم اور مختصر لگے کی بطور مثال ،"پلوٹون" سۓارہ کی مسافت زمین سے تقریباً زمین اور خورشید کی مسافت کے چالیس گنا ہے یعنی 3 ارب چھ سو بیس ملین(3،620،000،000) میل ہے۔

اصل" کون و ہستی " سے متعلق بہت سارے نظریات ہیں، ان میں سب سے جدید "بیگ بانگ"[1] کی تھیوری ہے جو 1920ء میں جارج لا ییٹر کے ذریعہ پیش کی گی ہے وہ واضح طور پر کہتا ہے: تمام مواد اور اشعہ ہستی میں ایک عظیم دھماکہ سے ظہور میں آئی ہیں اور طبیعت کی یہ وسیع شکل اسی کا نتیجہ ہے اور اسی طرح یہ وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اس نظریہ کے مطابق مذکورہ دھماکہ تقریباً 10 سے 20 ہزار ملین سال قبل واقع ہوا ہے؛ اور اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ ہائیڈروجن اور ہلیوم کا ابتدائی اور بلند ترین درجۂ حرارت اس طرح کی ناگہانی وسعت اور ہستی کی یکبارگی تشکیل کے لئے ہلیوم گیس سے کافی تھا، یہ نظریہ پریکٹیکل تجربات سے بخوبی ہماہنگی رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں حیرت انگیز اور قابل توجہ ایک دوسرا انکشاف ہے جو کہ "ہابل"(2) کے قانون کے نام سے ہستی کی وسعت کے بارے میں معروف ہے، اس تھیوری کے مطابق"کون وہستی"کی وسعت ایک دائمی امر ہے اور یہ گسترش اور وسعت ہستی کی تمام جہات میں یکساں ہے، یہ تھیوری کہتی ہے :دور کی کہکشاؤں میں موجود ستاروں سے ساطع ہونے والے نور کا رنگ سُرخ طیف کی انتہا کی طرف حرکت کرتا ہے، یعنی ان کے طیفی خطوط بلند ترین موجوں کے طول کی طرف مکان بدلتے رہتے ہیں اور یہ یعنی کہکشائوں کا ہم سے اور ہماری کہکشائوں سے دور ہونا اور عالم میں کہکشاؤں کے درمیان فاصلوں کا اضافہ ہونا ہے۔

آخر میں ستارہ شناس دانشوراور علم نجوم کے ماہرین بہت عظیم کہکشاؤں کے بارے میں خبر دیتے ہیں جو راہ شیری کہکشاں[3] کی کئی گنا ہیں، جن کا فاصلہ ہماری زمین سے دس ملین نوری سال ہے۔

BIGBANGTHEORY(1)

(2)"اڈوین پاول ہابل "ایک امریکی دانشور ہے کہ جو علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا1889 ۔ 1953ء۔

milkyway(3)

ان کہکشاؤں کی شناخت پہلے مرحلہ میں تمام ہوئی اور بہت سارے دانشور اس نتیجہ پرپہنچے ہیں کہ" کون و ہستی" بے انتہا وسعت اورپھیلاؤ کی جانب گامزن ہے یا ناچار اندر کی طرف سمٹ رہی ہے۔

کون و ہستی قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم جو کہ آخری آسمانی کتاب ہے،بدرجہ ٔاکمل وضاحت کے ساتھ عالم ہستی و آفرینش کے بنیادی و اساسی حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے اور اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ: جو کچھ" کون و ہستی" میں پایا جاتا ہے خدا وند خالق و ربّ العالمین "کی تخلیق و آفرینش کی نشانی ہے، خدا وند عالم نے چاند، سورج اور آسمان و زمین نیز ان کے ما بین جو کچھ ہے سب کو متنا سب اندازہ میں خلق کیا ہے۔قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے:

(بديع السموات والأرض وإذا قضىٰ أمراً فا نّما يقو ل له كن فيكون)[1]

زمین اور آسمانوں کو وجود دینے والا وہ ہے اور جب بھی کسی چیز کے ہونے کا حکم صادر کرتا ہے، تو صرف کہتا ہے: ہو جا، تو وہ چیز فوراًوجود میں آجاتی ہے۔

لفظ "بدیع" آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ خدا وند عالم اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے، راغب اصفہانی "مفردات" نامی کتاب میں فرماتے ہیں: کلمۂ" بدع" اس معنی میں ہے کہ کوئی چیز بغیر "مادہ" اور نمونہ "آئیڈیل" کے وجود میں لائی جائے، یہ لفظ جب بھی خدا کے بارے میں اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کی ردیف میں ذکر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اشیاء کو عدم سے خلق فرمایا ہے،" قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے:

(وهوالذى خلق السّموات والأرض با لحقّ و يو م يقول كن فيكون)[2]

وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور جس دن کسی بھی چیز سے کہتا ہے: ہو جا! تو وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے۔راغب فرماتے ہیں: کلمۂ" حق" کا استعمال کرنا بے مثال اور جدید چیز کی طرف اشارہ ہے، کہ جب بھی خالق کی صفت سے مربوط ہو، تو اس سے مراد کسی نئی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے، یعنی خدا وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو عدم سے وجود میں لایا۔

---

(1)بقرہ 117۔(2)انعام 73

دوسری جگہ پر عالم خلقت کے مادی اور طبیعی مظاہر کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

(ھو الذی جعل الشمش ضیٰا ئً والقمر نوراً وقدَّ رہُ منٰا زل لتعلموا عدد السِّنین والحسا ب مٰا خلق اللہ ذٰ لک الاّ با لحق یُفصِّل الا یات لقومٍ یعلمون)[1]

خداوہ ہے جس نے سورج کو ضیا بارااور چاند کو نور بنایا ہے اور اس (چاند) کے لئے منزلیںمقرر کیں تاکہ سال کا شمار اور کاموں کا حساب جان سکو، خداوند عالم نے انھیں صرف حق کے ساتھ خلق کیا ، وہ (اپنی) آیات کی ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں تشریح کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خداوند عالم عظمت تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

(أولم یروا أنَّ اللہ الذی خلق السَّموا ت والأ رض و لم یعی بخلقھنَّ بقا درٍ علیٰ أن یُحیی المو تیٰ بلیٰ انَّہ علیٰ کلّ شی ءٍ قدیر)[2]

کیا وہ نہیں جانتے جس خدا نے آسمانوںاور زمینوں کو خلق فرمایا اور ان کی تخلیق سے عاجزوناتواں نہیں ہے تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہی مردوں کو زندہ کردے ہے؟ ہاں وہ ہرچیز پر قادر وتوانا ہے۔

گزشتہ آیات واضح طورپر بیان کرتی ہیں: صرف خداوندعزوجل ہے جس نے اس عالم محسوس کوبالکل صحیح اندازے کے مطابق موزوں اور مناسب طورپر خلق فرمایا ہے اور دوبارہ ان تمام موجود کی تخلیق اوران کے لوٹانے پر قادر ہے، مادہ کی ہے تخلیق اور عالم ہستی کے تمام قوانین اور ان کو حرکت میں لانے والی قوتوں میں اصل اصیل خداوند عالم کا امر اور فرمان ہے ۔

تخلیق کی کیفیت

قرآن کریم نے "ہستی "کی تخلیق کی کیفیت کو متعدد بار بیان کیا ہے؛ درج ذیل آیات تخلیق کے بنیادی اصول و طرز کا خلاصہ ہمارے سامنے اس طرح پیش کرتی ہیں:

الف۔ (أولم یر الّذین کفر وا أنَّ السموات والأرض کا نتارتقاً ففتقنٰھُما و جعلنا من الماء کلّ شی ءٍ حيٍّ)[3]

---

(1)یونس 5(2)احقاف 33.(3)انبیاء 30

آیا جو لوگ کافر ہو گئے ہیں کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ، متصل اورپیو ستہ تھے تو ہم نے انھیں جدا کیا اور وسیع بنایا اورہرچیز کو پانی سے حیات بخشی؟

دوسری آیت میں زمین کی خلقت کے بعد آسمان کے شکل اختیار کرنے کے طریقے اور متقابل تاثیر اور امر خلقت کے پے در پے ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ب۔(ثُمَّ استوىٰ الى السماء وهى دُخان فقا ل لها وللأ رض ائتيا طوعاً او كر هاً قا لتا أتينا طا ئعين) [1]

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ ابھی وہ دھواں تھا، پھر اس سے اور زمین سے کہا: اپنی خواہش اور مرضی سے یا جبرو اکراہ کے ساتھ آگے آؤ! دونوں نے کہا: ہم اطاعت گزار بن کر حاضر ہیں۔

پہلی آیت نے درج ذیل حقائق سے پردہ ہٹا یا ہے:

1۔جو مادہ" ہستی"کی پیدائش میں موثر ہے اس کی ایک ہی ماہیت اور حقیقت ہے۔

2۔تمام "ہستی" ایک ٹکڑے کے مانندباہم پیو ستہ اور جڑی ہوئی ہے۔

3۔اجزاء ہستی کی وسعت اور اس میں تفکیک طبیعی قوانین اور مادہ کے تحول و تبدل کی روش پر مبتنی اور منظم ہے، یہ نظام صرف منظومہ شمشی اور ہماری کہکشاں میں جو سیارے انہیں سے وابستہ ہیں اس میں خلاصہ نہیں ہوتاہے، بلکہ خود کہکشائیں بھی، ایک برتر اور وسیع تر نظام کا جز ہیں جو کہ ایک دوسری شکلیں ،(منظومہ شمسی کے مانند) اپنے مرکزی محور پر گردش کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر"موریس بوکیل" نے آخری زمانے میں ایک نظریہ کی بنا رکھی جو "ہستی"کی شکل اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن کی آیات کی روشنی میں بعض مسلمان علماء کے نظریہ کے مطابق ہے وہ" کل کو قابل شمارش اجزاء میں تفکیک اور تبدیل کرنے کی فکر کے سلسلہ میں " کہتا ہے:جدائی اور تفکیک ہمیشہ ایک مرکزی نقطہ سے ہوتی ہے جس کے عنا صر ابتداء میں ایک دوسرے سے متصل اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں"یعنی وہی کہ جس کو آیہ شریفہ میں کلمہ " رتق"یعنی متصل اورپیو ستہ سے اور" فتق"یعنی کھلا اور جدا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

موجودہ علمی نظریہ کے مقابل جو کچھ " انفجا رہستی" [2] کے عنوان سے معروف ہوا ہے، وہ ایک زمانے میں ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے جو انتہائی درجہء حرارت کی وجہ سے استثنائی صورت میں پیش آیا تھا اور فرض یہ

---

(1)فصلت 11(2)bi gbang

ہے کہ اس انفجار(دھماکہ) کے وقت تمام ہستی ایک نقطہ پر ایک جز کی حیثیت سے تھی اور یہ جدائی اس میں ظاہر ہوئی ہے سوائے اس کے کہ یہ مادی قوانین اس انفجار کا نتیجہ نہیں ہیں، یہ نظریہ معلومات کے لحاظ سے ان معلومات کے مشابہ ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔

جو بات حیرت میں اضافہ کا باعث ہے یہ ہے کہ قرآن کریم نے 1400 سو سال سے زیادہ پہلے اس راز سے پردہ اٹھایا ہے، جب کہ اس وقت کوئی علمی بحث اس طرح کی موجود نہیں تھی! ٹھیک اسی طرح سے قرآن کریم نے "ہابل" کے نظریہ میں جو کہ ہستی کی وسعت کے بارے میں حقائق بیان ہوئے ہیں ان اس سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور سورہ "ذاریات" کی آیہ(47) میں ارشاد ہوتا ہے:

(والسّما ء بنینا ھا بأیدٍ وانا لمو سعو ن)

ہم نے آسمان کی قدرت کے ساتھ بنیاد رکھی اور ہم ہمیشہ اسے وسعت بخشتے ہیں۔

جب ہم جدید نظریے کے مطابق ہستی کی وسعت اور اس کے طول و عرض کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ خو رشید میں موجود "ہائیڈروجن" ہمیشہ ایٹمی اور نیوکلیائی پگھلاؤ نے سے ہلیوم کے عنصر میں تبدیل ہوتا رہتا اور نورانی غبار [(1)]یعنی جو بہت چھوٹے چھوٹے ستاروں کے تودیغبار کے ذرات کے مانند نظر آتے ہیں، وہ حرارت آمیز ایٹمی اور نیوکلیائی شعلوں کے علاوہ کوئی دوسری شئے نہیں ہیں۔

اس طرح تمام ہستی بارور قدرت اور توانائی سے مرکب اور اسی پر مبنی ہے اور یہ صورت حال ہمیشہ توسعہ اور وسعت کی حالت میں ہے، یہ نتیجہ اس فرض کی بنیاد پر ہے کہ "سرخ انتقال یا تحول"[(2)]پیمانہ سرعت کے امکان کے ساتھ نور پر اجسام کی متقابل تاثیر کا نتیجہ ہے۔

ہم اس سلسلے میں، یعنی ہستی کی وسعت کے بارے میں جب قرآن کریم کی طرف مراجعہ کرتے ہیں تو اس کے لئے سب سے اہم کلمہ لفظ عالمین ہم کو نظر آتا ہے کہ جس کی دسیوں بار قرآن کریم میں تکرار ہوئی ہے، جیسے:

1۔(و لکن اللہ ذو فضلٍ علی العا لمین)'

لیکن خداوند عالم "عالمین" کی نسبت لطف و احسان رکھتا ہے۔[(3)]

2۔(قل أنَّ صلا تی و نسکی و محیا ی و مما تی للہ ربّ العا لمین)[(4)]

کہو! ہماری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب کچھ عالمین کے ربّ کے لئے ہے۔

---

(1) stardust (2) redshift (3)بقرہ251 (4)انعام163

3۔ (ألا له الخلق والأمر تبا رک الله ربّ العا لمين) (1)

آگاہ ہو جاؤ! تخلیق و تدبیر اس کی طرف سے ہے، عالمین کا پروردگار بلند مرتبہ خدا ہے۔

4۔ (و ما أرسلناک اِلاّ رحمةً للعا لمين) (2)

تمھیں عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

5۔ (اِنّی اِنّا الله ربُّ العا لمين) میں ہوں "عالمین" کا پروردگار خدا۔

جن آیات کو ہم نے پیش کیا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ عالم کا سید نظم برقرار رکھنے والا، حافظ، خالق اور پروردگار اپنے وسیع معنی میں خداوند سبحان ہے اور کلمۂ "عالمین" ہستی یا عالم کے متعدد ہونے کے معنی میں آیا ہے۔

ان عوالم میں کروڑوں کہکشائیں پائی جاتی ہیں اور ایک کہکشاں کے ان گنت اور بے شمار منظوموں میں سے ہر ایک منظومہ میں ایسے کروڑوں ثابت اور سیار ستارے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے ارتباط اور اتصال رکھتے ہیں اور اگر کسی راہ شیری کہکشاں کے اربوں ستاروں میں سے کوئی ایک ستارہ کسی ایک سیاّرے سے پیوستہ مثلاً ہماری زمین سے اور مربوط ہو، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کروڑوں سیاروں کے زمین سے متصل ہونے کا امکان ہے اور " ہستی شناسی" کے جدید علم کے مطابق دیگر سیارات سے ناگہانی ارتباط اور اتصال نہ آنے والے زمانے میں بعید نہیں ہے۔

ڈاکٹر" موریس بوکیل" نے ہستی کی وسعت اور ضخامت کے بارے میں جدید علمی معلومات فراہم کی ہیں، جیسے خورشید کی شعاع اور نور کے پلوٹون تک پہنچنے کے لئے، جو کہ منظومہ شمسی کا ایک سیاّرہ ہے، نور کی رفتار سے (جس کی سرعت ہر سکینڈ میں تین لاکھ کیلو میٹر ہے) تقریباچھ گھنٹہ کا وقت درکار ہے۔

اس لحاظ سے، آسمانوں کے دور دراز ستاروں کے نور کو ہم تک پہنچنے کے لئے لاکھوں سال درکار ہوتے ہیں۔

عالم طبیعت کی یہ مختصر اور بطور خلاصہ تحقیق کسی حد تک اس آیۂ شریفہ کے سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے:

(والسّما ء بنيناها بأيد و اِنّا لموسعو ن) (3)

آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور مسلسل ہم اسے وسعت عطا کرتے رہتے ہیں۔

اور جب بات طبیعت اور ہستی کی تاریخ کی ابتداء میں " خاکستر اور دھوئیں" کے متعلق ہو تو قرآن کریم

---

(1) اعراف 54 (2) انبیائ 107 (3) ذاریات 47

اس راز سے بھی پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتا ہے:

(ثُمَّ استو یٰ اِلیٰ السّما ء و ھی دُخان)[1]

پھر وہ آسمان کی تخلیق میں مشغول ہو گیا جب کہ وہ دھوئیں تھا۔

طبیعت و ہستی کے آغاز پیدائش میں "دھوئیں" کا وجود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ہستی میں پایا جانے والا مادہ گیس کی صورت میں تھا، جدید دانش میں محققین "سدیمی ابر"[2] کی تھیوری پیش کرتے ہیںاور کہتے ہیں: اپنے پہلے مرحلہ میں طبیعت و ہستی اسی طرح تھی۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

(قل أئنکم لتکفرون با لذ ی خلق الأرض فی یو مین و تجعلون له انداداً ذلک ر بُّ العا لمین)(وجعل فیھا روا سی من فو قھا...ثُمَّ استو یٰ اِلیٰ السّما ء و ھی دُخا ن)[3]

کہو! کیا تم لوگ اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن مین خلق کیا ہے اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہو؟ وہ تمام عالمین کا ربّ ہے! اُس نے زمین میں استوار اور محکم پہاڑوں کو قرار دیا پھر آسمانوں کی تخلیق شروع کی جب کہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا۔

جب ہم ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو درک کرتے ہیں کہ "طبیعت و ہستی" کا شکل اختیار کرنا اولین "سدیمی" بادلوں کا تہ بہ تہ ڈھیر ہونا پھر ان کی ایک دوسرے سے جدائی کا نتیجہ ہے، یہ وہ چیز ہے کہ قرآن کریم وضاحت کے ساتھ جس کے راز سے پردہ اٹھاتا ہے پھر ان کاموں کی طرف اشارہ کرتے کرتے ہوئے کہ جن سے آسمانی "دھوئیں اور دخان" میں اتصال و انفصال پیدا ہوتا ہے، خلقت کا راز ہم پر کھو لتا ہے، یہ وہی چیز ہے جس کو جدید علم اصل "طبیعت و ہستی" کے بارے میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

---

(1) فصلت 11 (2) nebula (3) فصلت 9 تا 11.

فہرستیں

جلد اول و دوم

ترتیب و پیشکش: سردارنیا

اسماء کی فہرست

جلد اول ودوم

حضرت آدم : جلد اول:17،19،56،58،68،101،102،103،109،111،112،115،116،117،120،

121،123،124،125،126،127،128،129،133،134،135،136،137،138،147،160،161،163،164،165،173،176،182

،188،190،191،192،200،219،220،221،222،225،239،244،

269،272،273،280۔

جلددوم:15،17،18،169،186،241،280۔

آسیہ :23۔ج1.

آصف محسنی : 226

آل ابراہیم : 280۔ ج1.

آل عمران : جلداول:280۔جلددوم : 37۔

آل فرعون : جلددوم : 30۔67۔

آل موسیٰ : جلددوم48۔

آل ہارون : جلددوم:48۔

آمری : جلددوم:217۔

ابراہیم :25،26،28،80،147،148،156،166،172،173،182،186،203،218،225،228،

237،238،239،244،269،276،277،280،293۔

جلددوم:13،17 تا 27،34،35،37،43،61،62،152۔

ابلیس: 89،102،103،107،109،111،112،115،116،118،123،124،126،127،132،137،150،
160،161،164،163،206،221،235،237،240۔

جلددوم:19،53،99،120،140،155۔

ابن ابی الحدید : 132.

ابن ابی العوجاء : 254،255۔

ابن اثیر:220۔

ابن بابویہ :جلددوم:234،237۔

ابن بطہ : جلددوم: 216.

ابن تیمیہ : جلددوم: 218۔219۔

ابن حجر:255

ابن حزم : جلددوم:193،194،215۔

ابن حبان:255.

ابن خزیمہ : جلددوم:216.

ابن خلکان : 253.

ابن رشد :جلددوم:218۔ 219

ابن زیاد : جلددوم:208۔

ابن سعد:129۔188۔ 220۔ 253۔254۔

جلددوم :185۔

ابن سینا : جلددوم:218۔

ابن طفیل : جلددوم:218۔

ابن طولون : جلددوم:237.

ابن عباس : 17۔188۔209۔219۔ جلددوم:152۔ 182۔183۔ 201۔

ابن عباس جوھری :جلددوم:237۔

ابن عساکر : جلددوم:132۔ 201۔

ابن قدامہ: جلددوم: 216۔

ابن کثیر: 188۔ 220۔284۔ جلددوم:57۔114۔152۔181۔182۔ 222۔

ابن کلبی : جلددوم:19۔

ابن ماجہ :جلددوم:185۔218۔

ابن منظور : 38۔

ابن ہشام : 285۔ جلد دوم :251۔

ابو الحسن اشعری:جلددوم:215۔219۔

ابو بکر (خلیفہ)279۔

ابو حاتم : 255۔

ابو حنیفہ : 262۔

ابو داؤد: 129۔

ابو طالب تجلیل : جلددوم:237۔

ابو عبیدہ :279۔

ابوملک بن یربو شت :258۔

ابو منصور ماتریدی سمرقندی؛ جلددوم: 222۔

ابو ہاشم جبائی: جلددوم: 230۔

ابوہذیل علاف :جلددوم:220۔

ابو ہریرہ :254.

ابو الھیثم : 38۔

ابو وائل : جلددوم:181 ۔

احمد ﷺ : 14 ۔

احمد آرام :جلددوم:225۔

احمد امین : جلددوم: 215۔

احمد ابن حنبل : 148. جلددوم:102۔113۔182،185۔214۔215۔216۔

سر سید احمد خان ہندی : جلددوم: 224،225۔

احمد محمود صبحی : جلددوم: 213،217،218،222،224۔

اخطل شاعر : جلددوم:132 ۔

خنوخ :219،220۔

ادریس :219۔220۔221۔225جلددوم:169۔

اڈوین پاول ھابل : جلددوم:247۔

ارسطا طالیس : جلددوم:218۔

ارسطو : جلددوم:218۔224۔

اسامہ بن زید : 266۔267 ۔

اسباط : 147۔جلددوم:154 ۔

اسحق :147۔148۔جلددوم:22۔27۔53۔

اسرائیل :13۔14۔ 51۔187۔189۔194۔200۔223۔224۔249۔251۔252۔257۔260۔

261۔263۔290۔2923۔

جلددوم:13،15،31،34،37،38،40،42،43،45،47،48،49،52،53،56،58،61،62،

66،67،71،103۔

اسرافیل :90۔

اسماعیل :16،147،148،199،252۔ جلددوم:21۔22۔ 24،25،27،34،35،44۔

اصحاب ۔ صحابی :9،10،103،120۔ جلددوم:40،60،87،117،119،181،208۔

العازار کاہن :223۔

الفردبل : جلددوم:222۔

اقبال لاھوری :جلددوم:225۔

الیاس :225۔

امام ابو الحسن :جلددوم:101۔

امام الحرمین :جلددوم:217 ۔

ائمہ اہل بیت : 12،227،277۔ جلددوم :14،186،188،195،201،203۔

امام جعفر صادق :109،110،136،273،284۔ جلددوم:19،88،96،100،101،102،106،109،

114،129،153،185،203،205،235۔

امام حسن مجتبی : جلددوم201 ۔

امام حسین : 56۔جلددوم:208،209۔

امام زین العابدین : جلددوم106۔

امام علی بن ابی طالب :69،130،132،133،135۔جلددوم:61،100،103،114۔

امام علی ابن موسیٰ الرضا :137،230،279۔. جلددوم187113،203۔

امام کاظم :جلددوم :113۔

امام محمد باقر :108،136۔ جلددوم:101،107،188۔

امام امیر المومنین علی :245۔ جلددوم: 76،113،102،227۔

انس ابن مالک :252۔ 255 ۔261۔262۔ 284.

انصار :جلددوم:29۔ 69۔70۔

انوش :219 ۔

اوریا : 250۔252۔ 256۔257۔258۔259۔262۔280۔282۔283.

اہل بیت :256. جلددوم:2۔5۔6۔7۔8۔14۔115۔219۔225۔226۔227۔ 230۔321۔232۔

233۔ 234۔ 235۔236۔237۔239۔240۔

اے۔ کریسی مرسیون :34۔

ایوب : 148۔ 225۔238.

(ب)

بحرانی :12 ۔

بخاری : 22۔ 210۔

بشربن مروان : جلددوم :132۔

بطلیموس : 91۔

بلقیس :111 ۔229۔

یوارد :220۔

بیگ بانگ : جلددوم : 247۔

بیہقی : جلددوم : 219۔

(پ)

پطرس :224 ۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ و الہ وسلم :52۔125۔126۔265۔277۔279۔284۔

جلددوم:14۔16۔22۔23۔24۔26۔27۔28۔30۔41۔55۔80۔90۔92۔107۔126۔129۔

133۔ 134۔136۔ 142۔156۔162۔174۔185۔196۔203۔209۔210۔211۔215۔217۔ 218 ۔

(ت)

تابعین :261 ۔ جلددوم :181 ۔

ترمذی :129۔ جلددوم :114۔185۔

تمیم داری :261 ۔

(ث)

ثقفی : 134۔

(ج)

جاحظ؛ جلد: دوم :220 ۔

جبائیان :جلد دوم: 220۔

جبرائیل : 64۔66۔67۔313۔134۔136۔137۔156۔252۔ جلد دوم :17۔90۔

جعفر سبحانی جلد:دوم :222۔

جمال الدین اسد آبادی جلد :دوم :225۔

ڈاکٹر جواد علی :253۔

جورج لاینر : جلد دوم :247۔

جوہری : جلددوم : 156۔

جوینی : جلددوم :218۔

(ح)

حارث محاسبی : جلددوم :227۔

حافظ محمد سیلم : جلددوم :246۔

حام : 221۔

حجاج ابن یوسف :253۔

حرعاملی : جلددوم :237 ۔

حسن بصری : 251۔253۔254۔255۔260۔ 261۔262۔263۔

حمیری :253۔

حوا : 123۔125۔ 127۔129۔ 136۔ 137۔ 138۔192۔ 193۔219۔جلد دوم :18۔

حواری ؛حواریوں ؛ حوارین: 188۔224۔225۔

(خ)

خاتم الانبیائ؛خاتم المرسلین؛خاتم النبیین:13۔26۔28۔30۔70۔88۔90۔91۔98۔ 99۔ 112۔126۔
153۔156۔174۔182۔208۔216۔235۔247۔ جلــــــــــــــــــــــــد دوم :13۔15 ۔25 ۔26۔29۔ 38۔40۔ 41۔
44۔45۔59۔60۔62۔63۔65۔66 ۔68 ۔70۔83۔112۔140۔

خازن : 263۔283۔

خدیجہ ام المومنین علیہا السلام : 266۔

حضرت خضر: 263۔

خنوخ : 219۔220۔

(د)

دارمی : جلد دوم :2۔89۔

داود :108۔147۔189۔235۔238۔247۔248۔249۔250۔251۔252۔276۔280۔282۔289۔ جلد دوم :58۔6
18۔188۔199۔

ڈیکارٹ: جلد دوم :218۔

(ذ)

ذوالکفل : 225۔238۔

ذوالنون : 280۔281۔

(ر)

راغب اصفہانی : 143۔144۔157۔278۔ جلد دوم :47۔227۔248۔

ربیعۃ بن الحرث بن عبد المطلب :285۔

رسول خدا ﷺ :10۔11۔56۔75۔129۔137۔161۔177۔210۔244۔245۔261۔262۔263۔265۔266۔
267۔279۔282۔284۔285۔ جلد دوم : 11۔25۔66۔67۔78۔95۔100۔102۔103۔106۔113۔114۔117۔118۔
119۔153۔155۔180۔186۔226۔237۔

روح الامین :11۔64۔69۔71۔134۔

روح القدس :56۔57۔64۔69۔70۔71۔134۔193۔ جلد دوم :32۔36۔43۔44۔

ریچرڈ واٹس :124۔ جلد دوم :38۔

(ز)

زعفرانی : جلددوم :216 ۔

زکریا : 54۔ 156۔238۔ جلددوم :169 ۔

زلیخا :237۔ 241۔

زھدی حسن جار اللہ : جلددوم :221۔

زھیر بن ابی سلمی : 262۔

زیاد ابن ابیہ : جلددوم :208۔

زیدبن ثابت ؛ 253۔

زیدبن حارثہ : 210۔265۔266۔

زیدبن محمد :266۔

زین العابدین امام علی بن الحسین :263 ۔ جلددوم :106۔

زینب بنت جحش :263۔ 265۔

(س)

سام : 222۔

سامری : 124۔ جلددوم :48۔152۔

سامی البدری :124۔

السبکی : جلد دوم :222 ۔

سعدبن ابی وقاص: جلددوم :41 ۔

سفیان بن عیینہ : 263۔

سکاکی : 300 ۔

سیلما ن : 97 ۔98 ۔108 ۔109 ۔111۔ 112 ۔147۔148۔175۔187۔224۔225۔229۔ 238۔

جلددوم :58۔153۔

ڈاکٹر سلیمان دنیا : جلددوم :223۔

سمعون :224۔

سموئیل : 256۔260۔

سمیع عاطف الزین : جلد دوم :224۔

سواع :221 ۔ جلددوم :18۔

سیوطی :12۔107۔ 251۔252۔262۔ جلددوم :58۔

(ش)

شافعی :262 ۔ جلددوم : 216۔

شعبہ :255۔

شعیب :217۔ 225۔ جلد دوم :17۔27۔

شفیق بن سلمہ : جلددوم :181۔

شمعون :224۔

شوکانی : جلد دوم :217۔219۔

شہرستانی : جلددوم :193۔194۔

شیخ صدوق : 111۔ 129۔ 283۔ جلددوم :79۔87۔ 89۔98۔101۔107۔109۔110۔118۔119۔

153۔186۔187۔201۔

شیخ مفید : جلد دوم :234۔236۔

شیث: 125۔219۔220۔221۔

(ص)

صابونی : جلددوم :217۔

صالح : 42۔231۔ جلددوم : 17۔

(ط)

طبری : 220۔248۔251۔252۔261۔264۔ جلددوم :114۔152۔181۔183۔184۔

طیا لسی : جلددوم :18۔186۔

(ع)

عباس بن عبد المطلب : 285 ۔

عباس علی براتی : جلددوم :213۔

عبد الجبارابن احمدہمدانی : جلد دوم :220۔

عبد الحلیم محمود : جلد دوم :218۔

عبد الرزاق نو فل : جلددوم :224۔

عبد اللہ بن عباس : 262۔

عبد اللہ بن عمر وعاص :261۔

عبد المطلب :266

عبد الوھاب بن احمد : جلددوم :224۔

عبید اللہ بن حسن عنبری : جلددوم : 217۔

عثما ن (خلیفہ) :261۔

عزرائیل : جلد دوم :90

عزیٰ :49۔

عزیر: ـ50ـ

علی بن ابراہیم :283ـ جلددوم :188ـ

علی بن ابی طالب علیہ السلام : یہ امام علی میں گزر چکا ہے.

علی بن حسین علیہ السلام : یہ امام زین العابدین میں گزر چکا ہے۔

علی بن حسین الموسوی : جلددوم :229ـ

علی بن جدعان : 263

علی بن جہم : 276ـ281ـ

علی بن زید : 254ـ

علی بن طاووس : جلددوم :226ـ

علی حسین الجابری : جلددوم :219ـ

علی سامی النشار؛ جلددوم :219ـ

عمر بن خطاب (خلیفہ):261ـجلددوم :181ـ

عمر بن عبد العزیز : جلددوم :181ـ

عمرو بن شعیب : جلددوم :214ـ

عمرو بن عبید : جلددوم :220ـ

عیسیٰ علیہ السلام : 13ـ51ـ52ـ 54ـ 56ـ58ـ64ـ 68ـ147ـ172ـ173ـ182ـ188ـ 194ـ

جلددوم :13ـ17ـ 63ـ

عیسیٰ ناصری :189ـ

(غ)

غزالی : جلددوم :218ـ219ـ223ـ

(ف)

فارابی : جلد دوم :218 ۔

فخر رازی :283۔ جلددوم :217۔

فرعون:23۔24۔25۔37۔38۔44۔153۔127۔217۔235۔273۔289۔290۔291۔ 292۔

جلددوم :26۔ 27 ۔29۔30۔47۔ 54۔62۔103 ۔104۔

فرید وجدی : جلددوم :224 ۔

فروز آبادی : جلددوم :156۔

(ق)

قابیل : 220۔221۔

قاسم رسّی : جلددوم :۔220۔221۔

قاسمی : جلددوم :219۔

قرطبی : 284۔ جلددوم :100 ۔114۔183۔

قمی : 136۔210۔283۔

قینان : 219۔220۔

(ک)

کسریٰ : 253۔

کعب الاحبار :261

کلینی : جلددوم :227۔

کندی : جلددوم : 218۔

(ل)

لات ۔189۔

لقمان : 26۔240۔289۔

لمک :220۔221۔

لوط علیہ السلام : 23۔25۔ 62۔63۔ 187۔

جلددوم :27۔134۔197۔199۔

(م)

مک میلا ن : جلددوم :246 ۔

ما لک : 61۔

ما مون خلیفہ عبا سی : 137۔279۔ جلددوم :220۔221۔

متو شلخ ؛220۔221۔

متوکل خلیفہ عبا سی : جلددوم :220۔

مجلسی : 92۔93۔ جلددوم :19۔186۔188۔

محمد صلی اللہ علیہ و الہ و سلم : 7۔9۔182۔ 225۔ 231۔ 265۔268۔

جلددوم :7۔13۔17۔20۔39۔44۔56۔59۔60۔63۔107۔117 ۔140۔167۔237۔241۔

محمد ابو زھرہ : جلددوم :222۔

محمد بن علی الباقر علیہ السلام :108۔136۔ جلددوم :107۔

محمد بن با بو یہ : جلددوم :234۔

محمد حمید حمد اللہ : جلدجلددوم :215۔

محمد سلیم حا فظ : جلددوم: 246۔

محمود شلتوت : جلددوم :225۔

مخنف بن سلیم : 245۔

مرتضیٰ (الشریف) : جلد دوم:229۔

حضرت مریم علیہ السلام :23۔24۔25۔51۔52۔54۔56۔62۔68۔70۔134۔194۔199۔ 202۔

جلددوم :51۔56۔57۔58۔111۔143 ۔167۔169۔

مزّی :255۔

مسعودی : 220۔جلددوم :241۔

مسلم :51۔جلددوم :2۔182۔

مسیح علیہ السلام :50۔51۔52۔54۔ 56۔ 58۔189۔193۔194۔211۔ جلددوم :218 ۔

معتصم خلیفہ عباسی : جلددوم :220 ۔

معروف بن خربّوذ : جلددوم : 101۔

مقاتل بن سلیمان : 262۔

ملک الموت : 65۔71۔ 108۔ جلددوم :86۔ 88۔ 90۔91۔

منات : 49۔

منصور حلاج : جلددوم :223۔

منصور دوانقی : جلددوم :220 ۔

موریس بوکیل : جلددوم :250۔252۔

موسیٰ علیہ السلام : 26۔27۔37۔147۔ 148۔153۔157۔161۔172۔174۔190۔205۔210۔ 218۔ 213۔ 224۔

225۔229۔ 234۔ 272۔274۔275۔ 279۔289۔290۔291۔301۔

جلـــــدوم :13۔19۔22۔27۔ 29۔ 32۔ 33۔38۔39۔ 40۔44۔ 46۔

48۔50۔52۔55۔56۔59۔60۔62۔109۔139۔141۔152۔156۔169۔171۔

مھاجرین : جلد دوم :29

مھلائیل : 221۔

میر جلال الدین حسینی :134 ۔

میر داماد :92۔

میکائیل :67۔ جلددوم :90۔

(ن)

ناتان : 258۔259 ۔

الندیم : 300 ۔

نسائی : جلددوم :182۔

نسر : جلددوم :18۔

نسناس :132۔

نصر بن مزاحم : 245۔

نظّام : جلددوم :220 ۔

نمرود؛ جلددوم : 26۔

نوح علیہ السلام : 23۔24۔25۔40۔80۔89۔90۔125۔147۔148۔161۔172۔173۔182۔

188۔216۔217۔221۔222۔

جلد دوم :13۔15۔17۔18۔20۔26۔27۔61۔139۔142۔178۔

(و)

واصل بن عطاء :254۔ جلد دوم:220۔

واقدی : 278۔ 269۔

ودّ : 221۔ جلددوم : 18۔

وھب بن منبہ : 248۔ 253۔256۔260۔262۔264۔

(ھ)

ھابل : جلددوم : 247۔

ھارون علیہ السلام :148۔161۔223۔229۔234۔274۔290۔294۔296۔297۔

جلددوم : 48۔ 58۔53۔

ھاشم : 266۔

ہبۃ اللہ : 219۔

ھود علیہ السلام :176۔217۔ جلددوم :17۔121۔130۔ 139۔179۔

(ی)

الیافعی : جلددوم :222۔

یافث : 221۔

یاقوت حموی :124۔

یتشبع دختر الیعام : 256۔

یحییٰ علیہ السلام : 54۔ جلددوم : 169۔

یزید بن معاویہ : 285۔

یزید رقاشی : 252۔255۔261۔ 284۔

یسع : 218۔

یعقوب علیہ السلام :147۔186۔199۔ جلددوم :27۔38۔39۔44۔47۔56۔62۔

یعقوبی :220 ۔

یعوق : 221 ۔ جلددوم :18 ۔19۔

یغوث : 221۔ جلددوم :18 ۔19۔

یوآب :257۔

یوسف علیہ السلام :181۔237۔241۔242۔253۔270۔271۔277۔278۔280۔281۔

یوشع بن نون :223۔ 224۔225۔

یونس علیہ السلام :147۔159۔280۔281۔ جلددوم :183۔184.

یھودا :257 ۔259۔جلددوم : 58۔

کتاب کے صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے آیات کریمہ کی فہرست

جلد اول

ردیف............آیۂ کریمہ............ .... سورہ......... صفحہ

1 انّا أنز لنا ہ قرا ناً عر بیًا............ .... یو سف: 1 1

2 نزل به الروحِ الا ُمین............ .... شعرائ: 11

3 کلّ الطعا م کا ن حلاً لبنیِ اسرا ئیل .... آل عمر ان: 13

4 و اِذ قا ل عیسی بن مریم یا بنی اِسرا ئیل............ .. صف: 14

5 و اِذا اَخذ ربک من بنی آدم من............ .... اعر ف: 19

6 اِنّما أشر ک آبا ؤ نا من قبل............ ....اعرا ف: 19

7 ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأة نو ح............ ....تحریم : 23

8 و ھی تجریِ بھم فی موج کا لجبا ل ھو د: 25

9 و لقد آتینا اِبرا ھیم رشدہ انبیا ئ: 25

10 و اتل علیھم بنا اِبرا ھیم اِذ قال لأ بیه شعرائ: 25

11 قال موسیٰ أتقو لون للحقّ لمّا جاء کم أ سحر یو نس: 26

12 و اِذا قیل لھم تعا لوا اِلی ما أنزل اللہ ما ئدہ: 26

13 و من النا س من یجا دل فی اللہ بغیر علم لقما ن: 26

14 و جعلوا الملا ئکة الذین ھم عباد الر حمن زخرف: 27

15 وکذ لک ما أرسلناک من قبلک فی قر یة زخرف: 27

16 فذکر اِنّما أنت مذ کر لست علیھم غا شیه: 30

17 و أنزلنا اِلیک الذ کر لتبین للنا س نخل: 30

18 و لقد جعلنا فی السما ء برو جاً و............ .... حجر: 34

19 و الأرض مدد نا ها وألقينا .... حجر: 34
20 اِنّ فی خلق السّموا ت و الأ رض و اختلا ف............ .. بقره: 35
21 أرايت من اتخذ اِلهه هوا ه أفأ نت تکو ن و أضله الله.......... فرقان: 37
22 أرايت من اتخذ اِلهه هواه أفأنت تکون و اضله الله......... جا ثيه: 37
23 و من أضل ممّن اتبع هواه بغير هدیً من الله .... قصص: 37
24 لئن اتخذت اِلهًا غيرِي............ .... اعرا ف: 37
25 و قال الملأ من قوم فرعون اتذ ر موسی و............ ... شعرا ئ: 37
26 الذين يجعلون مع الله اِلهاً آخر............ .... حجر: 38
27 و لقد خلقنا الِانسان من سلا لة من طين مؤ منو ن: 39
28 و لقد أرسلنا نو حاً اِلی قو مه مؤ منو ن: 40
29 ما اتخذ الله من و لد و ما کان معه من اِله مؤ منو ن: 41
30 أم جعلوا الله شر کا ء خلقوا کخلقه فتشا به رعد: 41
31 أفمن يخلق کمن لا يخلق نحل: 41
32 ذلکم الله ربکم لا اِله الِاّ هو خا لق کل شيئ انعا م : 42
33 يا قوم اعبدوا الله ما لکم من اِله غيره هود 42
34 من خالق غير الله ير زقکم............ ....فا طر: 43
35 و اتخذو ا من دو نه آ لهةً لا يخلقو نفر قان: 43
36 يا أيّها النا س ضرب مثل فا ستمعوا له............ .. حج : 43
37 قل أ ر أ يتم اِن أخذ الله سمعکم............. انعا م: 44
38 الذی له ملک السموات والأ رض............ .... اعرا ف: 44
39 من اله غير الله يا تيکم بضيائ............ .... قصص: 44

40 ذلکم الله ربکم له الملک لا الاله الاّ هو............ ... زمر: 44

41 لا اِله اِلاّ هو یحیی و یمیت ربکم و............ ...... دخا ن: 45

42 اِنّما الهکم الله الذی لا اِله اِلاّ هو............ .... طه: 45

43 قل لو کا ن معه آ لهة کما یقو لو ن............ ...... اسرا ئ: 45

44 واتخذ وا من دون الله آلهة لیکون............ .... مریم : 45

45 ء أتخذ من دونه آ لهة أن یردن............ .... یس: 45

46 أم لهم آ لهة تمنعهم من دوننا............ .... انبیا ئ: 45

47 واتخذ وا من دون الله آلهة لعلهم............ .... یس: 45

48 فما أغنت عنهم آ لهتهم التی............ .... هود: 45

49 اِنّما الله اِله وا حد ....نسائ: 46

50 لقدکفر الذین قالوا اِنّ الله ثا لث............ .... ما ئد: 46

51 و قال الله لا تتخذ وا اِلٰهین اثنین............ .... نحل: 46

52 اِنّنیِ انا لله لا اِله اِلا أنا فا عبد نی............ .... طه: 46

53 و ما أرسلنا من قبلک من رسول............ ....انبیا ئ: 46

54 أ مَن خلق السموا ت و الأرض و أنزل ....نحل: 46

55 فا سفتهم الر بک البنا ت و............ .... صا فا ت: 48

56 أم اتخذ ممّا یخلق بنات و............ .... زخرف: 48

57 و اِذا بشر أحد هم بما ضرب للر حمن............ ..... زخرف: 49

58 أ فر أ یتم اللا ت و العزی............ ....نجم: 49

59 اِنّ الذین لا یؤ منو ن با لا خرهِ لیسمّون............ .... نجم : 49

60 و جعلو ا لله شر کا ء الجن و خلقهم............ .... انعا م: 50

61 و یوم یحشر هم جمیعاً ثم یقول............ .... سبا : 50
62 و قالت الیهو د عز یز ابن الله............ ....توبه: 50
63 یا أهل الکتاب لا تغلو أفی دینکم............ .... نسا ئ: 51
64 لقد کفر الذین قالوا اِنّ الله هو المسیح............ مائده: 51
65 اِنّ مثل عیسی عند الله کمثل آدم............ ....آل عمرا ن: 52
66 وقالوا اتخذ الرّحمن ولدًا............ .... مریم: 52
67 قل هو الله أحد الله الصمد............ .... اخلا ص : 53
69 اِنّ الله یبشرک بکلٰمة منه اسمه............ .... آل عمرا ن: 54
71 و الملا ئکه یسبحون بحمد ربهم............ ....شوری: 62
72 یخا فون ربهم من فو قهم............ ....نحل: 62
73 فأ رسلنا اِلیها روحنا فتمثّل لها............ .... مریم: 62
74 و لقد جاء ت رسلنا اِبرا هیم با لبشری............ ....هود : 62
75 اِذ تستغیثو ن ربکم............ ....انفال: 63
76 اذ یوحی ربک اِلی الملا ئکه............ ....انفا ل: 63
77 اِذ تقول للمؤ منین أ لن یکفیکم............ ....آل عمرا ن: 63
78 الله یصطفی من الملا ئکة رسلاً............ ....حج: 64
79 اِنّه لقو ل رسول کریم............ ....تکویر: 64
80 قل من کان عدواً لجبریل فاِ نه............ .... بقره: 64
81 و اِنّه لتنزیل ربّ العا لمین نزل به............ .... شعرا ئ: 64
82 قل نز له روح القدس من ربک............ .... نحل: 64
83 و آتینا عیسی بن مریم البینا ت............ .... بقره: 64

84 تنزل الملا ئكة و الروح فيها باِ ذن............ .... قدر: 65

85 و لقد خلقنا الاِ نسا ن و نعلم ما تو سوس............ .... ق: 65

86 قل يتو فاكم ملک الموت الذى و كلّ............ ...... سجده: 65

87 حتى اِذا جا ء أحدكم الموت تو فته............ ....انعا م: 65

88 الذين تتو فاكم الملا ئكة ظا لمى أنفسهم............ .....نحل: 65

89 تعر ج الملا ئكة و الروح اِليه فى............ ....معا ر ج: 66

90 يو م يقو م الروح و الملا ئكة صفاً .... نباء : 66

91 ليس البرّ أن تو لوا وجو هكم قبل............ .... بقره: 66

92 من كان عدو الله و ملا ئكته ورسله............ ....بقره: 66

93 فاِ ذا سو يته و نفخت فيه من ....حجر: 68

94 و مريم ابنت عمرا ن التى............ .... تحريم: 68

95 ينز ل الملا ئكة با لر وح من أمره على............ .... نحل : 69

96 و كذ لک أوحينا اليک رو حاً من ....حج: 69

97 ثمّ استو ى اِلى السما ء و هى دخا ن............ ....فصلت : 72

98 و كا ن عر شه على الما ئ............ .... هود: 72

99 ألم يروا اِلى الطير مسخرات فى............ .... نحل: 73

100 و أنزل من السما ء ما ءً فا خرج............ .... بقره: 73

101 ثم استوى اِلى السما ء فسوّ اهن سبع............ .... بقره: 74

102 و ما من غا ئبة فى السما ء و الأرض............ .... نحل: 74

103 يوم نطوى السما ء كطى السجل............ .... انبيا ئ: 74

104۔ ھو الذی خلق لکم ما فی السموات الٲرض جمیاً........... بقرہ: 74
105۔ اللہ الذی خلق سبع سموات و من الاَرض.......... ..طلاق: 74
106۔ و أنزلنا اِلیک الذکر لتبین للناس............ .... نحل: 75
107۔ و ھو الذی خلق السموات والاَرض............ .... ھود: 75
108۔ اِنّ ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی..........یونس: 75
109۔ الذی خلق السموات و الٲرض و ما بینھما فی۔..........۔ فرقان: 76
110۔ اولم یر الذین کفروا ان السموات و الارض کانت............. .... انبیائ: 76
111۔ قل أ اِنکم لتکفرون با لذی خلق............ .... فصلت: 76
112۔ أ أنتم أشد خلقاً أم السماء بناھا............ ...... نازعات: 77
113۔ و السماء وما بناھا۔ و الٲرض و ما طحاھ............ .. شمس: 77
114۔ و الٲرض مددناھا و ألقینا فیھا............ .... حجر: 77
115۔ الذی جعل لکم الٲرض مھداً و............ ....طہ: 77
116۔ الذی جعل لکم الٲرض فراشاً و............ ....بقرہ: 78
117۔ ألم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات............ نوح: 78
118۔ أفلاینظرون اِلی الاِبل کیف خلقت............ .. غاشیہ: 78
119۔ أمّن خلق السّموات و الٲرض و أنزل لکم............ نمل: 78
120۔ و جعلنا فی الٲرض رواسیِ أن تمید بھم............ انبیائ: 79
121۔ ألم یجعل الٲرض کفاتا ....مرسلات: 79
122۔ ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر............ .یونس: 79
123۔ و لقد أرسلنا نوحاً و ابراھیم ....حدید: 80
124۔ أذکروا نعمۃ اللہ علیکم............ .... مائدہ: 80

125 ألم تروا أنّ الله سخر لكم ما فى............ ....لقمان: 84
126 ولقد خلقنا الاِنسا ن من صلصا ل ....حجر: 84
127 انا زينا السما ء الدنيا بز ينة............ .... صا فا ت: 85
128 و جعل القمر فيهن نو راً و جعل الشمس............ ..نوح: 85
129 اِنّ عدة الشهو د عند الله اثنا عشر............ .... توبه: 85
130 و علا مات و با لنجم هم يهتدون............ .... نحل: 86
131 و هو الذى جعل لكم النجو م لتهتدوا بها............ انعا م: 86
132 قل يأَيّها النا س اِنى رسو ل الله اليكم جميعاً......... اعراف: 88
133 و أوحى الىٰ هذا القرآن لا نذ ركم .... انعا م: 88
134 كذ بت قبلهم قوم نوح ....قمر: 89
135 كذلک مأتى الذين من قبلهم من روسو ل..........ذاريا ت: 90
136 و الله خلق كلّ دابةٍ من ما ءٍ فمنهم من يمشى.........نور: 95
137 و ما من دا بة فى الأرض ولا طا ئرٍ يطير............. انعام: 95
138 و لله يسجد ما فى السموا ت و ما فى الأرض........نحل: 95
139 فلمّا جنّ عليه الليل............ .... انعام: 97
140 و خلق الجان من مارج من نار .... الرحمن: 97
141 و الجان خلقنا ه من قبل من نا رالسموم............ .. حجر: 97
42 فى أمم قد خلت من قبلهم من الجن وا لاِنس............ .. . فصلت: 97
143 و من الجن من يعمل بين يديه بأ ذ ن ربّه............ .. سبا: 97
144 قال عفر يت من الجن أناآتيک به قبل............ ....نمل: 98
145 فلمّاقضينا عليه الموت مادلهم على مو ته............ . سبا: 98

146 وأنّه كان يقول سفيهنا على الله............ .... جن: 98
147 وأنهم ظنوا كما ظننتم أن لن............ ....جن: 98
148 وانّه كا ن رجا ل من الاِ نس يعوذون............ .... جن: 99
149 و انّا لمسنا السما ء فو جد نا ها............ .... جن: 99
150 واِنّا كنا نقعد منها مقا عد للسمع............ ......جن: 99
151 و انا منا الصا لحو ن ومنا............ .... جن: 99
152 و انا منا المسلمو ن و منا القا سطون فمن............ جن: 99
153 و لقد زينا السما ء الدنيا بمصا بيح و جعلناها .... ملک: 100
154 و کذ لک جعلنا لکلّ نبی عدواً شيا طين............. انعام: 100
155 انا جعلنا الشيا طين أوليا ء للذ ين............ .... اعرا ف: 101
156 اِنّ المبذ رين كا نوا اِخوا ن الشيا طين............ اسرا ئ: 101
157 و لا تتبعوا خطوا ت الشيطا ن أنّه لکم عدو مبين........بقره: 101
158 الشيطا ن يعدكم الفقر و يأ مركم با............ ..بقره: 101
159 و من يتخذ الشيطا ن و لياً من دون الله فقد..........نساء : 101
160 انما يريد الشيطا ن أن يو قع بينكم............ .....ما ئده: 101
161 يا بنی آدم لا يفتننکم الشيطا ن کما أخرج.......... اعراف: 101
162 و يوم تقوم السا عة يبلس المجرمون............ ...روم: 102
163 و اذا قلنا للملا ئكة اسجد وا لِآدم............ ..کهف: 102
164 و لقد صدق عليهم أبليس ظنه............ .... سبا: 102
165 فوسوس لهما الشيطا ن ليبدی لهما ما ووری........اعراف: 103
166 ألم اعهد اليكم يا بنی آدم ان لا تعبدوا ا لشيطا ن........ يس: 103

167 اِنّ الشیطا ن لکم عدو فا تخذ وه عد واً............ . فاطر: 103
168 و ما یکفربِها اِلّا الفا سقون............ ....بقره: 106
169 اِنّ المنا فقین هم الفا سقون............ ....توبه : 106
170 فمنهم مهتد وکثیر منهم فا سقون............ .حدید: 107
171 منهم المؤ منو ن و اَکثر هم الفا سقون...........آل عمران :107
172 فلما خرّ تبینت الجن أن لو کا نوا............ .....سبا:109
173 انا خلقنا هم من طین لا زب............ ....صافات:113
174 خلق الاِنسا ن من صلصا ل کا لفخا ر............ الرحمن:113
175 الذی أحسن کلّ شیءٍ خلقه و بدأ خلق.......... سجده :113
176 یا أیّها النا س اِنْ کنتم فی ریب من البعث............ حج:113
177 هو الذی خلقکم من ترا ب ثم من نطفة........ مو ٴمنون:114
178 فلینظر الا نسا ن ممّ خلق............ .... طا رق:114
179 خلقکم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها......... زمر:115
180 و هو الذی أنشا ءکم من نفس وا حده........ .... انعا م:115
181 و لقد عهد نا اِلی آدم من قبل فنسی و لم نجد......... طه:115
182 و لقد خلقنا کم ثم صور نا کم ثم قلنا...... ... اعراف:116
183 قال أسجد لمن خلقت طینا............ .... اسرا ئ: 117
184 قال رب بما اغو یتنی لا ز ینن لهم......... ....حجر:118
185 وقالوا لن مؤ من لک حتی تفرج لنا من......... . اسرا ئ: 119
186 لقد کان لسبائِ فی مسکنهم......... .... سبا :119
187 قل اذ لک خیر ام جنة الجلد التی............ ....فرقان:120

188 و الذین آمنو ا وعملوا الصا لحا ت اولآئک............ بقره:120
189 اِنا عر ضنا الا ٴ ما نة علی السموات........... .....احزاب:128
191 و یسئلو نک عن الروحِ قل الروح من............ ... اسرائ:135
192 أ أربا ب متفر قون خیر أم الله الواحد........... .... یوسف:144
193 و قال للذی ظن انّه نا ج منهما...... .... یوسف:144
194 اتخذ وا أحبا ر هم و ر هبا نهم....... .... تو به:145
195 سبح اسم ربّک الأعلی اعلی:147
196 ربنا الذی اعطی کلّ شیءٍ خلقه ثم............ .... طه:147
197 خلق کلّ شیءٍ فقدر ه تقدیرا......... .... فرقان:147
198 وعلم آدم ا لأسما ء کلّها ثم عر ضهم........... ... بقره: 147
199 شرع لکم من الذین ما وصی بی نو حاً شوری:147
200 ا نّا أوحینا الیک کما أوحینا اِلی نو ح............ ...نسا ئ:147
201 نزل علیک الکتاب با لحقّ مصدقاً............ آل عمرا ن:148
202 و ما خلقت الجن و ا لاِ نس اِلّالیعبدون............ذاریات:148
203 یا معشر الجن و ا لاِ نس ألم یأ تکم رسل منکم...... انعام:148
204 و اِذا صرفنا اِلیک نفر أ من الجن............ ...... احقا ق:148
205 قل أوحی اِلی أنّه استمع نفر من الجن......... .... جن:149
206 و أوحی ربّک اِلی النخل أن اتّخذی............ ......نحل:150 207
خلق الاِنسان علمه البیان الرحمن:154
208 أقرأ با سم ربّک الذی خلق............ .... علق :154
209 و سخرالشمس والقمرکلّ یجری لاجل مسمّی.......فاطر:155

210 و سخر الشمس والقمر و النجو م مسخرات بِأمره... اعراف: 155
211 لا يعصو ن الله ما أمر هم و يفعلون ما.......... .....تحريم:155
212 فخرج على قومه من المحراب........... ..... مريم:156
213 أنّ الشيا طين ليو حو ن اِلى أوليا ئهم......... ......انعا م:157
214 و أوحينا اِلى أم مو سى............ .... قصص: 157
215 و جعل فيها رواسى من فو قها و............ . فصلت: 158
216 و اذ قال ربک للملا ئكة انّى جاعل فى........... ...بقره :160
217 و قال موسى لا خيه هارون اخلفنى فى.......... ..اعراف: 161
218 و لله يسجد من فى السموا ت و الأرض........ ...رعد:162
219 سيما هم فى وجو هم من اثر السجود.......... ..... فتح :162
220 أتجعل فيها من يفسد فيها و يسفک............ ....بقره:163
221 و سخر لكم ما فى السموات و ما فى الأرض.......جا ثيه: 165
222 الله الذى جعل لكم ا لأرض قرارا.......... .... مؤ من: 165
223 الذى جعل لكم الأرض مهداً............ .... زخرف:165
224 والأرض وضعها للأ نام........ .... الرحمن:165
225 هو الذى جعل لكم الأرض ذلو لافامشوا............ ملک: 165
226 ألم تر ان الله سخر لكم ما فى الأرض.......... ......حج: 165
227 و لقد كرمنا بنى آدم وحملنا هم............ .... اسرائ:165
228 الله الذى خلق السموات و الأرض وأنزل..........ابرا هيم: 166
229 وعلى الله قصد السبيل و منها جا ئر و........... ..... نحل:166
230 و من ثمرات النخيل و الأعناب.......... ....نحل: 167
231 و الأنعام خلقها لكم فيها دفء و... .... نحل: 169

232 و ا نّ لکم فی الأنعام لعبر ة نسقیکم......... ....نحل:169
233 یعلمون له ما یشا ء من محا ریب و تما ثیل و........ سبائ:175
234 و من الشیا طین یغو صون له و........ ....انبیائ:175
235 ما کان لیأخذ اخاه فی دین الملک............ ...... یوسف:181
236 اِنّ الدّین عند الله الاِسلام......... ....آل عمران:183
237 قالت الأعراب آمنا قل لم تؤ منوا....... ..... حجرات :184
238 اذا جا ء ک المنا فقون قالوا نشهد أنّک........... منا فقون:185
239 ان المنا فقین یخاد عون الله و هو......... .... نسائ:185
240 فان تو لیتم فما سأ لتکم من أجر......... .... یونس:186
241 ماکان أبراهیم یهودیا ولانصرا نیاً.......... .....آل عمرا ن:186
242 و وصی بها أبرا هیم بنیه و یعقوب.......... ....بقره:186
243 ما جعل لکم فی الد ین من حرجِ............ ....حج: 186
244 فأخرجنا من کان فیها من المؤ منین.......... ....ذاریا ت: 187
245 یا قوم أن کنتم آمنتم با لله فعلي............ ....یونس:187
246 ربناأفرغ علینا صبراً و و تو فنا مسلمین............ اعراف :187
247 انّه من سلیمان و انّه بسم الله الرحمن الرحیم........... نمل: 187
249 یا أیّها الملأ ائیکم یأ تونی بعر شها........... ....نمل :188
250 و اذا أوحیت اِلی الحوا ریین ان .... ما ئده:188
251 فلمّا أحس عیسی منهم الکفر قال من انصاریآل عمران: 188
252 فأقم وجهک للدین حنیفاً فطرت............ .... روم:195
253 یسئلونک ما ذا أحل لهم قل............ .... مائده:196

254 الذین یتبعون الرسول النبّی ا لأمی............ .....اعرا ف:196
255 فا ما الز بد فیذ ھب جفا ئاً رعد:197
256 و اذن فی النا س با لحج یأ توک............ ..حج: 197
257 یدعوا من دون اللہ ما لا یضرّہ و ل............ ....حج:197
258 یسئلو نک عن الخمر والمیسر قل فیھما...........بقرہ :197
259 اِنّما المؤ منو ن اِخوۃ............ .... .حجرات:198
260 و جعلنا ھم أ ئمۃ یھدون بأ مر نا و............ .....انبیا ئ:199
261 و اوصا نی با لصلا ۃ و الزّکا ۃ............ ....مریم: 199
262 و کان یأمر اھلہ با لصلا ۃ والز کا ۃ............ .....مریم:199
263 یا أیھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما............بقرہ: 199
264 و أخذ ھم الر بّا وقد نھوا عنہ............ ....نسا ء :200
265 اِنّا أنز لنا التو راۃ فیھا ھدی............ ....ما ئدہ: 200
266 و الوا لدات یر ضعن أولا د ھن............ .... بقرہ:200
267 و نفس و ما سواھا ....شمس :201
268 فأ لھمھا فجو ر ھا وتقو یھا............ ....شمس:202
269 و أمّا من خا ف مقام ربّہ و نھی النفس.........نا ز عات : 202
270 فاما من طغی وآثر الحیو ۃ الدنیا............ .نا ز عات:203
271 اَضا عوا الصلا ۃ واْتبعوا............ .... مریم:203
272 وقال الشیطا ن لمّا قضی الأمر ان اللہ............ .ابراھیم:203
273 فذکر انما أنت مذ کر............ ....غا شیہ:204
274 انّاھد ینا ھ السبیل اِما شا کراً و............ .... بلد:204

275 لاأِکرا ھ فی الدین قد تبیّن............ .... بقرہ :204
276 فمن یعمل مثقا ل ذرة خیراً یرہ............ ....ز لزال:204
277 و اذ صرفنا اِلیک نفراً من الجن............ ......احقا ف: 205
278 و یوم یحشر ھم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثر تم.... انعا م: 207
279 ما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتاب و............ آل عمرا ن:215
280 یاأیھا النبی اِنّاأرسلناک شا ھداً و............ .....احزاب:215
281 ألنبّی أولی بالمؤمنین من أنفسھم............ . احزاب:215
282 انّا أوحیناألیک کما أوحینا ....نسا ئ:216
283 کا ن الناس أمة واحدة فبعث الله............ ..بقرہ: 216
284 و لقد فضّلنا بعض النبیین علی............ ....اسرائ:216
285 و ما أرسلنا من رسو ل اِلابلسان............ ....ابراھیم:217
286 و اِلی عا د أخا ھم ھودا............ ....اعراف:217
287 و اِلی ثمود اخا ھم ھودا............ ....اعراف:217
288 و اِلی مدین اخا ھم شعیبا............ .... اعراف:217
289 و رسلاً مبشر ین و منذ رین لئلا............ ....نسائ:217
290 و ما کنّا معذ بین حتی نبعث رسو لً............ ...اسرا ئ: 217
291 و لکلّ أمة رسو ل فاِذا جا ء رسول ھم............ یو نس:217
292 فعصوا رسول ربھم فأخذ ھم............ ....حا قه:218
293 و من یعص الله و رسوله فاِ نّ له............ .... جن: 218
294 ثم أوحینا الیک ان اتبع............ .... نحل:218
295 الیو م أکملت لکم دینکم و............ .... ما ئدہ: 219

296 خلق السموا ت و الأرض با لحق ان............ عنكبوت:226

297 هو الذى أنزل من السماء ما ئً لكم منه شراب..........نحل:226

298 انّ فى خلق السموات و الأرض و اختلا ف الليل........بقره:227

299و رسو لاً اِلى بنى اسرا ئيل انى قد جئتكم بآية....... .آل عمرا ن:228

300 ما انت الا بشر مثلنا فأ تِ بآ ية ان............ ..... شعرا ئ:231

301 فعقروها فا صبحوا نا دمين............ .... شعرا ئ:231

302 فأخذ هم العذا ب انّ فى ذ لک............ ....شعرا ئ: 231

303 و اِن كنتم فى ريب مما نزّ لنا على............ ....بقره:232

304 قل لئن اجتمعت ا لاِنس و الجن على ان............ .اسرائ: 232

305 و لقد همت به و هم بها لو لا ان............ ..... يوسف:237

306 و اذابتلى أبرا هيم ربّه............ .... بقره: 538

307 يا داود انّا جعلنا ک خليفةً فى............ ....ص: 238

308 يضل به كثيراً و يهدى به كثيراً و............ ....بقره:239

309 تا لله لقد ارسلنا اِلى امم من قبلک............ .....نحل:241

310 و اذ زين لهم الشيطا ن أعما لهم و............ ...انفا ل:241

311 يسجدون للشمس من دون الله و زين............ ..نمل :241

312 شهر رمضا ن الذى أنزل فيه............ ....بقره:243

213 انّا أنزلنا هـ فى ليلة القد............ .... قدر:243

314 اصبر على ما يقو لون و اذ كر عبد نا داود............ ص:247

315 و ما كان لمؤ من و لا مؤ منة............ ....احزاب:267

316 فلما قضى زيد منها وطر اً ز وّجنا كها............ احزاب:268

317 و ما جعل أدعيا ء كم أبنا ء كم............ .... احزا ب:268
318 فجعلكم جذا ذاً الِّا كبيراً لهم لعلهم............ .انبيا ئ:269
319 فلما جهز هم بجها ز هم جعل السقا ية فى.........يو سف:270
320 و ذا النو ن اذ ذهب مغا ضباً فظن............ .. انبيا ئ: 271
321 انّا فتحنا لک فتحاً مبيناً ليغفر لک............ .. فتح :271
322 ستجد نی ان شا ء الله صا براً و لاأعصی............كهف:273
323 عليها ملا ئكة غلا ظ شدا د لا يعصون............ تحريم:273
324 و عصی آدم ربه فغوی............ .... طه: 273
325 و اذ نا دیٰ ربک مو سی اِن أ ئت القوم............ شعرا ئ:273
326 و دخل المد ينة على حين غفلة من أهلها..........قصص:274
327 بل فعله كبير هم هذا فأسالو هم............ .. انبيا ئ:277
328 خصمان بغیٰ بعضنا على بعض............ ....ص:282
329 لقد ظلمک بسؤال نعجتک اِلی............ ....ص :282
330 و لئن سئلتهم من خلقهم............ ....لقمان:289
331 و لئن سئلتهم من خلق السموات والأرض...........زخرف: 289
332 و لئن سئلتهم من خلق السموات والأرض........زخرف:289
333 أليس لی ملک مصر وهذه الأنها ر تجری.........زخرف: 290
334 أنا ربّكم الأعلی............ ....النازعات:290
335 اذهبا اِلی فرعون انّه طغی............ .... طه:290
336 أجئتنا لتخرجنا من أرضنا بسحرک............ . طه: 293
337 فأ تيا فر عون فقو لا ان رسول............ .... طه:294

338 اِنّ هذا لسا حر عليم ير يد أ ن............ .... شعرائ: 294
339 فلما ألقوا سحروا أعين النا س و أستر هبو هم........اعراف:295
340 انّه لكبير كم الذى علّمكم السحر............ .... شعرائ: 296
341 لا ضيراِنّا اِلى ربنا منقلبو ن............ .... شعرائ:297
342 أ انت فعلت هذاأ لهتنا ياابراهيم............ ..انبيائ: 298
343 و كذ لک نری أبراهيم ملكوت السموات............انعام:299
344 ألم ترالى الذى حاج أبرا هيم فى ربّه............ ..بقره: 301
345 فا نهم عدولى اِلاّربّ العا لمين............ ....شعرائ: 302
346 والّذ ی هو يطعمنی ويسقين واِذا مر ضت............ ..طه:302

جلد دوم

ردیف............ آیۂ کریمہ........... .... سورے......... صفحہ

347 انّاارسلنانوحاً اِلی قو مه............ .... نوح:18
348 شرع لکم من الدین ما وصی............ ....نوح:19
349 سلام علی نوحٍ فی العا لمین............ ....صافا ت :20
350 و اِذ بوأ نا لِإبراهيم مكا ن............ ....حج:21
351 و اِذ جعلنا البیت مثا به............ .... بقره:21
352 و قا لو ا کو نوا هودا أو نصا ری............ ....انعا م:22
353 قل صدق الله فا تبعوا ملّة اِبرا هیم............ ...آل عمرا ن:22
354 قل اِنّنی هدانی ربِّی اِلی صرا ط............ ....انعا م:23
355 آمنا با لله و ما أنز ل اِلینا و ما............ ....بقره:27
356 ما ننسخ من آیة أو ننسه............ ....قره:28
357 و اِذا بدّ لنا آیة مکا ن آیة............ ....نمل:28
358 و ادخل ید ک فی جبیک............ .... نمل:29
359 یا بنی اِسرا ئیل اذ کروا نعمتی............ ....بقره:31
360 و لقد آ تینا مو سی الکتاب و قضینا............ .....بقره:32
361 و لقد أنز لنا اِلیک آیا ت............ ....بقره: 33
362 ودّ کثیر من أهل الکتاب لو یردو نکم............ ... بقره :33
363 و اِذ یر فع اِبرا هیم القوا عد............ ....بقره: 34
364 قد نری تقلب وجهک فی ا لسما ئ............ ....بقره35
365 وعهدنا اِلی اِبرا هیم و اِسماعیل ....بقره :35

366 سیقول السفها ء من النا س ما............ ....بقرہ : 35
367 و علی الذین ھا دوا حر منا کل............ ....انعا م:37
368 الذین آتینا ھم الکتاب یعر فو ن............ .... بقرہ:40
369 وجا وزنا ببنی اسرا ئیل البحر............ .... اعرا ف:48
370 وأضلھم السا مری............ .... بقرہ:48
371 و اِذ أخذ نا میثا قکم ورفعنا............ .... بقرہ:49
372 و آتینا مو سی الکتاب وجعلناہ ھدی............ .. اسرائ:49
373 و علی الذ ین ھا دوا حر منا ما قصصنا............ نحل:50
374 یسئلک أھل الکتاب ان تننزل............ ....نسا ئ: 50
375 و سئلھم عن القر یۃ التی کا نت............ ....اعراف:51
376 اِنّما جعل السبت علی الذین............ ....نحل:51
377 و قطعنا ھم أثنتی عشر ۃ أسباطاً .... اعرا ف: 51
378 و اِذ قال موسی لقو مہ یا قوم اذ کروا............ . ما ئدۃ: 52
379 اِنّ الذین فتنواالمؤ منین والمؤمنات............ . البروج:54
380 انّی قد جئتکم بآیۃ من ربکم............ .... آ ل عمران:59
381 الذین یتبعون الرسول النبی............ .... اعراف:59
382 یاایھاالذین آمنوا اذا نا جیتم الرسول............ ...مجا دلہ: 60
383 اِنّاأنزلناالتوراۃ فیھا ھدی و............ ....ما ئدہ :64
384 و قالوا ھذہ أنعام حرث............ .... انعا م:65
385 قل أ رأ یتم ما أنزل اللہ لکم من رزق............ ...یو نس:66
386 افکُلَّماجاء کم رسول بما لا............ ....بقرہ:66

387 و اِذا قيل لهم آمنوا بما أنزل الله............ ....بقره:67
388 ولن ترضى عنک اليهود............ ....بقره:67
389 فأقم وجهک للدّين حنيفا ً............ ....روم:68
390 والوالدات يرضعن أولادهن............ .... بقره :68
391 يا أيها الذين آمنو اكتب عليكم الصيام............ ..بقره:69
392 ياأيها الذين آمنو اكتب عليكم القصا ص............بقره :69
393 أحلّ الله البيع وحرّم الرّ با............ ....بقره :69
394 اِنّ الذين آمنو ا وهاجروا............ .... انفعال69
395 وأولواالأرحام بعضهم اولى ببعض............ . انفعال: 70
396 وآتينا مو سى الكتاب وجعلناه............ ....اسرائ:71
397 اِنّ هذا القرآن يهدى للتى هى............ ....اسراء :71
398 واِنّ ليس للاِ نسا ن اِلاّ ما سعى............ .... نجم:77
399 ومن يرد ثواب الدنيا نؤ ته منها............ ...آل عمران :77
400 من كان يريد الحيا ة الدنيا و............ .... هود:77
401 من كان يريد العا جلة عجلنا............ .... اسرائ:78
402 ولا تحسبّن الذين قتلوا فى سبيل الله............آل عمران:78
403 و من يقتل مؤ مناً متعمداً فجزا ؤ ه............ ..نساء :78
404 انّ الله هو الر زاق ذو القو ة المتين............ ..ذاريات:80
405 الله الذى خلقكم ثم ر ز قكم............ ....روم :80
406 و لا تقتلوا أولا د كم من اِملاق............ ....انعا م:80
407 و كأيّن من دابة لا تحمل ر زقها............ .. عنكبوت: 80

408 واللہ فضل بعضکم علی بعض فی............ ......نحل:80
409 و اللہ أنزل من السما ء ماءً فأحیا به............ ...نحل :82
410 یا ایها الذین آمنوا کلوا من طیبات............ ......بقره:83
411 یسئلو نک ما ذا أحل لهم قل............ .... ما ئده:83
412 و یحلّ لهم الطیبا ت و یحرّم علیهم............ ... اعرا ف:83
413 و الذین ها جروا فی سبیل اللہ ثم............ .... حج:83
414 اِلّا من تاب وآمن وعمل صالحا............ .... مریم:84
415 فمن یعمل مثقا ل ذرة خیرا ً............ ....زلزال:84
416 فا لیوم لا تظلم نفس شیاً و............ ....یس:84
417 و جا ء ت سکر ة الموت بالحقّ............ .... ق:86
418 قل یتوفا کم ملک الموت الذی وکل.............سجده :86
419 فامّا اِن کان من المقرّ بین............ ....واقعه:87
420 یا أیّتها النفس المطمئنة ارجعی............ ....فجر:87
421 حتی اِذا جاء أحد هم الموت قال............ ... مؤ منون :87
422 و نفخ فی الصورفصعق من فی............ .... زمر:90
423 و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً.............کهف:91
324 و یوم ینفخ فی الصورففزع من فی............ .... نمل:91
425 و نفخ فی الصورفاِذا هم من ا لأجداث............ .... یس:91
426 و حشر نا هم فلم نغا در منهم أحد اً کهف:92
427 یوم ینفخ فی الصورو نحشرالمجرمین........ طه:92
428 یوم نحشر المتقین اِلی الرحمٰن............ ......مریم:92

429 اِنّهم مبعوثو ن ليوم عظيم............ .... مطففين:93

430 يوم يقوم الروح والملا ئكة صفاً ....نبا ئ:93

431 و خلق الله السموات والأ رض با لحقّ و........... جا ثيه :93

432 و كلّ انسا ن ألزمناه طا ئره فى............ .....اسرا ئ:93

433 كلّ أمّة تد عى الى كتا بها اليوم تجز ون......جا ثيه:93

434 فأما من أوتى كتا به بيمينه فيقول............ ...حا قه:94

435 فأمّا من أوتى كتا به بيمينه فسوف............ ....انشقا ق:94

436 و لا يحسبن الذين يبخلون بما............ .....آل عمرا ن: 94

437 و يوم نبعث فى كلّ أمة شيهداً عليهم............ ..نحل: 95

438 و يوم يقوم الاشها د............ .... .غافر: 95

439 حتى اِذا ما جاء وها شهد عليهم............فصلت: 95

440 انِّ الله يد خل الذين آمنوا و............ ....حجر:97

441 و من عمل صا لحاً من ذ كراً و انثى............مؤ من: 97

442 من يعمل سوء اً يجز به و لا يجد............ ...نسائ: 97

443 و يوم القيا مة ترى الذ ين كذّ بوا على............ ..زمر: 97

444 الذين آ منو ا بآيا تنا و كا نوا مسلمين............زخرف: 98

445 و تلک الجنة التى أورثتمو ها بما............ .....زخرف:98

446 و الذين يكنزون الذ هب والفضه............ .....تو به: 98

447 و اِنّ للمتقتن لحسن مأ ب............ .... ص: 99

448 اِنّ عبا دى ليس لک عليهم سلطا ن............ ...حجر: 99

449 و أور ثنا القوم الذين كا نوا مستضعفون.......... اعرا ف: 103

450 و لنبلو نّكم بشی ئٍ من الخو ف و الجو ع............بقره: 104
451 ليس البر أن تو لوا وجو هكم قبل............ ....بقره: 104
452 اِنّه كان فر يق من عبادی يقو لون............ .....مؤمنون:105
453 الذين آتينا هم الكتاب من قبله............ ....ص: 105
454 و الذ ين صبروا ابتغا ء وجه ربّهم و............ ..... رعد: 105
456 فا نطلقا حتى اذا أتيا أهل قرية............ ......كهف: 108
457 لا يملكون الشفا عة اِلّامن اتخذ............ ......مريم: 111
458 عسى أن يبعثک ربّک مقا ماً .... اسرائ: 112
459 لايشفعون اِلاّ لمن ارتضی............ .... انبيا ئ:112
460 الذين اتخذ وا دينهم لهواً ولعباً و............ ... اعراف: 112
461 و الذين كذّبوا بآيا تنا ولقاء الآخره............ اعراف: 116
462 ماكان للمشر كين أن يعمروا مساجد............ توبه: 116
463 و من ير تدد منكم عن دينه............ .... بقره: 116
464 اِنّ الذ ين كفروا وصد وا عن سبيل الله............مُحَمَّد:116
465 يا اَيّهاالذين آمنوا لا تر فعوا أصوا تكم فوق......حجرات: 116
466 يا اَيّها الذين آمنوا لا تبطلوا صد قا تكم............ .بقره: 116
467 و يوم يحشر هم جميعاً يا معشر الجن............ انعا م: 120
468 و اِنّا منّاالمسلمو ن ومِنّا القا سطون............ .....جن:121
469 قال ادخلوا فی أمم قد خلت من قبلكم اعراف:121
470 و تمت كلمة ربّک لأملأ نّ جهنم............ ...هود: 121
471 لا تقتلوا أولا دكم خشية املا ق............ ...اسرائ: 122

472 یا ایّھاالذین آمنوا کلوا من طیبات............ ....بقرہ:122
473 لقد جا ءکم رسول من أنفسکم عز یز علیہ............توبہ:128
474 ورحمتی وسعت کلّ شی ءٍ فسا کتبھا............اعراف:128
475 فبأیّ آلا ء ربکما تکذ بان............ ....الر حمان:129
476 و لمن خاف مقا م ربّہ جنتان............ ....الرحمان:129
477 تبارک اسم ربّک ذی الجلا ل............ .....الرحمان:129
478 و ھوالذ ی خلق السموات والأرض............ ....ھود:130
479 انِّ ربکم اللہ الذی خلق السموات والأرض........ یونس:130
480 الذین یحملون العر ش ومن حول............ ....غا فر:130
481 و تری الملا ئکۃ حا فین من حول............ ....زمر:131
482 و یحمل عرش ربّک فو قھم یو مئذٍ ثما نیۃ.........حا قۃ:131
483 استوی علی العرش یعلم ما یلج فی الأرض.........حدید:133
484 استوی علی العرش الرحمن فسئل بہ............ ...فرقان:134
485 خلق السموات و الأرض فی ستۃ............ ....ھود:134
486 و ھو الذی سخر البحر لتا کلوا لحماً طر یاً و....... نحل:135
487 و الأنعام خلقھا لکم فیھا دفء و............ ......نحل:135
488 و الذ ی خلق الأزواج کلھاوجعل............ ..زخرف:135
489 و سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض....جا ثیہ:136
490 ألم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما........لقمان:136
491 یا قوم لیس بی سفا ھۃ و لکنیّ رسول..........اعرا ف:139
492 قل أمر ربّی با لقسط وأقیموا وجو ھکم..........اعراف:140

493 آمن الرسول بما أنزل اِليه............ ....بقره:140
494 أطيعو الله وأطيعوا الر سول و لا............ ......مُحَمَّد:140
495 فسجد وا اِلاّ ابليس كان من............ ......كهف:140
496 فعقروا النا قة وعتوا............ .... اعراف:140
497 و جا ء فرعون ومن قبله............ ....حا قه:141
498 الذين يقولون ربّنا انّنا آمنّا............ ......آل عمرا ن:141
499 و ما كان قو لهم اِلّا أن قالواربّنا............ ..آل عمرا ن:141
500 ربّنا فاغفرلنا ذنو بنا وكفرعنا............ .....آل عمرا ن:141
501 ربّ انِی ظلمت نفسی فاغفرلی............ .... قصص:141
502 و الذ ين عملواالسيِّا ت ثم تابوا............ ...اعراف:142
503 فقلت استغفر وا ربّكم انّه كان غفاراً............ ...نوح:142
504 فتلقی آدم من ربّه كلمات فتاب............ .... بقره:142
505 قل يا عبادی الذين أسرفوا علی أنفسهم............ . زمر:142
506 لقد كان لِسبائٍ فی مسكنهم آية جنتان............ .سبائ:142
507 و انّ ربّک هو يحشر هم............ ....حجر:143
508 ما فرطنا فی الكتاب من شیء ثم............ ....انعام:143
509 اِنّ حسا بهم اِلاّ علی ربّی............ .... شعرائ:143
510 ألحمد لله ربّ العا لمين الرحمن الرحيم............فا تحه:144
511 اِنّ جهنم كانت مرصا داً............ .... نبائ:144
512 خلق اِنسان علمه البيان............ ....الرحمان:144
513 خلق الاِنسان من علق............ ....علق:145

514 ذلکم اللهربّکم لا اِلٰه اِلاّ هو........... ....انعام:145

515 أالله لا اِلٰه اِلاّ هوله الأسماء الحسنی طه:149

516 أالله يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر........... ....رعد:150

517 اِنّ الله هو التوّاب الرّحيم........... ....توبه:150

518 ليجز يهم الله أحسن ما كانوا يعملون........... . بقره:150

519 أالله لا اِلٰه اِلاّ هوالحیّ القيوم........... ....بقره:150

520 وسع ربّی کلّ شی ءٍ علما افلا انعام:152

521 و لقد فتنا سليما ن و ألقينا علی........... .....ص:153

522 يا أيّها النا س اعبدوا ربّکم الذی........... .....بقره:155

523 و لله يسجد ما فی ا لسموات و الأرض........... .نحل:155

524 ضرب الله مثلاً عبداً مملوکاًلا يقدر........... ... نحل:155

525 ان کلّ من فی السموات و الأرض........... .....مريم:155

526 فو جدا عبداً من عبا د نا آتينا ه........... ....كهف:156

527 انِّ هٰذه تذ کره فمن شا ئ........... ....مزّ مل:159

528 ألم تر الی ر بّک کيف مدّ الظّل و لو........... ....فرقا ن:159

529 فا مّا الذين شقوا ففی النار لهم........... ....هود:159

530 فلن تجد لسنّة الله تبد يلاً و لن........... .... احزاب:160

531 له مقا ليد السموات و الأرض........... .... شوری:161

532 و کأيّن من دا بة لا تحمل رز قها الله...........عنکبو ت:161

533 قل اِنّ ربّی يبسط الرزق لمن يشائ........... .. سبا ئ:162

534 و لا تجعل يدک مغلو لة الی عنقک و........... ..اسرائ:162

535 قل أللّهم ما لک الملک تؤ تی الملک.........آل عمرا ن:162

536 و أنّک لتهدی اِلیٰ صرا ط مستقیم............ .....شوری:164

537 و جعلنا هم أئمة یهدون بأِمر نا............ .....انبیا ئ:165

538 هو الذی أرسل رسوله با لهد ی و دین............ ..توبه :165

539 شهر رمضا ن الذی أنزل فیه القرآن............ .....بقره:165

540 و أنزل التو راة و الاِنجیل من قبل............ ...آل عمران:165

541 الم نجعل له عینین و لسا ناً و شفتین............ ......بلد:165

542 و أما ثمود فهد ینا هم فا ستحبوا العمی............ فصلت:165

543 انما أمرت أن أعبد ربّ هذه............ ....نمل:166

544 قل یا أیّها النا س قد جا ء کم الحق............ .... یونس:166

545 من اهتدی فاِنّما یهتدی لنفسه و............ .... اسرائ:166

546 و یز ید الله الذ ین اهتدوا............ .... مریم:167

547 و الذین اهتدوازاد هم هدی............ ....محمّد:167

548 و الذ ین جا هدوا فینا لنهد ینهم............ ....عنکبوت:167

549 و لقد بعثنا فی کلّ أمة رسولا............ .... نحل:167

550 فریقاً هدی و فر یقاًحق علیهم............ ....اعراف:168

551 و الله یهدی من یشاء اِلیٰ صراط مستقیم............ .بقره:168

552 من یشاء الله یضلله ومن یشائ............ ....انعام:168

553 اِنّک لا تهدی من أحببت ولکن الله............ ....قصص:168

554 صراط الذین أنعمت علیهم............ ....فاتحه:169

555 أولآء ک الذین أنعم الله علیهم من............ .... مریم:169

556 و ضربت علیهم الذ لّة والمسکنة............ ....بقره:169
557 و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن............ .....آل عمران:170
558 و اکتب لنا فی هذ ی الدنیا حسنة و............ .. اعراف:171
559 اِقترب للنا س حسا بهم و هم فی غفلة............ .انبیا ئ:172
560 اِنّ هٰئو لا ء یحبون العا جلةو............ ....انسان:173
561 و یقول الذین کفروا لو لا أنزل............ ....رعد:177
562 و ما کان لرسول أن یأ تی............ .... رعد:178
563 ثم أغر قنا بعد البا قین............ .... شعرائ:178
564 فکذبوه فا هلکنا هم ان فی............ .... شعرائ:179
565 فأرسلنا علیهم الطّو فان والجراد و............ ....اعراف:179
566 فمحونا آیة ا للیل وجعلناآیة النّهار............ ..... اسرائ:179
567 و یمحق الله البا طل و یحقّ الحقّ............ ....شوری:179
568 و قالوا لن نؤ من لک حتی تفجر لنا............ ... اسراء :180
569 یمحو ا لله ما یشا ء و یثبت و عنده............ .... رعد:180
570 و اما نر ینک بعض الذ ی نعد هم أو............ .....رعد:180
571 هو الذ ی خلقکم من طین ثم............ ....انعام:182
572 فلو لا کانت قر یة آ منت فنفعها............ ......یونس:183
573 و وا عد نا مو سی ثلا ثین لیلة و............ ...... اعرا ف:185
574 و اذا وعد نا موسی أربعین لیلة ثم............ ......بقره:185
575 و لن یؤخر الله نفسا اذا جا ء أجلها............ ...منافقون:188

576 اِنّ ربّک یقضی بینهم یو م القیامة............ .....یو نس:197

577 و قضینا الیه ذلک الأمر............ ....حجر:197

578 و قضی ربّک الاّ تعبدوا اِلاّ اِیّاه............ .... اسرائ:197

579 و اذا قضی أمراً فانّما یقول له کن............ ....بقره:198

580 أو لیس الذی خلق السموات و............ ....یس:198

581 و لو شاء الله لذ هب بسمعهم و............ ....بقره :198

582 و فجر نا الأرض عیوناً فالتقی............ ....قمر:199

583 فأنجینا ه و اهله اِلاّ أمرا ته قدرنا............ ....نمل:199

584 أ ن أعمل سا بغات و قدر فی السّرد............ .....سبائ:199

585 واِن من شی ءٍ الّا عند نا خز ائنه و............ ..... حجر:199

586 ألم نخلقکم من ما ئٍ مهین............ ....مر سلا ت:200

587 سنة الله فی الذین خلوا من قبل و ....احز اب:200

588 کلاّ نُمدُّ هو لا ء و هولا ء من............ ....اسرائ:206

589 أن تقو لوا یو م القیا مة اِنا............ ....اعراف:208

590 لا یکلف الله نفساً الّاوسعها............ ....بقره:208

591 فِطرة الله التی فطر النا س علیها............ ....روم:225

592 یمنون علیک أن أسلموا قل............ ....حجرات:226

593 و لو لا فضل الله علیکم و رحمة ما زکی منکم..........نور:226

594 و لو ردّوه الی الرسول و اِلیٰ أولی الأمر............ .نسائ:229

595 لیس کمثله شی ئ و هو السمیع البصیر............ شوری:231

596 لا تدر که الأبصار و هو یدر ک الا بصا ر............ .انعا م:231

597 سبحا نه و تعالی عمّا یصفون........... ....انعا م:231
598 سبحان ربّک رب العزّ ه عمّا یصفو ن............ صا فات:231
599 اِنّ الله لا یظلم مثقا ل ذرّة........... ....نسائ:232
600 اِنّ الله لا یظلم النا س شیائً و لکن............ ... یو نس:232
601 و ما کان لنبی أن یغلّ و من یغلل............ .. آل عمرا ن:232
602 قل اِنّی أخا ف أن عصیت ربّی............ ....انعام:232
603 و لو تقوّ ل علینا بعض الأقا ویل............ ....حا قه :232
604 علیها ملا ئکة غلا ظ شدا د............ .... تحریم:233
605 و اِذ ابتلی اِبراهیم ربّه کلما ت............ ....بقره:233
606 أدع اِلیٰ سبیل ربّک با لحکمة و المو عظة............نحل:234
607 اِنّما یرید الله لیذهب عنکم الرجس............ ....احزاب:234
608 یا أیّها الذین آمنو ا اتّقوا الله و کو نوا............ ....توبه:234
609 و تلک حجتنا أتینا ها ابراهیم علی قو مه............ .انعام:237
610 والذین آمنوا وعملو ا الصا لحا ت لا............ ..اعراف:240
611 بد یع السموات و الأرض و اِذا قضیٰ............ ....بقره:248
612 هو الذی خلق السموات و ا لأرض با لحقّ و............انعام:248
613 هو الذی جعل الشمس ضیا ئً وا لقمر نوراً و..........یونس:249
614 أولم یروِا انّ الله الذی خلق السموات........... احقاف:249
615 أولم یر الذین کفروا اِنّ السموات و............ ....انبیا ء :249
616 ثم استوی اِلیٰ السّماء و هی دخان............ .... فصلت:250
617 و السّما ء بنینا ها بأ ید و اِنّا لموسعو ن........... ذاریات:251

618 و لکن الله ذو فضل علی العا لمین............ ....بقره:251
619 قل اِنّ صلا تیِ و نُسکی ومحیا ی و............ .....انعام:251
620 أ لّاله الحقّ و الأمر تبارک الله ربّ العا لمین..........اعراف:252
621 و ما أرسلناک الّا رحمة للعا لمین............ ....انبیاء :252
622 قل أ انکم لتکفرون بالذی خلق............ .... فصلت:253

ملل و نحل، شعوب و قبایل اور مختلف موضوعات

جلد اول و دوم

(الف)

آئین حنیف ابراہیم: ص218،219۔

آرامی: 124۔

اباضیہ: جلد دوم :220

اسرائیلی؛اسرائیلیات :10،13،93،94۔جلد دوم :11۔

اسلام :3،9،10،13،14،16،22،93،99،104،144،150،172،173،175،177،179،182،183،184،186،188،189،194،195،205،206،210،211،219،233،235،261،279،283،285،303۔

جلد دوم :3،5،7،8،9،10،11،12،25،27،34،45،115،131،145،155،164،165،169،170،181،184،209،214،220،222،226،227۔

اسماعیلیہ: جلد دوم :220۔

اشاعرہ: جلد دوم :193 ۔

(ب)

بنی اسرائیل :13،14،51،189،193،194،200،221،223،224،249،251،252،290،293۔

جلد دوم :13،15،31،34،37،38،40،42،43،45،47،48،49،51،53،55،57،58،59،61،62،63،64،66،67،68،71،103۔

بنی لیث:285۔

(ت)

تابوت (الواح):189،252،257،281،283۔

تعلیمیہ: جلد دوم: 217۔

(ث)

ثمود: 217،231،244۔ جلد دوم:141،165۔

(ج)

جاھلیت: جلد دوم:34،46،181۔

(ح)

حجۃ الوداع:285۔

حشویہ: جلد دوم:217۔

حنبلی:جلد دوم:215،216۔

(ز)

زندقہ؛ زندیق؛ زنادقہ:110،111،254۔جلد دوم:218۔

زیدیہ:جلد دوم:220۔230۔

(س)

سبا(قوم) :119۔189۔ جلد دوم :143۔

سریانی : 253۔

(ش)

شیعہ :جلد دوم :20،220،239۔

(ص)

صابئین : 279۔

صلح حدیبیہ :278،279۔

صوفی :جلد دوم :240۔

(ع)

عاد : 217۔244۔

عباسی : 279۔

عبری و عبرانی :54،124،219،224۔ جلد دوم :151

عرب : 7۔11۔36۔37۔38۔40۔3 7۔ 105 ۔143۔144۔232۔266۔277۔ جلد دوم :7۔ 26۔132۔152۔209۔

عمالقہ : جلد دوم :41۔55۔58۔62۔

(غ)

غزوۂ بدر: 63-279-

غزوۂ تبوک: 244-

غزوۂ خندق: 80-

(ف)

فتح مکہ: جلد دوم: 29-40-69-

فرانسیسی: جلد دوم: 218-

(ق)

قدریہ: 253-

قریش: 28-57-106-232-233-278- جلد دوم: 46-65-66-67-118-180-

(ک)

کلدانی: 190، 224-

(ل)

لوح محفوظ: جلد دوم: 178، 180-

(م)

مجوس: 22۔279۔

مرجئہ: 11۔

مسلمان؛مسلمانوں: 11۔12۔63۔64۔70۔94۔99۔150۔153۔174۔179۔122۔183۔
184۔186،187۔188۔206۔208۔211۔261۔262۔267۔279۔296۔297۔303۔

مسلمین: 64۔70۔186۔187۔188۔297۔ المسلمون: 99۔149۔206۔

جلد دوم: 8۔22۔24۔25۔35۔37۔42۔45۔98۔101۔102۔105۔115۔117۔121۔189۔200۔214۔228۔
250۔ مسلمین: 21۔98۔105۔ المسلمون: 22۔27۔121۔

مسیحیت: 189۔

مشبہ: جلد دوم: 230۔

مشرک؛ مشرکین؛ مشرکوں: 19۔22۔23۔29۔39۔41۔42۔49۔50۔55۔57۔85۔86۔
90۔128۔143۔186۔211۔233۔277۔279۔281۔299۔302۔303۔

معتزلہ؛اعتزال: 11۔ جلد دوم: 194۔220۔221۔222۔

مکتب اشعری: جلد دوم: 222۔

مکتب اہلبیت: 7۔8۔125۔284۔ جلد دوم: 7۔8۔14۔188۔219۔227۔231۔232۔233۔
234۔237۔238۔239۔240۔

مکتب جبر: 254۔

مکتب حسی و تجربی: جلد دوم: 215۔224۔

مکتب خلفائ: 10۔125۔248۔253۔260۔262۔264۔284۔ جلد دوم: 14۔175۔185۔186۔188۔219۔

مکتب ذوقی و اشراقی: جلد دوم: 215۔222۔

مکتب سلفی: جلد دوم: 219۔

خالص عقلی مکتب : جلد دوم :215۔219۔

مکتب فطری: جلد دوم :215۔

مکتب قدریہ : 254۔

خالص نقلی مکتب: جلد دوم :215۔

(ن)

نصرانی : 22،186،189،194۔ نصاریٰ : 50۔55۔56۔ 57۔ 145۔ 179۔188۔189۔190۔ 193۔261۔297۔303۔ جلد دوم : نصرانی :22۔25۔88۔ نصاریٰ : 22۔34۔ 45۔67۔70۔

(و)

واقعۂ صفین :245۔

(ھ)

ھذیل :285۔

(ی)

یونانی: 190،224،253۔

یھود؛یہودی :22،50،55،57،145،179،186،189،190،193،194،200،253،257،279،

289،303۔ جلد دوم :22،25،34،37،38،41،43،44،45،46،50،51،56،57،64،66،

67،70،88،169،226۔

کتابوں کی فہرست

جلد اول و دوم

(الف)

اثبات الوصیتہ :222۔

اثبات الھداۃ بالنصوص و المعجزات : جلد دوم :237۔

احیای تفکر دینی در اسلام :جلد دوم :225۔

اخبار الزمان : 220۔ 222۔

اخبار مکہ : 17۔

ارشاد الفحول : جلد دوم :217۔ 219۔

ارغنون : جلد دوم :218۔

اسد الغابۃ۔ 266۔

اسرائیلیات و اثر آن در کتابھای تفسیر :284۔

اصول کافی ؛جلد دوم : 101۔ 154۔ 217۔

الاحکام فی اصول الاحکام : جلد دوم :217۔

الارشاد الی قواطع الادلہ :جلد دوم : 218۔

الاسلام فی عصر العلم: جلد دوم :224۔

الجام العوام عن علم الکلام : جلد دوم :218۔ 223۔

امالی شیخ مفید : جلد دوم :188 ۔

امالی صدوق :282۔ جلد دوم :119۔

امتاع الاسماع : 245۔

انجیل :13۔28۔148۔196۔222۔224۔جلد دوم :40۔41۔59۔64۔70۔165۔171۔209۔

اوائل المقالات :جلد دوم :219۔234۔ 238۔239۔

(ب)
البداۓۃ و النھایہ: جلد دوم :222۔
البرھان: 12۔
بحار الانوار: 83۔ 93۔ 109۔ 110۔ 111۔ 129۔ 130۔ 133۔ 136۔ 137۔ 138۔ 210۔ 218۔ 230۔ 245۔ 282۔ 284۔ جلد دوم :18۔ 19۔ 56۔ 51۔ 101۔ 102۔ 103۔ 106۔ 107۔ 112۔ 114۔ 119۔ 132۔ 181۔ 186۔ 187۔ 188۔ 204۔
بصائر الدرجات: 245۔
(ت)
تاج العروس: جلد دوم :128۔
تاریخ ابن اثیر: 220۔
تاریخ ابن کثیر: 188۔ 220۔
تاریخ ابن عساکر: جلد دوم :132۔
تاریخ الجھمیہ و المعتزلہ: 119۔
تاریخ العرب قبل الاسلام: 253۔
تاریخ المذاھب الاسلامیہ: جلد دوم :222۔
تاریخ بغداد :262۔
تاریخ دمشق :جلد دوم :132۔
تاریخ طبری: 220۔
التحقیق فی کلمات القرآن :جلد دوم :132۔
تصحیح الاعتقاد: جلد دوم :236۔

تفسیر ابن کثیر : جلد دوم :29۔58۔114۔152۔181۔182۔

تفسیر القرآن الکریم محمود شلتوت : جلد دوم :225۔

تفسیر المیزان : 265 ۔

تفسیر تبیا ن : جلد دوم :20۔

تفسیر خازن : 263۔283۔

تفسیر سیوطی :12۔ جلد دوم :56۔58۔100۔

تفسیر طبری : 219۔248۔ 251۔252۔ جلد دوم :29۔ 41۔56۔ 58۔60۔ 70۔114۔181۔183۔ 184۔

تفسیر علی بن ابراہیم : 210۔جلد دوم : 188 ۔

تفسیر فخر رازی : 183۔

تفسیر قرطبی : 284۔ جلد دوم :141۔100۔114۔ 163۔164۔

تفسیر قمی : 136۔ 210۔ 284۔

تنزیہ الانبیائ: 283۔

التوحید الخا لص : جلد دوم :218۔

توحید صدوق: 136۔جلد دوم :153۔186۔ 187۔201۔203۔ 204۔225۔

توریت؛تورات:13۔14۔28۔124۔125۔148۔189۔190۔193۔196۔210۔222۔223۔ 224۔

251۔256۔260۔262۔جلــــــــــد دوم :28۔40۔41۔43۔ 47۔49۔50۔ 55۔تـــــــــــا 60۔ 62، 63، 64۔ 66۔

68۔165۔171۔209۔

تھا فت التھا فت : جلد دوم :219۔

تھا فت الفلا سفہ : جلد دوم :219۔

تھذیب التھذیب ۔255۔256۔262۔ جلد دوم :181۔

تھذیب الکمال مزّی : 255۔

(ث)

ثواب الاعمال : جلد دوم :79۔ 87۔ 88۔89۔95،96، 101۔102۔107۔118۔

(ح)

الحقیقۃ فی نظر الغزالی : جلد دوم :223۔

(خ)

خصال شیخ صدوق : 111۔129۔ 218۔ جلد دوم :109۔110۔

(د)

دائرۃ المعارف مک میلان: جلد دوم :246۔

الدر المنثور سیوطی :12۔107۔262۔جلد دوم :29۔91۔100۔

دو مکتب در اسلام : 219۔

رسائل الشریف المرتضی : جلد دوم :229۔

رسائل العدل و التوحید: جلد دوم :220۔221۔

رسالۃ الرد علی المنطق : جلد دوم :218۔

رسالۃ تحریم النظر فی علم الکلام : جلد دوم :216۔

رسالۃ عقیدۃ السلف و اصحاب الحدیث :جلد دوم :217۔

(ز)

زبور (داود) : 147۔148۔249۔

(س)

سفینۃ البحار : 22۔ جلد دوم :89۔

سنن ابن ماجہ : جلد دوم :89۔114۔156۔183۔

سنن ابو داود:22۔129۔ جلد دوم : 89۔

سنن ترمذی :22۔129۔ جلد دوم :114۔186۔

سنن دارمی : 2۔

سیرہ ابن ھشام : 285۔ جلد دوم :215 ۔

(ش)

الشامل : جلد دوم :217۔

الشذرات الذھبیہ : جلد دوم :237۔

شرح الاصول الخمسہ : جلد دوم :220۔

شرح الترتیب : جلد دوم :217۔

شرح نھج البلاغہ ابن ابی الحدید:132۔

(ص)

صحیح بخاری :22۔ 210۔ جلد دوم :19۔89۔102۔ 183۔226۔

صحاح جوھری : جلد دوم :156۔

صحیح مسلم : 22۔ 163۔209۔ جلد دوم :2۔17۔89۔102۔182۔226۔

صراط الحق :جلد دوم :226۔

الصوفیہ فی نظر الاسلام : جلد دوم :224۔

صون المنطق والکلام : جلد دوم :219۔

(ط)

طبقات ابن سعد: 129۔188 ۔220۔253۔254۔ 255۔ جلد دوم :17۔18۔186۔

طبقات الشافعیہ: جلد دوم :222۔

(ع)

عبد اللہ بن سباء: جلد دوم :209۔

العروۃ الوثقی :جلد دوم :225۔

عقاب الاعمال :جلد دوم :99۔

علل الشرایع: 109۔133۔ 230۔245۔ جلد دوم :188۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام: 109۔ 137۔ 138۔ 230۔ 282۔283۔جلد دوم: 113۔154 ۔

(غ)

الغارات :134۔

(ف)

الفرق الاسلامیہ فی شمال الافریقی: جلد دوم :222۔

الفصل فی الملل و الاھواء و النحل: جلد دوم: 193۔194۔215۔

الفکر السلفی عند الاثنی عشریہ: جلد دوم :219۔

فتوحات مکیہ جلد دوم :224۔

فجر الاسلام: جلد دوم :215۔

فرھنگ دو مکتب: 219۔

فصل المقال بین الحکمۃ و: جلد دوم :219۔

(ق)

قاموس قرآن : 157۔

قاموس کتاب مقدس :124۔125۔189۔ 223۔225۔جلد دوم :58۔

قاموس اللغۃ: جلد دوم :156۔

القرآن الکریم و روایات المدرستین: 10۔93۔ 284۔جلد دوم :30۔

قرآن : 9،11،38،56،57،61،64،69،70،72،73،74،78،81،84،87،88،90،91۔

92،94،107،112،113،120،143،148،150،153،169،205،206،225،223،244،256،261۔

جلد دوم :7،8،160،225،250۔

قصص الانبیاء : 119۔

(ک)

کافی : جلد دوم :100۔101۔ 154۔204۔227۔

کتاب مقدس عہد عتیق : 124۔

کشف الظنون :253۔

کشف المحجہ : جلد دوم :226۔

کمال الدین و تمام النعمہ : جلد دوم :234۔

الکنی و الا لقاب :255۔

(ل)

لسان العرب : 38۔157 ۔جلد دوم :20۔132۔

(م)

مجمع البیان :278ـ283 ـ جلد دوم :20ـ 56ـ 70ـ 100ـ184ـ

مجمع الفتا وی : جلد دوم :218ـ

مجموعۃ الوثائق السیاسیہ:جلد دوم :215.

مرآۃ الجنان : جلد دوم :222ـ

مروج الذھب : جلد دوم :241ـ

المسائل الجا رود یہ؛ جلد دوم :234ـ 237ـ

المسلمون و العلم الحدیث:جلد دوم : 225ـ

مسند احمد بن حنبل: 2ـ22ـ129ـ163ـ218ـ جلد دوم :2ـ 17ـ18ـ89ـ 102ـ113ـ155ـ182ـ 186ـ214ـ226ـ

مسند طیا لسی : جلد دوم :18ـ186 ـ

معالم المد رستین : 12ـ 284ـ جلد دوم :79ـ209ـ

معانی الا خبار صدوق : 136ـ 162ـ218ـ جلد دوم :101ـ

معجم البلدان : 124ـ125ـ

معجم الفاظ القرآن : 161ـ جلد دوم :19ـ 156ـ

معجم المفھرس : جلد دوم :129ـ

معجم الو سیط : 157 ـ جلد دوم :76ـ 132ـ

المعتزلہ(کتاب): جلد دوم :221ـ

مغا زی و اقدی: 245ـ278ـ

مفردات الفاظ القرآن راغب :157۔161۔278۔جلد دوم :127۔ 132۔ 156۔

مقالات الا سلامیین : جلد دوم : 115۔

مقتضب الاثر فی النص علی: جلد دوم :237۔

الملل و النحل : جلد دوم :222۔

مناھج البحث عن مفکری الا سلام: جلد دوم :219۔

من لا یحضرہ الفقیہ : 192۔

مو طأ ما لک : 22۔

میزان الا عتدال :253 ۔262۔

(ن)

نقش ائمہ در احیاء دین : 10۔ 261۔

نور الثقلین :137۔ 283۔

نھج البلاغہ :83۔جلد دوم : 76۔228۔

(و)

وسائل الشیعہ : جلد دوم :154۔

وفیات الا عیان :253۔ 255۔ 262۔

وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم :245۔

(ی)

ایک سو پچاس جعلی صحابی :255۔ جلد دوم :40 ۔

" الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر" جلد دوم:224۔

فہرست

حرف اول 5
مقدمہ: 7
اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں [1] 7
مباحث کی سرخیاں 10
(1) 13
1۔صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ 13
(1) 13
انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں 13
حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور محمد ﷺ کی شریعتونٌمیں اتحاد و یگانگت 13
اوّل: حضرت آدم ابوالبشر 13
دوم: ابو الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام 14
کلمات کی تشریح 15
آیات کی مختصر تفسیر 16
سوم: خلیل خدا حضرت ابراہیم 17
الف۔ سورہ حج َ: 17
ب ۔ سورۂ بقرہ: 17
ج۔ سورۂ بقرہ: 18
د۔ سورۂ آل عمران: 18
ہ۔ سورۂ انعام: 19

ز۔ سورئہ نحل: 19
کلمات کی تشریح: 19
آیات کی مختصر تفسیر: 20
بحث کا نتیجہ 21
سوال: 24
جواب: 24
2 25
نسخ وآیت کی اصطلاح اور ان کے معنی 25
اوّل۔ نسخ: 25
دوم ۔ آیت: 25
3 27
آیۂ نسخ اور آیۂ تبدیل کی تفسیر 27
آیۂ نسخ: 27
آیۂ تبدیل: 32
الف:۔ سورہ آل عمران کی 93 ویں آیت: 33
کلمات کی تشریح: 34
33واں باب 34
"مصدقا لما معکم"کی تفسیر میں بحث کا نتیجہ: 36
تفسیر آیات 38
1۔ آیۂ تبدیل: 38

2۔آیۂ نسخ: 40

4 43

حضرت موسیٰ کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص ہے 43

حضرت موسیٰ کی شریعت میں نسخ کی حقیقت 43

اوّل:بنی اسرائیل کو نعمت خداوندی کی یاددہانی 44

دوم : توریت اور اس کے بعض احکام : 45

سوم:خداوند عالم کی بنی اسرائیل پر نعمتیں اور ان کی سرکشی و نافرمانی 47

کلمات کی تشریح 49

آیات کی تفسیر 51

بحث کا نتیجہ 54

ایک پیغمبر ﷺ کی شریعت میں نسخ کے معنی 56

نسخ کی بحث کا خلاصہ اوراس کا نتیجہ 57

آیۂ تبدیل کی شان نزول 61

2 68

ربّ العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا 68

1۔ 68

انسان اوردنیا میں اس کے عمل کی جزا 68

کلمات کی تشریح 72

دنیا وآخرت کی جزا 72

2۔ 74

انسان اور آخرت میں اس کی جزا 74
کلمات کی تشریح 76
آغاز کی جانب باز گشت: 77
کلمات کی تشریح: 81
4- 82
قبر میں انسان کی جزا 82
5- 83
انسان اور محشر میں اس کی جزا 83
الف: صور پھونکنے کے وقت 83
پہلی مرتبہ: 83
دوسری مرتبہ: 84
کلمات کی تشریح 85
ب: روز قیامت کے مناظر کے بارے میں 86
کلمات کی تشریح 88
6- 90
انسان اور جنت و جہنم میں اس کی جزا 90
کلمات کی تشریح: 92
روایات میں آیات کی تفسیر 93
7- 96
صبر و تحمل کی جزا 96

کلمات کی تشریح: 99
روایات میں صابروں کی جزا 99
8۔ 101
عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے 101
کلمات کی تشریح: 102
مرنے کے بعد عمل کے نتائج اور آثار 102
9۔ 104
شفاعت کی لیاقت؛ بعض اعمال کی جزا 104
الف: شفاعت کی تعریف 104
ب: شفاعت قرآن کی روشنی میں 104
آیات کی تفسیر 105
ج: شفاعت روایات کی روشنی میں 106
بحث کا نتیجہ 108
10۔ 109
پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے 109
الف: عمل کے حبط اور برباد ہونے کی تعریف 109
ب: حبط عمل قرآن کریم کی روشنی میں 109
ج: حبط عمل روایات کی روشنی میں 111
گزشتہ بحث کا خلاصہ 112

11۔ 113

جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں 113

جزا اور سزا کی بحث کا خلاصہ...115

3...117

ربّ العالمین کے بعض اسماء اور صفات 117

1۔اسم کے معنی 117

4۔ذو العرش اور"ربُّ العرش"..120

کلمات کی تشریح 121

1۔ العرش: 121

2۔ استوی: 122

آیات کی تفسیر...123

بحث کا خلاصہ 134

4...136

اللہ کے اسمائے حسنیٰ..136

1۔ اللہ 136

2۔کرسی 139

عبد وعبادت 141

الف: عبودیت...141

ب: عبد..142

5 144
ربّ العالمین کی مشیت 144
1- لغت اور قرآن کریم میں مشیت کے معنی 144
الف: مشیت کے لغوی معنی..144
ب: مشیت؛ قرآنی اصطلاح میں 145
دوم - رزق وروزی میں خدا کی مشیت 146
خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟ 148
سوم : مشیت خداوندی ہدایت اور راہنمائی میں 149
الف: تعلیمی ہدایت 149
ب:انسان اورہدایت یا گمراہی کا انتخاب 151
ج: ہدایت یعنی مشیت الٰہی سے ایمان و عمل کی توفیق 153
کلمات کی تشریح 153
6 158
بدا یا محو و اثبات 158
اوّل: بداء کے لغوی معنی...158
دوم: اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں بداء کے معنی...158
سوم: بداء قرآن کریم کی روشنی میں 158
کلمات کی تشریح 159
آیات کی تفسیر...161
کلمات کی تشریح 165

آیت کی تفسیر...165
چہارم: بداء مکتب خلفاء کی روایات میں 167
پنجم: بداء ائمہ اہل بیت کی روایات میں 167
عقیدہ ٔبداکا فائدہ...170
7...171
جبر و تفویض اور اختیار 171
الف: جبر کے لغوی معنی...171
ب: جبر اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں..................................171
ج: تفویض کے لغوی معنی...171
د: تفویض اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں...............................171
ھ: اختیار کے لغوی معنی...172
و: اختیار اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں 172
(8)...173
قضا و قدر...173
قضا وقدر کے معنی...173
الف:۔ مادۂ قضا کے بعض معانی: 173
ب:مادہ ٔقدر کے بعض معانی..174
ج:۔ قدَّر کے معنیٰ 175
د: ۔ قدر کے معنی 176
قول مؤلف: 176

قضا و قدر سے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایات 177
پہلی روایت: 177
دوسری روایت 179
تیسری روایت: 179
روایات کی تشریح 181
چند سوال اور جواب 183
پہلے اور دوسرے سوال کا جواب: 183
تیسرے سوال کا جواب: 184
چوتھے سوال کا جواب: 184
(9) 186
ملحقات 186
عقیدتی اختلافات اور اس کی بنیاد اور تاریخ 187
الف ۔ خالص نقلی مکتب: 188
ب: خالص عقلی مکتب 192
مکتب اشعری :ماتریدی یا اہل سنت میں متوسط راہ 194
ج:۔ ذوقی و اشراقی مکتب 196
د: حسی و تجربی مکتب(آج کی اصطلاح میں علمی مکتب) 197
ھ :اہل بیت کا مکتب راہ فطرت 198
اسلامی عقائد کے بیان میں مکتب اہل بیت کے اصول و مبانی 200
3۔ اسلامی عقائد دو حصّوں پر مشتمل ہیں: ضروری و نظری: 202

ضروری اسلامی عقائد: 202
نظری اسلامی عقائد:...202
اہل بیت کی راہ قرآن کی راہ ہے 205
1 ۔ توحید کے بارے میں :...205
2 ۔عدل کے بارے میں : 206
3۔ نبوت کے بارے میں :..206
4 ۔ امامت کے بارے میں : 207
مکتب اہل بیت میں "عقل" کا مقام..208
کلامی مناظرہ اور اہل بیت کا نظریہ 209
عقل وحی کی محتاج ہے...211
نقل کا مرتبہ 212
عقائد میں خبر واحد کا بے اعتبار ہونا..213
روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات...215
روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات...215
1 ۔ مسعودی کی روایت کے مطابق آغاز خلقت:...215
2 ۔ نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں خلقت و آفرینش کا آغاز:...216
کلمات کی تشریح 217
قرآن کریم میں " کون و ہستی "یا" عالم طبیعت "[1] 220
کون و ہستی قرآن کریم کی روشنی میں 222
تخلیق کی کیفیت..223

فہرستیں 228

جلد اول و دوم... 228

ترتیب و پیشکش: سردارنیا 228

اسماء کی فہرست... 228

جلد اول ودوم 228

کتاب کے صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے آیات کریمہ کی فہرست 247

جلد اول.. 247

ملل و نحل، شعوب و قبایل اور مختلف موضوعات.. 278

ملل و نحل، شعوب و قبایل اور مختلف موضوعات.. 278

جلد اول و دوم.. 278

کتابوں کی فہرست.. 284

جلد اول و دوم.. 284